سنہ پیدایش کا پتہ کہین نہین لگتا۔ اِس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ آلِ مظفر کی حکومت کا تھا۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ ممالک ایشیا مین ذاتی ترقی اور شہرت حاصل کرنے والون کے ابتدائی حالات نہین ملتے ہین اسلیے حافظ کے حالات کا تلاش کرنا کوہ کندن سے کم نہین ہے تاہم اِس قدر معلوم ہو گیا ہے کہ حافظ نے ابتداءً مین مولانا شمس الدین عبداللہ شیرازی اور علامہ سید شریف سے تحصیل علوم کی علم قرآن اور تفسیر القرآن کے ماہر ہوئے کلام اللہ برزبان یاد کیا اور حافظ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ حاجی قوام الدین وزیر کو حافظ کی سرپرستی منظور ہوئی۔ ایک دینی مدرسہ شیراز مین قائم کر کے حافظ کو اسکا مدرس مقرر کر دیا۔ حافظ مدت تک اُسمین تفسیر القرآن کا درس دیتے رہے۔ ہر پنجشنبہ کو بعد عشا کے صبح تک نہایت خوش الحانی اور قرأت سے قرآن پاک کو ختم کرتے رہے اور عالمون، فاضلون، اور درویشون کی صحبت سے عرصے تک اکتساب کمالات کرتے رہے۔

شاعری حافظ کی طبیعت مین نطفۂ شاعرانہ حرارت مخفی تھی جس سے شعلے نکلنے کا وقت قریب آگیا تھا لا آخر وہ زور سے بھڑکی اور جو حافظ کہ حافظِ قرآن ہونے کی وجہ سے حافظ کہلاتے تھے تھوڑا عرصہ گذرنے پایا کہ وہ اپنے تخلص کی وجہ سے خواجہ حافظ ہو گئے۔ شاعری کا رنگ اِس تیزی سے چڑھا کہ اگلے پند و نصائح پھیکے پڑ گئے۔ مقدس صحبتون سے گریز کرنے لگے اور خفیہ خفیہ مستانِ الست اور رندانِ بادہ پرست کے جلسون مین شریک ہونے لگے۔ آخر تا کجے۔ ایک روز اعلان کرنا ہی پڑا۔

تا ز میخانہ و مے نام و نشان خواہد بود　　　　سرِ ما خاکِ رہِ پیرِ مغان خواہد بود

حافظ کا رنگ بدلا تو نقراؤ درویشون نے لعنت ملامت کی بوچھار، اور علماؤ واعظین نے کفر کے فتوون کی بھرمار شروع کی۔ حافظ نے بھی اپنی نوکِ زبان سے پیکانِ تیر کا کام لیا اور جدھر نشانہ تاکا کبھی خطا نہ کیا۔ حافظ کا دیوان اُنھی تیرون کا ترکش ہے جسکے بعض نمونے درج ذیل ہین۔

واعظان کین جلوہ بر محراب و منبر میکنند　　　　چون بخلوت میروند آن کارِ دیگر میکنند

حافظ مکن ملامتِ رندان کہ در ازل　　　　مارا خدا ز زہد و ریا بے نیاز کرد

بادہ نوشی کہ درو ہیچ ریائے نبود　　　　بہتر از زہد فروشی کہ درو روئے و ریاست

بزیر دلق مرقع کمندہا دارند — درازدستیِ این کوتہ آستینان بین

غرضکہ اُدھر سے نثر مین طولانی ارشادات، اِدھر سے نظم مین نپے اور تلے خیالات، اُدھر سے اوچھے اور چھچھلتے ہوئے حربے۔ اِدھر سے مشّاق اور منجی ہوئی چوٹین ایک عرصے تک چلتی رہنے سے زمانے نے حافظ کا لوہا مان لیا اور وہ تمام اسلامی دنیا مین اِس قدر مشہور ہوگئے کہ دور دور مقامات سے جلیل القدر بادشاہون اور امیرون کے تحائف اور دعوت کے اشتیاق نامے آنا شروع ہوئے۔

شہرت — تاریخ فرشتہ مین لکھا ہے کہ میرزا فضل اللہ شیرازی جو علامۂ تفتازانی کے شاگرد تھے اور اُس زمانے مین سلطان محمود شاہ بہمنی والی جنوبی ہند کے وزیر تھے۔ حافظ کا شہرہ سنکر اپنے بادشاہ کی طرف سے حافظ کو دکن مین طلب کیا۔ حافظ آمادۂ سفر ہوگئے مگر ابھی کشتی مین سوار ہوکر جزیرۂ ہرمز (جزیرۂ فارس) تک پہونچے تھے کہ بادِ مخالف کا سامنا ہوگیا۔ اِس قدر گھبرا گئے کہ کشتی کنارے پر پہونچائی گئی حافظ نے اُسی حالت مین ایک غزل لکھکر میرزا فضل اللہ کو بھیجدی جسکے دو شعر یہ ہین۔[1]

دمے باغم بسر بردن جہان یکسر نمی ارزد — بمے بفروش دلقِ ما کزین بہتر نمی ارزد

بس آسان می نمود اوّل غمِ دریا ببوی سود — غلط گفتم کہ ہر موجش بصد گوہر نمی ارزد

اور آپ کشتی سے اُترکر سیدھے شیراز کو چلتے ہوئے اور تمام عمر دریائی سفر سے حذر کیا۔

خشکی مین بھی حافظ کا دائرۂ سیاحت شیراز سے یزد، کرمان، اور اصفہان تک ہے۔ دار السلام بغداد شیراز سے بہت زیادہ دور نہ تھا مگر جب وہان کے حاکم سلطان احمد جلائر نے حافظ کو طلب کیا تو صاف انکار کردیا۔ صرف ایک غزل اُسکی مدح مین لکھکر بھیجدی جسکے بعض اشعار درج ذیل ہین۔[2]

احمد اللہ علی معدلۃ السلطانی — احمد شیخ اویس حسن ایلخانی

گرچہ دوریم بیاد تو قدح می نوشیم — بعد منزل نبود در سفر روحانی

از گلِ فارسیم غنچۂ عیشے نشگفت — حبّذا دجلۂ بغداد و می ریحانی

---

[1] پوری غزل دیوان ہذا کے صفحہ ۱۳۰ مین درج ہے۔

[2] پوری غزل دیوان ہذا کے صفحہ ۳۰۰ مین درج ہے۔

صاحب مفتاح التواریخ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ حافظ نے اپنے ایک مربی و دوست خواجہ امین الدین حسن وزیر سلطان ابو اسحاق سے ملنے کے لیے اصفہان کا سفر کیا ہنوز اُنکے پاس تک نہ پہونچنے پائے تھے کہ ملازمانِ امین الدین حسن نے اُنکو ایک شرابی سمجھکر علتِ بدمستی مین گرفتار کرلیا اور شہر مین تشہیر کرایا ناگاہ یہ خبر خواجہ امین الدین حسن کو پہونچ گئی فوراً حافظ کو اپنے پاس بلوایا اور جو شخص اس تشہیر کا بانی ہوا تھا اُسکی نسبت حکم نافذ کردیا کہ باقی حصۂ شہر مین وہ مثل حافظ کے تشہیر کیا جائے۔ حافظ نے اپنے دوست کی شکرگذاری مین اُسی وقت ایک غزل لکھی جسکے تین شعر درج ذیل کیے جاتے ہین[1]-

مرا عہدیست با جانان کہ تا جان در بدن دارم	ہواداری کویش را چو جانِ خویشتن دارم
الا اے پیر فرزانہ مکن عیبم ز میخانہ	کہ من در ترکِ پیمانہ دلِ پیمان شکن دارم
بر ندی شہرہ شد حافظ میان ہمدمین وزین آہ	چہ غم دارم کہ در عالم امین الدین حسن دارم

حاضر جوابی — تذکرہ دولت شاہ سمرقندی مین لکھا ہے کہ جب امیر تیمور گورگان صاحبقران نے فارس فتح کیا اُس وقت تک حافظ شیراز زندہ تھے امیر نے اپنے روبرو طلب فرماکر پوچھا کیا یہ مطلع تمھارا ہے؟

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دلِ مارا	بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

حافظ نے دست بستہ عرض کیا کہ ہان! فرمایا کہ مین نے بزورِ شمشیر ربع مسکون کے ایک بڑے حصے کو تسخیر اور مختلف ولایات کو ویران کرڈالا تو صرف اسلیے کہ یہ دو شہر سمرقند و بخارا جو کہ میرے وطن مالوف اور تختگاہ مشہور ہین آباد رہین۔ تمنے جو اپنے معشوق کے ایک خالِ ہندو کے معاوضے مین دیڈالا تو وجہ؟ حافظ نے زمین بوس ہوکر عرض کیا کہ ”اے سلطانِ عالم یہ اُسی غلط بخشی کا نتیجہ ہے جو مین اس حالت کو پہونچ گیا ہون کہ اب آپکی فیاضی کا محتاج ہون“۔ امیر اس لطیفے پر پھڑک گیا اور حافظ پر مہربان ہوا اور ایک معقول انعام دے کر رخصت کیا[2]-

---

[1] پوری غزل دیوان کے صفحہ ۲۷۹ و ۲۰۰ مین درج ہے۔

[2] برٹانیکا انسائیکلوپیڈیا کے مؤلف کو اس واقعہ سے انکار ہے اُسکے خیال مین حملۂ تیمور سے دو سال قبل حافظ کا انتقال ہوگیا تھا۔ لیکن محمدن ڈائنیسٹیز مین مسٹر لین پول لکھتے ہین کہ تیمور نے ۱۳۷۹ء مین خوارزم اور اُسکے دو برس بعد ہرات فتح کی۔ ۱۳۸۷ء مین اصفہان مین قتل عام کیا۔ اور اسی ابین مین شیراز پر قابض ہوگیا۔ اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ حافظ نے حملۂ تیمور سے دو برس بعد وفات پائی نہ کہ دو برس قبل۔

خانگی زندگی حافظ کی پرایویٹ لائف یعنی خانگی زندگی کے حالات کا پتہ بہت کم ملتا ہے اور جو کچھ ملتا ہے وہ جابجا انھین کی نظمون سے ملتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ انھون نے اپنی زوجہ کے انتقال کا ذکر کیا ہے ایک جگہ اپنے ناکتخدا فرزند کی وفات پر افسوس ظاہر کیا ہے۔ شیراز مین کوئی عورت شاخ نبات کے نام یا لقب سے مشہور تھی حافظ نے اپنے عشق کا اسیر جابجا اظہار کیا ہے۔ کتاب خزانۂ عامرہ مین بحوالہ مرآۃ الصفا منقول ہے کہ "خواجہ حافظ کا ایک بیٹا جسکے بہ شاہ نعمان ہندوستان مین آیا تھا مگر برہان پور مین اسنے انتقال کیا جسکے مزار کا نشان ابتک موجود ہے"

وفات بعض مورخون نے لکھا ہے کہ حافظ نے ضعیف العمری مین انتقال کیا مگر تاریخ ایران مسمی ہنٓا عجم مرتبہ میرزا فرصت شیرازی مین حافظ کی کل عمر ۶۴ برس کی قرار دی ہے۔

معتبر تاریخون مین لکھا ہے کہ حافظ نے ۷۹۱ھ مین اسی رندانہ حالت مین جو انھون نے اختیار کی تھی وفات پائی۔ تجہیز و تکفین کے بعد نماز جنازہ پر بحث چھڑ گئی۔ بعض دینداروں نے انکی ظاہری حالت اور آزادخیال ہونے کی وجہ سے شرکت مین تامل کیا۔ مگر حافظ اپنے کلام کی وجہ سے مقبول عام ہو چکے تھے اسلیے اکثر حضرات حافظ کی تائید کرنے لگے۔ جن مقدس بزرگون کو عذر تھا انھون نے زور دیا کہ وہ حافظ کے دیوان سے اکثر ایسے اشعار دکھا سکتے ہین جو ملحدانہ ہین اور اسکے ثبوت مین دیوان طلب کیا گیا اور فال کھولتے ہی جو شعر سب سے پہلے نکلا وہ یہ تھا۔

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ — کہ گرچہ غرق گناہست میرود بہشت

شعر کے پڑھتے ہی تمام بحث کا خاتمہ ہوگیا اور نماز جنازہ خاموشی سے بالاتفاق ادا ہوگئی اور جو حافظ کو چند منٹ پہلے بے دین اور ملحد ثابت کیے جاتے تھے اب لسان الغیب قرار پا گئے۔

حافظ کو خاک مصلّےٰ بہت پیاری تھی جسکا انھون نے جابجا اپنے اشعار مین نہایت محبت کے الفاظ مین ذکر کیا ہے۔ مثلاً۔

لہ خاک مصلے جسکو گلگشت مصلے بھی کہا گیا ہے۔ شیراز مین ایک سبزہ زار کا نام ہے جسمین نہر رکنا باد جاری ہے اور شہر سے مشرقی سمت واقع ہے اصفہانی دروازے سے ایک ہزار سات سو قدم کے فاصلے پر ہے ۱۲

بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت — کنار آب رکناباد و گلگشت مصلےٰ را

نمید ہند اجازت مرا بسیر و سفر — نسیم باد مصلےٰ و آب رکناباد

غرضکہ حافظ شیرازی خاکِ مصلےٰ مین بلا کسی اختلاف کے دفن ہوئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ تاریخ وفات بھی "خاکِ مصلےٰ" کے اعداد سے برآمد ہوئی جو ایک قطعہ مین تضمین ہو کر اُنکے لوحِ مزار پر کندہ ہے۔ و ہو ہذا

چراغِ اہل معنی خواجہ حافظ — کہ شمعے بود از نورِ تجلےٰ

چو در خاکِ مصلےٰ ساخت منزل — بجو تاریخش از خاکِ مصلےٰ

کلام حافظ حافظ کو اپنی معجز بیانی کی بدولت تمام شعرائے ہمعصر اور اکثر متقدمین و متاخرین پر سبقت حاصل ہے وہ تمام اصنافِ شاعری پر قادر تھے۔ اُنھون نے قطعات، رباعیات، مثنویات، قصائد اور مخمس وغیرہ لکھے اور نہایت خوب لکھے۔ مگر جو خداداد قدرت اُنکو غزل گوئی پر تھی وہ اور کسی دوسری صنف پر نہ تھی۔ جو سوز، گداز، درد اور جوش حافظ کی غزلون مین ہے وہ ہمیشہ ڈائنامیٹ کا کام دیتا ہے۔ اس وقت چھ سو برس سے زیادہ زمانہ گذر چکا اور پھر اُس پر سَو سَو مرتبہ سننے کے بعد بھی جب کسی خاص موقع پر کوئی شعر پڑھا جاتا ہے تو قلب بیچین ہو جاتا ہے اور وہی شعر جبکہ خود حافظ کی زبان سے پہلی مرتبہ ادا ہوتا ہوگا تو اکثر سامعین یقیناً کلیجہ پکڑکے بیٹھ جاتے ہونگے۔ افسوس ہے کہ ان مختصر اوراق مین گنجایش نہین ہے ورنہ ضرورت تھی کہ حافظ کے اشعار کی ناظرین سے معرفی کرائی جاتی۔ مگر صرف اسی قدر معلوم ہو جانا کافی ہے کہ جس مطلب کے ادا کرنے کے لیے کسی بڑے منشی کو عمدہ الفاظ نثر مین میسر نہ آتے ہون حافظ اُنکو سادہ اور مختصر الفاظ مین بے تکلف نظم کر دیتے تھے۔ مثلاً۔

آسایشِ دو گیتی تفسیر این دو حرف است — با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

تضمین مصرع حافظ کو کسی مصرع پر برجستہ مصرع لگانے کی بہت بڑی مہارت حاصل تھی چنانچہ مشہور ہے ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین[1] والی بنگالہ بیمار ہوا حکیمون نے علاج خارجی مین غسل بھی تجویز کیا۔ بادشاہ نے بہت

[1] ملک بنگال مین اِس بادشاہ کی مدت سلطنت ۷۶۹ھ سے [illegible] تک ہے۔

اپنی تین پرستارون کو جنکے نام سَرو، گل اور لالہ تھے سپرد کی ان پرستارون نے دوران علالت مین اپنی خدمتون کو نہایت خوبی سے انجام دیا حتےٰ کہ بادشاہ کو شفاے کلی حاصل ہو گئی۔ بادشاہ نے اس خدمت کے صلے مین تینون پرستارون کے مراتب اعلیٰ کیے اور انسے محبت بھی زیادہ کرنے لگا۔ اسپر اور مرمون کو حسد ہوا انھون نے حقارتاً انکو غسالہ کے لقب سے پکارنا شروع کیا۔ شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ کو پہونچی۔ وہ ہنسا اور اسی حالت مین بیساختہ اُسکی زبان سے یہ مصرع نکل گیا۔

ساقی حدیث سرو و گل ولالہ میرود

مضمون دلپسند تھا چاہا کہ دوسرا مصرع لگائے مگر نہو سکا۔ شعراے دربار سے مخاطب ہو کے دوسرے مصرع کی فرمایش کی مگر سب کا مضمون کوتاہ اور قافیہ تنگ ہو گیا۔ ناچار عرض کی کہ اس مصرع پر بجز حافظ شیراز کے دوسرا شخص مصرع نہین لگا سکتا ہے۔ شخصی سلطنت تھی کسی فضول خرچ پر پارلیمنٹ سے منظوری کی ضرورت نہ تھی فوراً سامان سفر طیار ہوا اور چند خدام بنگالہ سے شیراز کو روانہ ہو گئے۔ حافظ نے انکی اور اُنکے بادشاہ کی تمام سرگذشت سنی اور مصرع پر مصرع لگا کر اس طرح مطلع کر دیا۔

ساقی حدیث سرو و گل ولالہ میرود ۔۔۔ وین بحث باثلاثۂ غسالہ میرود

ثلاثۂ غسالہ میخوارون کی اصطلاح مین اُن تین پیالہاے شراب کا نام ہے جنکو بادہ خوار علی الصباح نوش کر کے شب کی کدورت دور کرتے ہین۔ واقعات کے اعتبار سے لالہ کا قافیہ غسالہ بالکل معمولی تھا جو شعراے بنگالہ کے سامنے موجود تھا مگر چونکہ وہ حافظ کی طرح اصلی اور حقیقی بادہ خوار نہ تھے اسلیے دماغ اور خیال مین تمام اسباب بادہ خواری حاضر اور مجتمع نہونے کی وجہ سے اس قافیہ کو نہ اپنے لفظون مین ترتیب دیسکے اور نہ بامعنی منظوم کر سکے۔ حافظ نے اسی ردیف و قافیہ مین پوری غزل لکھکر بادشاہ کی خدمت مین روانہ کر دی جسکے دو شعر اور درج ذیل کیے جاتے ہین۔

شکرشکن شوند ہمہ طوطیان ہند ۔۔۔ زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ میرود[1]

حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین ۔۔۔ خامش مشو کہ کار تو از نالہ میرود

[1] پوری غزل دیوان ہذا کے صفحہ ۱۳۵ مین درج ہے ۱۱

مفتاح التواریخ میں ایک حکایت درج ہے کہ خواجہ حافظ زمانۂ شاہ شجاع میں ایک نوجوان مفتی زادہ پر عاشق ہو گئے۔ کچھ دنوں تو اپنی حالت کو پوشیدہ رکھا مگر ایک عرصے کے بعد معاملہ طشت از بام ہو گیا۔ ایک روز حافظ مفتی زادہ کو ساتھ لے کر دیوانِ شاہی کے پچھواڑے مینوشی میں مشغول ہوئے۔ وہ اپنے نزدیک تخلیہ میں تھے مگر بادشاہ جھروکے سے نظارہ کر رہا تھا۔ خواجہ نے جام کو شراب سے لبریز کر کے مفتی زادے کو دیا اور جیسے ہی اوس نے منہ سے لگایا تھا کہ بادشاہ نے آواز دی۔

حافظ قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش

حافظ نے ساتھ ہی جواب دیا۔

در عہد بادشاہ خطا بخش و جرم پوش

ایک مخفی کام میں مشغول ہونیکے وقت کسی ایسی آواز کا دفعتاً کانوں میں آجانا جس سے نہ صرف افشای راز کا خوف ہو بلکہ اُس آواز سے زیادہ کوئی دوسری آواز خوفناک نہو سکتی ہو تو اُس سراسیگی اور بدحواسی میں مصرع پر دفعتاً مصرع لگا دینا، حافظ کے خیالات کی تیزی اور طبیعت کی برجستگی کی ایک ایسی مثال ہے جس سے زیادہ کسی دوسرے شاعر میں ہو نہیں سکتی۔

سرقۂ مضمون

شاعروں کی اصطلاح میں کسی استاد کے مضمون کو کچھ ردو بدل کر کے اپنے شعر میں لے آنے کا نام سرقۂ مضمون ہے اور اس سے کمتر شاعر خالی ملیں گے۔ لیکن ادنی و اعلی شاعر میں فرق ہے۔ ادنی شاعر سے نہ الفاظ ہی زیادہ تبدیل ہو سکتے ہیں اور نہ معانی کے تیور بدلے جا سکتے ہیں اس لیے شاعروں میں وہ مضمون چور کہلاتا ہے۔ مگر اعلی شاعر حتے الامکان الفاظ کو بدل کر اور معانی میں ترقی اور اصلاح دیکر کسی قدیم شعر کو اپنے سانچے میں ڈھال لیتا ہے اور شعرا کی سوسائٹی میں یہ عادت معیوب نہیں مانی گئی ہے۔ حافظ نے بھی متعدد جگہ اسی دوسری عادت سے کام لیا ہے۔ حافظ نے جس استاد کے شعر کو اپنے ڈھب کا پایا پہلے اسکے دونوں مصرعوں پر غور کیا جو مصرع اعلے درجہ کا ہوا اُسکو تو فقط لفظوں کے اُلٹ پھیر سے اپنی حالت پر برقرار رہنے دیا اور دوسرے ادنے مصرع میں اپنے پُر زور الفاظ سے ترقی دیکر

ل پوری غزل دیوان ہذا کے صفحہ ۲۱۲ میں درج ہے۔

اُسکی حالت مین ایسی تبدیلی کردی جس سے وہ ادنیٰ سے اعلیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر ہو کر حافظ کی ملکیت
مین آگیا چنانچہ اس جگہ عدم گنجایش کی وجہ سے صرف دو مثالون پر اکتفا کیجاتی ہے۔ پہلی مثال مین
یزید کا مطلع جو بحر ہزج سالم مین ہے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

انا المسموم ماعندی بتریاقٍ ولا راقِ ادر کاساً وناولہا الا یا ایہا الساقی

اس شعر کا دوسرا مصرع بیساختہ ہے لیکن "حرف ندا" جسکی فصاحت شعری کی وجہ سے اول مین ضرورت تھی
قافیہ کی مجبوری سے آخر مین پڑگیا۔ شاعر کی اس کمزوری سے حافظ نے فائدہ اُٹھایا یعنی اُس مصرع کو حرف
ندائیہ سے شروع کرکے اپنی حالت پر چھوڑ دیا اور دوسرا مصرع زبان فارسی مین نظم کرکے اسکے ساتھ تضمین
کردیا جس سے تمام مضمون ایک نئی روح کے ساتھ دوسرے قالب مین اس طرح آگیا۔

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً وناولہا کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلہا

اس جگہ ناظرین کو دونون شعرون کے موازنہ کرنے کا موقع ہے۔ مثلاً یزید نے اپنے مطلع مین یہ منشا
ظاہر کیا ہے کہ "متکلم ایک ایسا زہر خوردہ شخص ہے نہ جسکے پاس تریاق ہے اور نہ جھاڑنے والا! تو کہان ہے
اے ساقی! تو ہی اپنا جام بھر اور اُسکو گردش مین لا" (یعنی شراب نوش کرنے سے شاید سمیت کو کچھ فائدہ پہونچے)
لیکن حافظ اپنا مطلب ان الفاظ مین ادا کرتے ہین "کدھر ہے اے ساقی! اپنا جام بھر اور اُسکو گردش مین
لا! کیونکہ عشق، جسکو مین پہلے آسان سمجھا تھا اب اُسنے مجکو بڑی مصیبتون مین مبتلا کر دیا" دونون مطلعون
کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا دونون شاعر زبانِ حال سے شراب کے طالب ہین۔ مگر پہلا اس لیے
کہ اُسکے زہر کا تریاق ہو اور دوسرا اس لیے کہ اُسکی طبیعت سے مصیبت اور کوفت دفع ہو۔ پہلے شاعر کی طلب
بھی بیجا نہین ہے کیونکہ شراب کی تعریف مین بہت بہت مبالغہ کیا گیا ہے اور جبکہ وہ یہان تک تسلیم کر لی گئی
کہ مُردے کو زندہ کرسکتی ہے تو کوئی وجہ نہین ہے جو اُسکو زہر کا تریاق نہ مانا جائے مگر دوسرے شاعر کی
خواہش اُس سے غم غلط کرنے کی ہے جو شراب کی اصلی اور سچی اور حقیقی خاصیت ہے اس لیے حافظ
کا مضمون نیچرل یعنی فطرت کے موافق ہو جانے سے کافۂ انام مین مقبول ہوگیا اور حافظ نے اگر اسکو انتخاب
کرکے اپنا مطلع سرِ دیوان بنایا تو کچھ شک نہین کہ وہ اسی قابل تھا۔

اسکے بعد دوسری مثال مین سعدیؒ کا مطلع کہ وہ بھی بحر ہزج سالم مین ہے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

اگر دشنام فرمائی وگر نفرین دعا گویم　　　　لبِ لعلِ شکر خارا جواب تلخ می زیبد

حافظؒ نے اس شعر پر بھی قریب قریب وہی تصرف کیا ہے جو نزیر کے شعر پر کیا تھا۔ یعنی دوسرے مصرع کے زحاف سوم وچہارم کو بجاے اول ودوم کے لاکر اُسکے لفظون مین سلاست اور روانی پیدا کردی اور پھر اُسپر اپنا ایک بلیغ مصرع لگا کر اُسکی صورت یون کردی۔

بدم گفتی وخرسندم عفاک اللہ نکو گفتی　　　　جواب تلخ مے زیبد لبِ لعلِ شکر خارا

سعدیؒ اور حافظؒ دونون کے شعر کا آخری مصرع تو ایک ہی ہے مگر پہلے مصرع کا گو منشا ایک ہے تاہم الفاظ اور اُسکے مطلب مین فرق ہے اور یہی بات قابلِ غور ہے۔ دونون شاعر اپنے محبوب کے کلام رنجش التیام کے مقابلے مین اظہار مسرت کرنا چاہتے ہین تاکہ یقین کلی ہو جائے کہ اُسکے سخت الفاظ سے عاشق کو کسی طرح کا ملال نہین ہوا۔ سعدی نے اپنے مصرع اول مین ملال کے دو لفظ ایک "دشنام فرمائی" اور دوسرا "نفرین" استعمال کیا ہے اور ایک لفظ "دعا گویم" سے اپنے نزدیک اظہار مسرت کیا ہے جو غالباً اُسکے لیے کافی نہین ہے۔ بخلاف حافظؒ کے جنھون نے معشوق کی رنجش کا ایک نہایت چھوٹا لفظ "بدم گفتی" استعمال کر کے جواب مین "خرسندم" کہدیا جو ملال کا پورا دفعیہ ہوگیا۔ مگر پھر بھی صبر نہ آیا اور "عفاک اللہ" اور "نکو گفتی" سے پے در پے ترقی دے کر استرضاے محبوب مین اس قدر انہماک اور استغراق ثابت کیا ہے جس سے صاف عیان ہوتا ہے کہ عاشق کی طبیعت معشوق کے دل سے رفع ملال کے لیے معذرت کرتے کرتے سیری نہین ہوتی ہے۔ غرضکہ حافظؒ نے اس شعر کو جس قدر پُر جوش اور پُر درد کردیا وہ سعدی سے نہو سکا اور یہی وجہ ہے کہ اسکو حافظؒ کے الفاظ مین پڑھنے سے جو زبان پر مزہ اور قلب پر تاثیر ہوتی ہے وہ سعدی کے الفاظ مین پڑھنے سے نہین ہوتی۔ سچ ہے کسی متبنّٰی مضمون کو اپنے لفظون مین پرورش کر کے اُسکو اسطرح طبعزاد ثابت کردینا بجز حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے شاعر مین اُسکی نظیر ملنا دشوار ہے۔

دیوان حافظ حافظؒ کا دیوان قریب قریب اُنکی زندگی ہی مین مرتب ہو چکا تھا۔ کیونکہ حروف تہجی کے اعتبار سے

کل ردیفون مین غزلین موجود ہین۔ یہ مشہور کرنا کہ حافظ شرابخانے مین ہر وقت بدمست پڑے رہتے تھے اور اپنے اشعار ٹھیکرون پر لکھ لکھ کر مٹکے مین بھرتے جاتے تھے اور اُنکی وفات کے بعد نماز جنازہ کی بحث سے پہلے کسی کو خبر تک نہ تھی محض غلط اور یارون کا حاشیہ ہے۔ جو واقعات اور بیان ہو چکے ہین اُنسے صاف پایا جاتا ہے کہ حافظ کا کلام تمام دنیاے اسلام مین اُنکے سامنے مشہور ہو چکا تھا چنانچہ ایک شعر مین خود بھی اسکا اظہار فرماتے ہین۔

فکند زمزمۂ عشق در عراق و حجاز   نواے بانگِ غزلہاے حافظِ شیراز

دیوان مین غزلیات کا حصہ سب سے زیادہ ہے ہر غزل ۵ سے ۱۶ شعر تک کی ہے اور ردیفون کی ترتیب حروف تہجی کے اُسی پرانے قاعدے سے ہے جسپر تمام ایشیائی شعرا کے دیوان مرتب ہین۔ صاحب بریطانیکا انسائیکلوپیڈیا اس ترتیب کو ناپسند کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ شاعر کا کلام اس طرح مدون ہو کر جس سے اُنکی طبیعت کی تدریجی ترقیات اور واقعات زندگی کے روزافزون تجربات کا یکے بعد دیگرے سُراغ لگ سکے۔ بیشک اُنکی راے معقول ہے اور یورپ مین اسکا لحاظ کیا جاتا ہے۔ اگر ایشیا مین بھی یہ طریقہ جاری کیا جائے تو بجز اس دقت کے کہ کسی شعر کے تلاش کرنے مین دیر ہو مطالعہ کرنے والے کے حق مین زیادہ مفید ہے۔ مگر حافظ کا دیوان سخت حیرت مین ڈالتا ہے کہ باوجود اُسی پرانی ترتیب کے وہ اول سے آخر تک ایک سانچے مین ڈھلا ہوا اور اُسکے تمام مضامین ایک وقت مین بیٹھکر لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہین۔ غزل اکثر اوقات مختلف اور متضاد مضامین کا ذخیرہ ہوتی ہے جسمین بجز قطعہ بند مضامین کے تمام بے ربط اور غیر مسلسل ہوتے ہین چنانچہ حافظ کے اشعار بھی مثل گہرہاے آبدار چھوٹے اور بڑے قد کے بظاہر بکھرے ہوئے نظر آتے ہین مگر جو لوگ باریک بین ہین اُنکو غور کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ سب ایک ہی رشتۂ تصوف مین پروئے ہوئے ہین۔ حافظ کا دیوان گویا ایک ذی روح کا جسم ہے جسمین اُنکے رنگ کے اشعار ہر صفحے مین مثل رگون اور شریانون کے پھیلے ہوئے نظر آتے ہین لیکن سب کے اندر ایک ہی خون کا دوران ہے جو اول سے آخر تک کمالات روحانی سے فیض یاب ہے۔

اشاعت دیوان دیوانِ حافظ کے مدوّن ہونے کی تاریخ سے چھاپے کی ایجاد تک غالباً بیشمار جلدین

ایک دوسری سے نقل ہوکر اطرافِ عالم مین شائع ہوئین اور چھاپہ ایجاد ہونیکے بعد سب سے پہلے یورپ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اُسنے حافظ کے کلام کو چھاپ کر مشتہر کیا۔ ۱۷۹۱ء مین سر ولیم اوسلی نے ایک رسالہ موسومہ "آرٹکل بنام حافظ" لکھکر لندن کے ایک مطبع سے شائع کرایا۔ اور پھر ۱۸۰۲ء مین سر جان نوٹ نے "اسپیسمن آف پرشین پوئٹری" (نمونۂ نظم فارسی) کے نام سے حافظ کی غزلون کا انتخاب چھپوایا۔ اسکے علاوہ مختلف انتخابات وقتاً فوقتاً برلن اور وآنا مین شائع ہوئے اور ۱۸۵۴ء مین پورا دیوان ملک جرمن کے شہر لیپزگ مین لائق دید چھاپا گیا۔ حال مین قسطنطنیہ سے چھوٹی تقطیع پر شایع ہوا ہے جو اپنی صحت، چھپائی اور صفائی کے اعتبار سے قابل قدر ہے۔ عجم مین طہران، تبریز، اور شیراز سے بکثرت جلدین چھپکر شائع ہو چکی ہین اور ہند مین دہلی، کلکتہ، بمبئی، اور لکھنو وغیرہ سے بار بار چھپ کر جس قدر جلدین تمام ہو چکی ہین غالباً اُنکی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہو چکی ہوگی۔ **شہر کانپور** باقی رہگیا تھا جسکو اب پہلی مرتبہ اُسکے چھاپنے کا افتخار حاصل ہوا ہے۔

دیوان بے حواشی — کسی کتاب کے کل یا جز مقامات پر نوٹ دینے یا حاشیہ چڑھانے سے یہ غرض ہوتی ہے کہ اُسکے اجمال کی تفصیل اور مشکلات مین آسانی پیدا ہو مگر جس قدر دیوانِ حافظ ہندوستان مین محشی چھپے ہین وہ اسکے برعکس ہین۔ ایک معمولی استعداد کا آدمی حافظ کے مطالب کو بلا امدادِ حاشیہ جس قدر سمجھ سکتا ہے موجودہ حواشی پڑھنے کے بعد اُس قدر بھی ذہن مین باقی نہین رہتا اور یہ اسلیے ہے کہ حاشیہ نگار صاحب نہ اُس کیفیت سے آشنا تھے اور نہ اُس مذاق سے آشنا اور نہ اُن واقعات سے باخبر ہین جنکی بنیاد پر حافظ کے اشعار اپنے اپنے موقع سے تصنیف ہوئے ہین یہی وجہ ہے کہ ایران و بمبئی مین جب کبھی دیوان حافظ زیادہ اہتمام اور خوبی سے چھاپا گیا تو اُس سے حواشی خارج کر دیے گئے ہین۔ لہذا اُسی تقلید پر یہ دیوان **نامی پریس** کانپور سے چھپکر نکلا ہے جسکا حاشیہ بالکل سادہ اور نہایت صاف چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ اُسپر یہ الزام عائد ہو سکے کہ "من چہ می سرایم و طنبورۂ من چہ می سراید"۔

محمد رحمت اللہ رعد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد مجید وثنای مجید وسپاس بیقیاس خداوندی راکه جمیع دیوان حافظان اوراق پروانهٔ سلطان ارادت اوست بی مانندی که رفع بنیان ایوان تسع سموات طباقاً نشانهٔ عرفان حکمت بی علت اوحکیمی که طوطی شکرخای نطق انسانی را در محاذات آئینهٔ تامل عرائس معانی بادای دلگشای اِنَّ مِنَ البَیانِ لَسِحراً گویا کرد علیمی که بلبل دستانسرای خوش نوای زبان را در قفس تنگ دهان بقوت اذهان مستقیم در ترنم وتنغم اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَةً درآورد نظم

آن بنده پروری که زبان در دهان نهاد | دُرِ کلام در صدف هر زبان نهاد
جان را ز لطف عذب غذائی لطیف داد | دل را مفرحی ز سخن در میان نهاد
در بحر سینه دُرّ معانی بپرورید | در کان طبع لعل سخن بیکران نهاد

و نعت جواهر منظوم صلوات بی نهایات وزواهر منثور تحیات بی منتها وغایات نثار روح پرفتوح وصدر مشروح جنابی که نوای جانفزای انا افصح العرب بمسامع ومجامع عالمیان وادیان رسانید وازنسیم روح پرور نفحهٔ انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن مشام جان زنده دلان هر دو جهان را معطر ومروح گردانید وگوش هوش دلها را بدرر فرائد جانفزا وغرر فوائد معجزنمای اوتیت جوامع الکلم گرانبار ودرّ شاهوار ساخت وصدای صدق فحوای وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی در آفاق وانفس انداخت یعنی خاتم رسالت وناظم مناظم براعت وبلاغت صادق برهان والقرآن ذی الذکر صاحب دیوان وما علمناه الشعر صدر جریدهٔ انبیا بیت القصیدهٔ اصفیا محمد مصطفی علیه افضل الصلوات واکمل التحیات بیت

محمد کاز ازل تا ابد هرچه هست | بآرایش نام او نقش بست

و درود بیکران و تحیات بی پایان بر ارواح طیبه و اشباح طاهرهٔ جماهیر آل علی العنوان جلی الاحسان و مشاهیر رجال و احباب او باد

شعر

هزار آفرین از جهان آفرین	بر اولاد و احفاد او اجمعین

که سمند خوش خرام عبارت در خش تیز گام مجاز و استعارت را زین تزیین بنهاده در میدان بیان جولان نموده اند و چوگان فصاحت و بلاغت گوی هنرمندی و سخندانی از فضلا و ادبای اقاصی و ادانی ربوده تا صدای صیت رسالت و نوای صورت جلالت محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار بگوش فصحای اطراف عالم و بلغای اکناف امم رسانیده و سنان لسان و تیغ بیان الشعراء یتبعهم الغاوون را بهیبت جلال در غمد کلال و بهت بمانده و مشاهیر کالسیف القاطع هنگام تعدی و جدال در معارضه و مقابلهٔ ایشان سپر عجز و ابتهال بر روی تیغ و قتال کشیدند که لا یاتون بمثله و لو کان بعضهم لبعض ظهیرا بیت

مستغرق درود و ثنا باد جان شان	تا روز را فروغ بود و شمع را ضیا

خصوصا امام المشارق و المغارب و جامع اصناف المعارف و الحقائق قائل کلمهٔ انا کلام الله الناطق اسد الله الغالب علی بن ابی طالب علیه الصلوة و السلام و التحیة و الاکرام اشعار

شهنشهی که سحرگاه روز فطرت بود	غرض وجود شریفش ز خلقت انسان
کریمی که ز لطف قدیم لم یزلی	حدیث منقبتش گشته زیور قرآن
امیر ملک ولایت که شد ز مبدء حال	برای مدحت او مستعد نطق زبان

بر نقادان نشتر بلاغت و جوهریان روز بازار فضل و براعت و نامداران خطهٔ سخن و شهسواران ذکا و فطن و سالکان مسالک نظم و نثر و مالکان ممالک دقائق شعر پوشیده نیست که گوهر سخن در اصل خویش بسیار قیمتی و باصفا و کلام منظوم و نفیس و نفس خود عظیم و گران بهاست در دکان امکان هیچ متاعی ازان گرانمایه تر نتواند خرید و در بازار ابداع هیچ بضاعت ازان ارجمند تر نتوان دید قصیر نی خرد را نقدی عزیز تر ازان در دست دل در نیامده و نقشبند فکرت را زیبا تر ازان صورتی در پردهٔ خیال رخ ننموده و زن مقدار این گوهر شاهوار را

نزد الا خردمند کامل قدر و اعتبار این نقد تمام عیار را نشناسد بجز بصیر فی عاقل و فی الحقیقة بیت

گر بدے گوہرے ورائے سخن   آن فرود آمدے بجائے سخن

و ہو میدانٌ لا تقطع الّا سوابق الاذہان و میزانٌ لا یرفع الّا بایدی بصائر البیان اما تفنن اسالیب
تنوع ترکیب نظم و نثر بسیار و بشمارست و تفاوت حالات سخنوران و تباین درجات ہنرپروران بحسب
مناسبت نفوس اطباع و رعایت موافقت رسوم و اوضاع و تقبیح و تحسین و تحریر و تقریر و تفریع و تزیین و اعتبار
مقتضیات مقام و اعتنا و اہتمام ایشان از ترامن و اغتنام ہنگام ایراد کلام فصل و وصل و تعریف و تنکیر
و تقدیم و تاخیر و ابہام و توضیح و کنایت و تصریح و ایجاز و اطناب در ہر باب جملہ برین مسئلہ مبتنی و تحکم علی
الحقیقة بر رعایت این دقیقہ منتفی فقد قیل لیس البلاغة ان یطال عنان القلم و اسنانه و یبسط بنان القول
و میدانه بل ہی ان یبلغ المراد بالفاظ اعیان و معان افراد شاعر ماہر چون بکنہ این نکتہ برسد و بحیثیت
این قضیہ واقف گردد و رخسار عبارات او نضارت گیرد و جمال مقال او طراوت پذیرد بحدیکہ یک بیت او نیابت
مناب قصیدہ باشد و یک غزلش قائم مقام دیوانی گردد و قطعہ ملکی اقطاع اید و یک رباعی از ربع مسکون خراج ستاند نظم

قافیہ سنجان کہ علم بر کشند   گنج دو عالم بقلم در کشند

خاصہ کلیدے کہ در گنج راست   زیر زبان مرد سخن سنج راست

تخلص این کلمات و ملخص این مقدمات ذات شریف ملکی صفات مولانا الاعظم المرحوم المبرور افضل العلماء
استاذ نحاریر الادبا معدن لطائف الروحانیة مخزن معارف السبحانیة شمس الملة والدین محمد الحافظ
الشیرازیست طیّب الله تربته و رفع فی عالم القدس رتبته کہ اشعار آبدارش رشک چشمہ حیوان و بنات
ابکارش غیرت حور و غلمان آیات دلاویزش ناسخ سخنان سحبان و منشآت سحر و لطف آمیزش منسی
احسان حسان بود کنظم الجمال و روض الجنان آمن الفؤاد و طیب المذاق مذاق عوام را بلفظ متین شیرین
کردہ و دہان جان خواص را بمعنی مبین نمکین داشتہ ہم اصحاب ظاہر را زرخ ابواب آشنائی گشودہ و ہم

ارباب باطن را از مواد روشنائی افزوده و در هر واقعه مناسب حال گفته و برای هر کس دُر معنی غریب لطیف
سفته و معانی بسیار در لفظ اندک خرج کرده و انواع بدائع را در دُرج انشا درج نموده گاه سرخوشان
کوی محبت را بر سر جادهٔ معاشقت نظربازی دانسته شیشهٔ صبر ایشان را بر سنگ بی‌ثباتی زده گوید **بیت**

بشو اوراق اگر همدرس مائی
که علم عشق در دفتر نباشد

وگاه دُردی کشان مصطبهٔ ارادت را بملازمت پیر دیر مغان و مجاورت بیت الحرام خرابات ترغیب کرده

بیت

تا ز میخانه و می نام و نشان خواهد بود
سر ما خاک ره پیر مغان خواهد بود

افاضت سلسبیل طبع لطیف او حکم عَیناً فِیهَا تُسَمّٰی سَلسَبِیلاً دارد خاص و عام را شامل و شائع ست افادت کلام
فیض فائضش اقاصی و ادانی را لائح و ساطع نظم منثور سحر حلالش عقده در زبان ناطقه افگنده عقد منظوم
فکرتش وزن متاع بحر و کان برده و رشحات ینابیع ذهن وقّادش حدائق مجلس انس را از زلال مَعین
وَمِنَ المَاءِ کُلَّ شَیءٍ حَیٍّ شگفت نضارت بخشیده و نفحات گل‌زار فکرتش در ریاض جانها معنی آیهٔ وَنَفَختُ فِیهِ
مِن رُّوحِی فاش کرده کلمات فصیحش چون انفاس مسیح دل مرده را حیات تازه داده و کلیم کلام معجز نظامش
در طور سخنوری ید بیضا نموده گوئی که هوای بهیج کسب لطافت از اخلاق او کرده و عذار گل نسرین
زیب و طراوت از شعر آبدار او گرفته و قد شمشاد در قامت دلجوی سرو آزاد اعتدال او اهتزاز استقامت
را از او پذیرفته **بیت**

حسد چه می‌بری ای سست نظم بر حافظ
قبول خاطر و لطف سخن خدا دادست

بی‌تکلف هر دُرّ و گوهرے که جوهری طبیعت را موجود بود از بهر زینت دوشیزگان خلوت‌سرای ضمیر در سلک نظم کشیده
لاجرم چون خود را بلباس و کسوت عبارات و حلیهٔ استعارات آراسته دید زبان بدعوی کشاده گفت **شعر**

دور مجنون گذشت و نوبت ماست
هر کسے پنج روزه نوبت اوست

و با مخالف و موالف بغنا و دلربائی در آویخته و در مجلس خاص و عام و خلوت خاص پادشاه و گدا و عالم و عامی در هر مقامی شغبها و شورها برانگیخته و گفته بیت

حافظ خلوت نشین دوش بمیخانه شد — از سر پیمان گذشت بر سر پیمانه شد

و چون از شائبهٔ شبهت و غائلهٔ شهوت مصون و محروس بود دست تصرف بیگانه بدامن عصمت شان نرسید و دامن جاه و عفت شان را کسی بسر انگشت خیانت فرو نکشید و رخسار احوال شان از خجلت عار و ضجرت طعن در صون عصمت و حرز عفت محفوظ بماند بیت

گر من آلوده دامنم چه عجب — همه عالم گواه عصمت اوست

بنابرین غزلهای جهانگیرش باندک مدتی بحدود اقالیم خراسان و ترکستان و هندوستان رسیده و قوافل سخنهای دلپذیرش در اقل زمان باطراف و اکناف عراقین و آذربیجان سر کشیده قد ذهب بالریح و ذهب بالصیح سماع صوفیان بی غزل شورانگیز او گرم نشدی و بزم پادشاهان بی نقل سخنان ذوق آمیزش زیب و زینت نیافتی بلکه های و هوی مشتاقان بی ولولهٔ شوق او نبودی و سرود رودی پرستان بی غلغلهٔ ذوق او رونق نگرفتی چنانچه در تمثیل این مثل گوید نظم

غزل سرائی حافظ بدان رسید که چرخ — نوای نغمهٔ ناهید را ببرد از یاد

چو شعر عذب روانش ز بر کنی گوئی — هزار رحمت حق بر روان حافظ باد

ولی محافظت درس قرآن و ملازمت شغل سلطان و تحشیهٔ کشاف و مصباح و مطالعهٔ مطالع و مفتاح و تحصیل قوانین ادب و تجسس دواوین عرب از جمع ابیات و غزلیاتش مانع آمدی و از تدوین و اثبات ابیاتش وازع گشتی مسود این اوراق عفی الله عنه ما سبق اقل انام محمد گلندام در درسگاه مولانا و سیدنا استاد البشر قوام الملة والدین عبدالله اعلی الله تعالی درجاته فی اعلی علیین بکرات و مرات که بمذاکره رفتی در اثنای محاوره گفتی که این فوائد فرائد را همه در یک عقد میباید کشید

واین غرر دُرر را در یک سلک می باید پیوست تا قلادهٔ جید وجود اهلِ زبان شود و تتمهٔ وشاح عروس بیان
دوران گردد و آن جنابِ حوالت رفع این ترفیع بنارسائی روزگار کرده و نقصِ اهلِ عصر را عذر آورده
تا در تاریخ سنه ۷۹۱ احدی و تسعین و سبع مائه هجری ودیعت حیات بموکلانِ قضا و قدر سپرده رخت وجود
از دهلیز تنگ این جهان بیرون برده در صحنِ پاکش با ساکنانِ عالمِ علوی قرین شد و پس از مفارقت
بدین مخوانهٔ پاکیزه رویان حورالعین گشت

نظم

بسالِ با و ضا د و ذالِ ابجد | زد در هجرتِ میمون احمد
بسوی جنتِ اعلی روان شد | فرید عهد شمس الدین محمد
بخاکِ پاکِ او چون برگذشتم | نگه کردم صفا و نورِ مرقد

سوابق حقوقِ صحبت و لوازمِ عهودِ محبت و ترغیبِ عزیزانِ با صفا و تحریصِ دوستانِ صاحب وفا
که صفحهٔ حال از فروغ نورِ ایشان جمال گیرد و بضاعتِ افضال حسنِ تربیتِ ایشان کمال پذیرد
باعث بر ترتیب این کتاب و تبویب این ابواب گشت امید بکرم واهب الجود و مفیض الخیر و الجود است که قائل
و ناقل و سامع و جامع را در خلالِ این احوال و اثنای این اشتغال نشاطی تازه و مسرتی
بی اندازه کرامت گرداناد و هفوات زلات را بفیض کامل و لطف شامل در گذراناد و انه علی
ما یشاء قدیر و بالاجابة جدیر والله الموفق والمستعان والحمد لله رب العالمین وصلی الله علی محمد
خاتم النبیین وعترته الطاهرین ثم

وهو من نتائج طبعه اللطیف فی القصائد فی مدح خواجه محمد

ز دلبری نتوان لاف زد بآسانی | هزار نکته درین کار هست تا دانی
بجز شکر دهنی مایهاست خوبی را | بخاتمی نتوان زد دمِ سلیمانی

هزار سلطنت دلبری بدان نرسد　　که در دلی به هنر خویش را بگنجانی
چه گردها که برانگیختی ز هستی ما　　مباد خسته سمندت که تیز میرانی
بهمنشینی رندان سری فرود آور　　که گنجهاست درین بیسری و سامانی
بیار باده رنگین که صد حکایت خوش　　بگویم و بکنم رخنه در مسلمانی
بخاک پای صبوحی کشان که تا من مست　　بکوی میکده استاده‌ام بدربانی
بهیچ زاهد ظاهرپرست نگذشتم　　که زیر خرقه نه زنار داشت پنهانی
بیا و طرهٔ دلبند خویش خیره مکن　　که تا خدایش نگهدارد از پریشانی
مگیر چشم عنایت ز حال حافظ باز　　وگرنه حال بگویم بآصف ثانی
وزیر شاه نشان خواجهٔ زمین و زمان　　که خرم است باو حال انسی و جانی
قوام دولت و دنیا محمد ابن علی　　که میدرخشدش از چهره نور یزدانی
زهی حمیده خصالی که گاه فکر صواب　　ترا رسد که کنی دعوی سلیمانی
طراز دولت باقی ترا همی زیبد　　که همتت نبرد نام عالم فانی
اگرنه گنج عطای تو دستگیر شود　　همه بسیط زمین رو نهد بویرانی
توئی که صورت جسم ترا هیولا نیست　　چو جوهر ملکی در لباس انسانی
کدام پایهٔ تعظیم نصب شاید کرد　　که در ممالک فطرت نه برتر از آنی
درون خلوت کروبیان عالم قدس　　صریر کلک تو باشد سماع روحانی
سوانح کرمت را چگونه شرح دهم　　تبارک الله ازان کارساز روحانی
صواعق سخطت را نمیتوانم گفت　　نعوذ بالله ازان فتنهای طوفانی
کنون که شاهد گل را بجلوه‌گاه چمن　　بجز نسیم صبا نیست همدم جانی

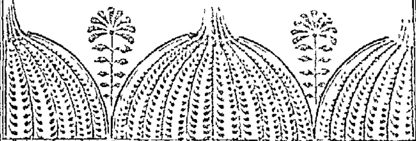
شقایق از پی سلطانِ گل بسازد باز — بباد پاے صبا لالهاے نعمانی
بدان رسید ز سعی نسیم باد بهار — که لاف میزند از روح و راحِ ریحانی
سحر گهم چه خوش آمد که بلبلے گلبانگ — بغنچه میزد و میگفت از سخندانی
که تنگدل چه نشینی ز پرده بیرون آے — که در خم است شرابے چو لعلِ رمانی
مکن که می نخوری بی جمالِ گل یکماه — که باز ماهِ دگر مے خوری پشیمانی
جفا نه شیوهٔ دین پروری بود حاشا — همه کرامت و لطف است شرعِ یزدانی
بشکرِ تهمتِ تکفیر کز میان برخاست — بکوش کز گل و مُل داد عیشِ بستانی
رموزِ سرِّ انا الحق چه داند آن غافل — که منجذب نشد از جذبهاے سبحانی
طرب سرای وزیر است ساقیا مگذار — که غیرِ جامِ مے آنجا کند گران جانی
درونِ پردهٔ گل غنچه بین که می سازد — ز بهرِ دیدهٔ خصمِ تو لعلِ پیکانی
تو بودی آن دمِ صبحِ امید کز سرِ مهر — بر آمدی و سر آمد شبانِ ظلمانی
شنیده ام که ز من یاد میکنی گه گه — ولی به مجلسِ خاصِ خودم نمیخوانی
ز حافظانِ جهان کس چو بنده جمع نکرد — لطایفِ حکمی با کتابِ قرآنی
هزار سال بقا بخشدت مدایحِ من — چنین متاعِ نفیسے بجوی تو ارزانی
سخن دراز کشیدم ولے امیدم هست — که ذیلِ عفو بدین ماجرا بپوشانی
همیشه تا به بهاران صبا بصفحهٔ باغ — هزار نقش نگارد ز خطِ ریحانی
بباغِ ملک ز شاخِ امل بعمرِ دراز — شگفته باد گلِ دولتت بآسانی

تمّت

اِنَّ رَحمَتَ اللّٰہِ قَرِیبٌ مِّنَ المُحسِنِین



درمطبع نامی کانپور چاپ شده



بسم الله الرحمن الرحیم

الا یا ایها الساقی ادر کاسا وناولها | که عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلها
ببوی نافه کاخر صبا زان طره بگشاید | ز تاب جعد مشکینش چه خون افتاد در دلها
بمی سجاده رنگین کن گرت پیر مغان گوید | که سالک بیخبر نبود ز راه و رسم منزلها
مرا در منزل جانان چه امن و عیش چون هر دم | جرس فریاد میدارد که بربندید محملها
شب تاریک و بیم موج و گردابی چنین هایل | کجا دانند حال ما سبکباران ساحلها
همه کارم ز خود کامی به بدنامی کشید آخر | نهان کی ماند آن رازی کزو سازند محفلها

حضوری گر همی خواهی ازو غایب مشو حافظ
متی ما تلق من تهوی دع الدنیا و اهملها

ای فروغ ماه حسن از روی رخشان شما | آبروی خوبی از چاه زنخدان شما

عزم دیدار تو دارد جان بر لب آمده — بازگردد یا برآید چیست فرمان شما
کی دهد دست این غرض یا رب که همدستان شوند — خاطر مجموع ما زلف پریشان شما
کس بدور نرگست طرفی نبست از عافیت — به که نفروشند مستوری بمستان شما
بخت خواب آلود ما بیدار خواهد شد مگر — زانکه زد بر دیده آبی روی رخشان شما
با صبا همراه بفرست از رخت گلدسته‌ئی — بو که بوئی بشنویم از خاک بستان شما
دل خرابی میکند دلدار را آگه کنید — زینهار ای دوستان جان من و جان شما
عمرتان باد و مراد ای ساقیان بزم جم — گرچه جام ما نشد پر می بدوران شما
ای صبا با ساکنان شهر یزد از ما بگو — کای سر حق ناشناسان گوی میدان شما
گرچه دوریم از بساط قرب همت دور نیست — بندهٔ شاه شمائیم و ثناخوان شما
در دارا زخاک و خون دامن چو بر ما بگذری — کاندرین ره کشته بسیارند قربان شما
ای شهنشاه بلند اختر خدا را همتی — تا ببوسم همچو گردون خاک ایوان شما

میکند حافظ دعائی بشنو آمینی بگو — روزی ما باد لعل شکرافشان شما

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را — دردا که راز پنهان خواهد شد آشکارا
ده روزه مهر گردون افسانه است و افسون — نیکی بجای یاران فرصت شمار یارا

کشتی شکستگانیم ای باد شرطه برخیز — باشد که باز بینیم آن یار آشنا را

در حلقهٔ گل و مل خوش خواند دوش بلبل — هات الصبوح هبوا یا ایها السکارا

ای صاحب کرامت شکرانهٔ سلامت — روزی تفقدی کن درویش بینوا را

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرفست — با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

در کوی نیکنامی ما را گذر ندادند — گر تو نمی‌پسندی تغییر کن قضا را

آئینهٔ سکندر جام جمست بنگر — تا بر تو عرضه دارد احوال ملک دارا

سرکش مشو که چون شمع از غیرتت بسوزد — دلبر که در کف او موم است سنگ خارا

گر مطرب حریفان این پارسی بخواند — در رقص حالت آرد پیران پارسا را

آن تلخوش که صوفی ام الخبائثش خواند — اشهی لنا و احلی من قبلة العذارا

هنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی — کاین کیمیای هستی قارون کند گدا را

خوبان پارسی گو بخشندگان عمرند — ساقی بده بشارت پیران پارسا را

حافظ بخود نپوشید این خرقهٔ می آلود
ای شیخ پاکدامن معذور دار ما را

ساقی بنور باده برافروز جام ما — مطرب بگو که کار جهان شد بکام ما

ما در پیاله عکس رخ یار دیده ایم — ای بیخبر ز لذت شرب مدام ما

چندان بود کرشمه و نازِ سهی قدان — کاید بجلوه سروِ صنوبر خرامِ ما

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق — ثبت ست بر جریدهٔ عالم دوامِ ما

مستی بچشمِ شاهدِ دلبندِ ما خوش ست — زان رو سپرده اند بمستی زمامِ ما

ترسم که صرفه نبرد روزِ بازخواست — نانِ حلالِ شیخ ز آبِ حرامِ ما

ای باد اگر بگلشنِ احباب بگذری — زنهار عرضه ده بر جانان پیامِ ما

گو نامِ ما ز یاد بعمدا چه میبری — خود آید آنکه یاد نیاری ز نامِ ما

بگرفت همچو لاله دلم در هوای سرو — ای مرغِ بخت کی شوی آخر تو رامِ ما

دریای اخضرِ فلک و کشتیِ هلال — هستند غرقِ نعمتِ حاجی قوامِ ما

حافظ ز دیده دانهٔ اشکی همی فشان
باشد که مرغِ وصل کند قصدِ دامِ ما

صلاحِ کار کجا و منِ خراب کجا — ببین تفاوتِ ره از کجاست تا بکجا

چه نسبت ست برندی صلاح و تقوی را — سماعِ وعظ کجا نغمهٔ رباب کجا

دلم ز صومعه بگرفت و خرقهٔ سالوس — کجاست دیرِ مغان و شرابِ ناب کجا

بشد زیاد خوشش یاد روزگارِ وصال — خود آن کرشمه کجا رفت و آن عتاب کجا

ز روی دوست دلِ دشمنان چه دریابد — چراغِ مرده کجا شمعِ آفتاب کجا

ببین بسیب زنخدان که چاه در راهست — کجا همیروی ای دل بدین شتاب کجا
چو کحل بینش ما خاک آستان شماست — کجا رویم بفرما ازین جناب کجا
قرار و خواب ز حافظ طمع مدار ای دوست — قرار چیست صبوری کدام و خواب کجا

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را — بخال هندوش بخشم سمرقند و بخارا را
بده ساقی می باقی که در جنت نخواهی یافت — کنار آب رکناباد و گلگشت مصلی را
فغان کین لولیان شوخ شیرین کار شهرآشوب — چنان بردند صبر از دل که ترکان خوان یغما را
ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنیست — بآب و رنگ و خال و خط چه حاجت روی زیبا را
من از آن حسن روزافزون که یوسف داشت دانستم — که عشق از پرده عصمت برون آرد زلیخا را
حدیث از مطرب و می گو و راز دهر کمتر جو — که کس نگشود و نگشاید بحکمت این معما را
نصیحت گوش کن جانا که از جان دوستتر دارند — جوانان سعادتمند پند پیر دانا را
بدم گفتی و خرسندم عفاک الله نکو گفتی — جواب تلخ می‌زیبد لب لعل شکرخا را
غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ — که بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

دوش از مسجد سوی میخانه آمد پیر ما — چیست یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما

در خرابات مغان ما نیز هم منزل شویم — کاینچنین رفتست در عهد ازل تدبیر ما

ما مریدان روی سوی کعبه چون آریم چون — رو بسوی خانهٔ خمار دارد پیر ما

عقل اگر داند که دل در بند زلفت چون خوشست — عاقلان دیوانه گردند از پی زنجیر ما

روی خوبت آیتی از لطف بر ما کشف کرد — زان سبب جز لطف و خوبی نیست در تفسیر ما

با دل سنگینت آیا هیچ درگیرد شبی — آه آتشبار و سوز نالهٔ شبگیر ما

مرغ دل را صید جمعیت بدام افتاده بود — زلف بگشادی و باز از دست شد نخجیر ما

باد بر زلف تو آمد شد جهان بر من سیاه — نیست از سودای زلفت بیش ازین توفیر ما

تیر آه ما ز گردون بگذرد جان عزیز — رحم کن بر جان خود پرهیز کن از تیر ما

بر در میخانه خواهم گشت چون حافظ مقیم
چون خراباتی شد ای یار طریقت پیر ما

شب ای مطرب که دل خوش باد وی را — شنیدم نالهٔ جانسوز نی را

چنان در جان من سوزش اثر کرد — که بی رقت ندیدم هیچ شی را

حریفی بد مرا ساقی که هردم — ز زلف و رخ نمودی شمس و دی را

چو شوقم دید در ساغر می افزود — بگفتم ساقی فرخنده پی را

ربائیدی مرا از شر هستی — چو بنمودی پیاپی جام می را

حماک الله عن بسر النوائب ‌ ‌ جزاک الله فی الدارین خیرا

چو بخود گشت حافظ کی شمارد
بیک جو ملکتِ کاوس و کے را

صوفی بیا که آئنه صافست جام را ‌ ‌ تا بنگری صفای مےِ لعل فام را
رازِ درونِ پرده ز رندانِ مست پرس ‌ ‌ کین حال نیست صوفیِ عالی مقام را
عنقا شکارِ کس نشود دام باز چین ‌ ‌ کانجا همیشه باد بدست ست دام را
من آن زمان طمع ببریدم ز عافیت ‌ ‌ کاین دل نهاد در کفِ عشقت زمام را
ما را بر آستانِ تو بس حقِ خدمت ست ‌ ‌ ای خواجه باز بین بترحم غلام را
در عیشِ نقد کوش که چون آبخور نماند ‌ ‌ آدم بهشت روضهٔ دار السلام را
در بزمِ دور یک دو قدح درکش و برو ‌ ‌ یعنی طمع مدار وصالِ دوام را
ای دل شباب رفت و نچیدی گلی ز عمر ‌ ‌ پیرانه سر مکن هنرِ ننگ و نام را

حافظ مریدِ جامِ جم ست ای صبا برو
وز بنده بندگی برسان شیخِ جام را

رونقِ عهدِ شباب ست دگر بستان را ‌ ‌ میرسد مژدهٔ گل بلبلِ خوش الحان را
ای صبا گر بجوانانِ چمن باز رسی ‌ ‌ خدمتِ ما برسان سرو و گل و ریحان را

ایکه بر مه کشی از عنبر سارا چوگان | مضطرب حال مگردان منِ سرگردان را
ترسم آن قوم که بر دردکشان میخندند | در سرِ کارِ خرابات کنند ایمان را
یارِ مردانِ خدا باش که در کشتیِ نوح | هست خاکے که بآبی نخرد طوفان را
برو از خانهٔ گردون بدر و نان مطلب | کین سیه کاسه در آخر بکشد مهمان را
گر چنین جلوه کند مغبچهٔ باده فروش | خاکروب درِ میخانه کنم مژگان را
نشوی واقفِ یک نکته ز اسرار وجود | گر تو سرگشته شوے دائرهٔ امکان را
هر کرا خوابگه آخر به دو مشتی خاکست | گو چه حاجت که بر افلاک کشی ایوان را
ماه کنعانیِ من مسندِ مصر آنِ تو شد | وقت آنست که بدرود کنی زندان را
در سرِ زلف ندانم که چه سودا داری | که بهم برزده گیسوی مشک افشان را
ملک آزادگی و کنج قناعت گنجیست | که بشمشیر میسر نشود سلطان را

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولے
دامِ تزویر مکن چون دگران قرآن را

بملازمانِ سلطان که رساند این دعا را | که بشکرِ پادشاهی ز نظر مران گدا را
چه قیامتست جانان که بعاشقان نمودی | رخِ همچو ماهِ تابان دلِ همچو سنگِ خارا را
ز رقیبِ دیو سیرت بخدائی پناهم | مگر آن شهابِ ثاقب مددی کند سها را

دلِ عالمی بسوزی چو عذار بر فروزی | تو ازین چه سود داری که نمیکنی مدارا
همه شب درین امیدم که نسیم صبحگاهی | به پیام آشنائی بنوازد آشنا را

بخدا که جرعهٔ ده تو به حافظ سحرخیز
که دعای صبحگاهی اثری کند شما را

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را | که سر بکوه و بیابان تو دادهٔ ما را
شکرفروش که عمرش دراز باد چرا | تفقدی نکند طوطی شکرخا را
غرور حسن اجازت مگر نداد ای گل | که پرسشی نکنی عندلیب شیدا را
بحسن خلق توان کرد صید اهل نظر | به بند و دام نگیرند مرغ دانا را
چو با حبیب نشینی و باده پیمائی | بیاد آر حریفان باده پیما را
ندانم از چه سبب رنگ آشنائی نیست | سهی قدان سیه چشم ماه سیما را
جز این قدر نتوان گفت در جمال تو عیب | که خال مهر و وفا نیست روی زیبا را

در آسمان چه عجب گر زگفتهٔ حافظ
سماع زهره برقص آورد مسیحا را

ساقیا برخیز و درده جام را | خاک بر سر کن غم ایام را

ساغرِ مے در کفم نہ تا ز بر | برکشم این دلقِ ازرق فام را
گرچہ بدنامیست نزدِ عاقلان | ما نمی خواہیم ننگ و نام را
بادہ دردہ چند ازین بادِ غرور | خاک بر سر نفسِ نافرجام را
دودِ آہ سینۂ سوزانِ من | سوخت این افسردگانِ خام را
محرمِ رازِ دلِ شیدای من | کس نمی بینم ز خاص و عام را
با دلارامی مرا خاطر خوش ست | کز دلم یکبارہ برد آرام را
ننگرد دیگر بسرو اندر چمن | ہر کہ دید آن سروِ سیم اندام را
از سرِ دنیا گذشتی غم مخور | خوش بخوریم خوشی ایام را

صبر کن حافظ بسختی روز و شب
عاقبت روزے بیابی کام را

ر تسیم تو دانی و دلِ غمخورِ ما | بختِ بد تا بکجا مے برد آبشخورِ ما
شا یدِ مژہ چون زلفِ تو در گیرم | قاصدی کز تو سلامے برساند برِ ما
عا آمدہ ام ہم بدعا دست برآر | کہ وفا با تو قرین باد و خدا یاورِ ما
ہہ خلقِ جہان بر من و تو حیف خورند | بگشند از ہمہ انصاف ستم داورِ ما
رت گر ہمہ عالم بسرم بخروشند | نتوان برد ہوائے تو برون از سرِ ما

فلک آواره بهر سو کند رم میدانی
رشک می آیدش از صحبت جان پرور ما

درد مندیم خبر میدهد از سوز درون
دهن خشک و لب تشنه و چشم تر ما

ما ز وصف رخ زیبای تو تا دم زده ایم
ورق گل خجلست از ورق دفتر ما

زود باشد که بیاید بسلامت یارم
ای خوش آن روز که آید بسلامت بر ما

هر که گوید که کجا رفت خدا را حافظ
گو بزاری سفری کرد و برفت از بر ما

لطف باشد گر نپوشی از گدا هاروت را
تا بکام دل نه بیند دیدهٔ هاروت را

همچو هاروتیم دائم در بلای عشق زار
کاشکی هرگز ندیدی دیدهٔ هاروت را

کی شدی هاروت در چاه زنخدانش اسیر
گر نگفتی شمهٔ از حسن او هاروت را

بوی گل برخاست گوئی ز چمن هاروت بو
بلبلان مستند گوئی دیده چون هاروت را

میکشم جور و جفاهایت ز هجران ای صنم
روی بنما تا به بیند حافظ هاروت را

تا جمالت عاشقان از دو وصل خود وصلا
جان و دل افتاده اند از زلف و خالت در بلا

انچه جان عاشقان از دست هجرت میکشد
کس ندیده در جهان جز کشتگان کربلا

ترک ما گر میکند رندی و مستی جان من
ترک مستوری و زهدت کرد باید اولا

بزم عیش و موسم شادی و هنگام طرب — پنج روز ایام عشرت را غنیمت دان دلا

حافظا گر پای بوس شاه دستت میدهد
یافتی در هر دو عالم زینت عز و علا

میدمد صبح و کله بست سحاب — الصبوح الصبوح یا اصحاب

میچکد ژاله بر رخ لاله — المدام المدام یا احباب

می وزد از چمن نسیم بهشت — خوش بنوشید دائما می ناب

تخت زرین زدست گل بچمن — راح چون لعل آتشین دریاب

لب و دندان تو حقوق نمک — داشت بر جان سینهای کباب

در میخانه بسته اند مگر — افتتح یا مفتح الابواب

در چنین موسم عجب باشد — که به بندند میکده بشتاب

زاهدا می بنوش رندانه — فاتقوا الله یا اولی الالباب

گر نشان زآب زندگی جوئی — می نوشین بجو بیانگ رباب

چون سکندر حیات اگر طلبی — لب لعل نگار را دریاب

بر رخ ساقی پری پیکر — موسم گل بنوش باده ناب

حافظا غم مخور که شاهد بخت — عاقبت بر کشد ز چهره نقاب

گفتم ای سلطان خوبان رحم کن بر این غریب
گفت در دنبال دل ره گم کند مسکین غریب

گفتمش بگذر زمانی گفت معذورم بدار
خانه‌پروردی چه تاب آرد غم چندین غریب

خفته بر سنجاب شاهی نازنینی را چه غم
گر ز خار و خاره سازد بستر و بالین غریب

ایکه در زنجیر زلفت جای چندین آشناست
خوش فتاد آن خال مشکین بر رخ مسکین غریب

بس غریب افتاده است آن مور خط گرد رخت
گرچه نبود در نگارستان خط مشکین غریب

می‌نماید عکس می در رنگ روی مهوشت
همچو برگ ارغوان بر صفحهٔ نسرین غریب

گفتم ای شام غریبان طرهٔ شبرنگ تو
در سحرگاهان حذر کن چون بنالد این غریب

بازگفتم ماه من آن عارض گلگون مپوش
ورنه خواهی ساخت ما را خسته و مسکین غریب

گفت حافظ آشنایان در مقام حیرتند
دور نبود گر نشیند خسته و مسکین غریب

آفتاب از روی او شد در حجاب
سایه را باشد حجاب از آفتاب

دست ماه و مهر بر بندد بحسن
ماه بی مهرم چو بر بندد نقاب

از خیالم باز نشناسد کسی
گر در آغوشش ببینم شب بخواب

شاهدان مستور و مستان بی شکیب
خانقه معمور درویشان خراب

خون دل در جام دیدم از سرشک
ابر در باد دادم از شراب

از برای باده می باید زدن — محتسب را حد بی حد و حساب

سوز مستان گر بداند محتسب — در دم از می شان نهد بر آتش آب

حافظا وعظ و نصیحت گو مکن
ترک ترکان خطا نبود صواب

تعالی الله چه دولت دارم امشب — که آمد ناگهان دلدارم امشب

چو دیدم روی خویشش سجده کردم — بحمد الله نکوکردارم امشب

نهال عیشم از وصلش بر آورد — ز بخت خویشتن برخوردارم امشب

کشد نقش انا الحق بر زمین خون — چو منصور ار کشی بر دارم امشب

برات لیلة القدری بدستم — رسید از طالع بیدارم امشب

بران عزمم که گر خود میرود سر — که سرپوش از طبق بر دارم امشب

تو صاحب نعمتی من مستحقم — زکوة حسن ده بحق دارم امشب

همی ترسم که حافظ محو گردد
از این شوری که در سر دارم امشب

صبح دولت میدمد کو جام همچون آفتاب — فرصتی زین به کجا باشد بده جام شراب

خانه بی تشویش و ساقی یار و مطرب بذله گو — موسم عیش است و دور ساغر و عهد شباب

شاهد و ساقی بدست افشان و مطرب پای کوب / غمزهٔ ساقی ز چشم می پرستان برده خواب

خلوت خاص است و جای امن و نزهتگاه انس / این که می بینم به بیداریست یا رب یا بخواب

از خیال لطف مَی مشاطهٔ چالاک طبع / در ضمیر برگ گل خوش میکند پنهان گلاب

از پی تفریح طبع و زیور حسن طرب / خوش بود ترکیب زرین جام با لعل مذاب

تا شد آن مه مشتری دُرهای حافظ را بگوش
میرسد هر دم بگوش زهره گلبانگ رباب

ز باغ وصل تو یابد ریاض رضوان آب / ز تاب هجر تو دارد شرار دوزخ تاب

چو چشم من همه شب جویبار باغ بهشت / خیال نرگس مست تو بیند اندر خواب

بحسن عارض و قدت تو برده اند پناه / بهشت و طوبی و طوبی لهم و حسن مآب

بهار شرح جمال تو داده در هر فصل / بهشت ذکر جمیل تو کرده در هر باب

لب و دهان ترا ای بسا حقوق نمک / که هست بر جگر ریش و سینهای کباب

بسوخت این دل ما و بکام دل نرسید / مدام اگر برسیدی نریختی خوناب

گمان مبر که بدور تو عاشقان مستند / خبر نداری از احوال زاهدان خراب

مرا بدور لبت شد یقین که جوهر لعل / پدید میشود از آفتاب عالمتاب

مهل که عمر به بیهوده بگذرد حافظ / بکوش و حاصل عمر عزیز را دریاب

بیا که قصر امل سخت سست بنیاد است / بیار باده که بنیاد عمر بر باد است

غلام همت آنم که زیر چرخ کبود / ز هر چه رنگ تعلق پذیرد آزاد است

نصیحتی کنمت یاد گیر و در عمل آر / که این حدیث ز پیر طریقتم یاد است

مجو درستی عهد از جهان سست نهاد / که این عجوزه عروس هزار داماد است

چه گویمت که بمیخانه دوش مست خراب / سروش عالم غیبم چه مژده‌ها داد است

که ای بلند نظر شاهباز سدره نشین / نشیمن تو نه این کنج محنت آباد است

ترا ز کنگرهٔ عرش میزنند صفیر / ندانمت که درین دامگه چه افتاد است

غم جهان مخور و پند من مبر از یاد / که این لطیفهٔ نغزم ز رهروی یاد است

رضا بداده بده وز جبین گره بگشای / که بر من و تو در اختیار نگشاد است

نشان مهر و وفا نیست در تبسم گل / بنال بلبل مسکین که جای فریاد است

حسد چه می بری ای سست نظم بر حافظ
قبول خاطر و لطف سخن خداداد است

برو بکار خود ای واعظ این چه فریاد است / مرا فتاد دل از کف ترا چه افتاد است

بکام تا نرساند مرا لبش چون نای / نصیحت همه عالم بگوش من باد است

میان او که خدا آفریده است از هیچ / دقیقه‌ایست که هیچ آفریده نگشاد است

گدای کوی تو از هشت خلد مستغنیست — اسیر بند تو از هر دو عالم آزادست

اگرچه مستی عشقم خراب کرد ولی — اساس هستی من زان خراب آبادست

دلا منال ز بیداد و جور یار که یار — ترا نصیب همین کرده است و این دادست

برو فسانه مخوان و فسون مدم حافظ

کزین فسانه و افسون مرا بسی یادست

روزه یکسو شد و عید آمد و دلها برخاست — می بمیخانه بجوش آمد و میباید خواست

نوبت زهد فروشان گران جان بگذشت — وقت شادی و طرب کردن رندان بخاست

چه ملامت بود آنرا که چو ما باده خورد — این نه عیبست بر عاشق رند و نه خطاست

باده نوشی که درو هیچ ریائی نبود — بهتر از زهد فروشی که درو روی و ریاست

ما نه مردان ریاییم و حریفان نفاق — آنکه او عالم سرست بدین حال گواست

فرض ایزد بگذاریم و بکس بد نکنیم — وانچه گویند روا نیست نگوییم رواست

چه بود گر من و تو چند قدح باده خوریم — باده از خون رزانست نه از خون شماست

این نه عیبست کزین عیب خلل خواهد بود — ور بود عیب چه شد مردم بی عیب کجاست

حافظ از عشق خط و خال تو سرگردانست

همچو پرگار ولی نقطه دل پابرجاست

چو بشنوی سخنِ اهلِ دل مگو که خطاست — سخن شناس نهٔ دلبرا خطا اینجاست

سرم بدنیا و عقبیٰ فرو نمی آید — تبارک الله ازین فتنها که در سرِ ماست

در اندرونِ منِ خسته دل ندانم کیست — که من خموشم و او در فغان و در غوغاست

دلم ز پرده برون شد کجائی ای مطرب — بنال هان که ازین پرده کارِ ما بنواست

مرا بکارِ جهان هرگز التفات نبود — رخِ تو در نظرِ من چنین خوشش آراست

نخفته ام بخیالے که می پزم شبها — خمارِ صد شبه دارم شرابخانه کجاست

چنین که صومعه آلوده شد بخونِ دلم — گرم بباده بشوئید حق بدستِ شماست

ازان بدیرِ مغانم عزیز میدارند — که آتشی که نمیرد همیشه در دلِ ماست

چه ساز بود که بنواخت مطربِ عشاق — که رفت عمر و هنوزم دماغ پُر ز صداست

خمارِ عشقِ تو دیشب در اندرونم بود — کجاست وقتِ عبادت چه وقت جای دعاست

ندای عشقِ تو دوشم در اندرون دادند
فضای سینهٔ حافظ هنوز پُر ز صداست

روضهٔ خلدِ برین خلوتِ درویشانست — مایهٔ محتشمی خدمتِ درویشانست

کنجِ عزلت که طلسماتِ عجائب دارد — فتحِ آن در نظرِ همتِ درویشانست

قصرِ فردوس که رضوانش بدربانی رفت — منظری از چمنِ نزهتِ درویشانست

آنچه زر میشود از پرتو آن قلب سیاه — کیمیائیست که در صحبت درویشانست

وانکه پیشش بنهد تاج تکبر خورشید — کبریائیست که در حشمت درویشانست

دولتی را که نباشد غم از آسیب زوال — بی تکلف بشنو دولت درویشانست

خسروان قبلهٔ حاجات جهان اند ولی — از ازل تا بابد فرصت درویشانست

روی مقصود که شاهان جهان مطلبند — مظهرش آینهٔ طلعت درویشانست

ای توانگر مفروش اینهمه نخوت که ترا — سروری در کنف همت درویشانست

گنج قارون که فرو میرود از قهر هنوز — خوانده باشی تو که از غیرت درویشانست

بندهٔ آصف عهدم که در سلطنتش — صورت خواجگی و سیرت درویشانست

حافظ اینجا بادب باش که سلطان و ملک
همه در بندگی حضرت درویشانست

مطلب طاعت و پیمان درست از من مست — که به پیمانه کشی شهره شدم روز الست

من همان دم که وضو ساختم از چشمهٔ عشق — چار تکبیر زدم یکسره بر هر چه که هست

می بده تا دهمت آگهی از سر قضا — که بروی که شدم عاشق و بر بوی که مست

کمر کوه کمست از کمر مور اینجا — ناامید از در رحمت مشو ای باده پرست

جان فدای دهنت باد که در باغ نظر — چمن آرای جهان خوشتر ازین غنچه نبست

بجز آن نرگس مستانه که چشمش مرساد — زیر این طارم فیروزه کسی خوش ننشست

حافظ از دولت عشق تو سلیمانی یافت
یعنی از وصل تواش نیست بجز باد بدست

سر ارادت ما و آستان حضرت دوست — که هر چه بر سر ما میرود ارادت اوست
نظیر دوست ندیدم اگر چه از مه و مهر — نهادم آینه‌ها در مقابل رخ دوست
نثار روی تو هر برگ گل که در چمن است — فدای قد تو هر سروبن که بر لب جوست
مگر تو شانه زدی زلف عنبرافشان را — که باد غالیه سا گشت و خاک عنبربوست
رخ تو در نظر آمد مراد خواهم یافت — چرا که حال نکو در قفای فال نکوست
صبا ز حال دل تنگ ما چه شرح دهد — که چون شکنج ورقهای غنچه تو بر توست
ز من سبوکش این دیر زهد سوزم و بس — بسا سری که درین آستانه سنگ و سبوست
زبان ناطقه در وصف حسن او لال است — چه جای کلک بریده زبان بیهده گوست

نه این زمان دل حافظ در آتش طلب است
که داغدار ازل همچو لاله خودروست

دل سراپرده محبت اوست — دیده آیینه‌دار طلعت اوست
من که سر در نیاورم بدو کون — گردنم زیر بار منت اوست

تو و طوبی و ما و قامت یار
فکر هر کس بقدر همت اوست

دور مجنون گذشت و نوبت ماست
هر کسی پنج روزه نوبت اوست

من که باشم دران حرم که صبا
پرده دار حریم حرمت اوست

ملکت عاشقی و گنج طرب
هرچه دارم ز یمن همت اوست

من و دل گر فدا شویم چه باک
غرض اندر میان سلامت اوست

بی خیالش مباد منظر چشم
زانکه این گوشه خاص دولت اوست

گر من آلوده دامنم چه عجب
همه عالم گواه عصمت اوست

هر گل نو که شد چمن آرای
اثر رنگ و بوی صحبت اوست

فقر ظاهر مبین که حافظ را
سینه گنجینهٔ محبت اوست

آن سیه چرده که شیرینی عالم با اوست
چشم میگون لب خندان دل خرم با اوست

گرچه شیرین دهنان پادشهانند ولی
او سلیمان زمانست که خاتم با اوست

روی خوبست و کمال هنر و دامن پاک
لاجرم همت پاکان دو عالم با اوست

خال مشکین که بران عارض گندمگونست
سر آن دانه که شد رهزن آدم با اوست

دلبرم عزم سفر کرد خدا را یاران
چه کنم با دل مجروح که مرهم با اوست

باکه این نکته توان گفت که آن سنگین دل — کشت ما را و دم عیسی مریم با اوست

حافظ از معتقدانست گرامی دارش
زانکه بخشایش بس روح مکرم با اوست

دارم امید عاطفتی از جناب دوست — کردم جنایتی و امیدم بعفو اوست

دانم که بگذرد ز سر جرم من که او — گر چه پریوش است ولیکن فرشته خوست

بی گفتگوی زلف تو دل را همی کشد — با روی دلکش تو که را روی گفتگوست

عمریست تا ز زلف تو بویی شنیده‌ام — زان بوی در مشام دل ما هنوز بوست

هیهات آن دهان که ندیدیم ازو نشان — موییست آن میان و ندانم که آن چه موست

دارم عجب ز نقش خیالش که چون نرفت — از دیده ام که دمبدمش کار شست و شوست

چندان گریستیم که هر کس که بر گذشت — در دیده ام چو دید روان گفت اینچه جوست

ما سر چو گوی بر سر کوی تو باختیم — واقف نشد کسیکه چه گویست و اینچه کوست

حافظ بدست حال پریشان تو ولے
بر یاد زلف یار پریشانیت نکوست

آن شب قدری که گویند اهل خلوت امشبست — یا رب این تاثیر دولت از کدامی کوکبست

تا بگیسوی تو دست ناسزایان کم رسد — هر دلی در حلقهٔ در ذکر یارب یاربست

تشنهٔ چاهِ زنخدانِ توام کز هر طرف
صد هزارش گردنِ جان زیرِ طوقِ غبغب است

آبِ خوی بر عارضش بین کافتابِ گرم رو
در هوای آن عرق تا هست هر روزش تب است

اندران موکب که بر پشتِ صبا بندند زین
با سلیمان چون برانم من که مورم مرکب است

شهسوارِ من که مه آئینه دارِ روی اوست
تاجِ خورشیدِ بلندش خاکِ نعلِ مرکب است

آبِ حیوانش ز منقارِ بلاغت میچکد
زاغِ کلکِ من بنامِ ایزد چه عالی مشرب است

من نخواهم کرد ترکِ لعلِ یار و جامِ می
زاهدان معذور داریدم که اینم مذهب است

آنکه ناوک بر دلم از زیرِ چشمی میزند
قوتِ جانِ حافظش در خندهٔ زیرِ لب است

سینه ام ز آتشِ دل در غمِ جانانه بسوخت
آتشی بود درین خانه که کاشانه بسوخت

تنم از واسطهٔ دوریِ دلبر بگداخت
جانم از آتشِ مهرِ رخِ جانانه بسوخت

هر که زنجیرِ سرِ زلفِ پریروی تو دید
شد پریشان دلش و بر منِ دیوانه بسوخت

سوزِ دل بین که ز بس آتشِ اشکم دلِ شمع
دوش بر من ز سرِ مهر چو پروانه بسوخت

چون پیاله دلم از توبه که کردم بشکست
چون صراحی جگرم بی می و پیمانه بسوخت

ماجرا کم کن و باز آ که مرا مردمِ چشم
خرقه از سر بدرآورد و بشکرانه بسوخت

آشنائی نه غریب ست که دلسوزِ منست
چون من از خویش برفتم دلِ بیگانه بسوخت

خرقهٔ زهد مرا آب خرابات ببرد — خانهٔ عقل مرا آتش خمخانه بسوخت

ترک افسانه بگو حافظ و می نوش دمی
که نخفتیم شب و شمع بافسانه بسوخت

زاهد ظاهرپرست از حال ما آگاه نیست — در حق ما هرچه گوید جای هیچ اکراه نیست

در طریقت هرچه پیش سالک آید خیر اوست — در صراط المستقیم ای دل کسی گمراه نیست

تا چه بازی رخ نماید بیدقی خواهیم راند — عرصهٔ شطرنج رندان را مجال شاه نیست

این چه استغناست یارب وین چه داور حاکم است — کاین همه زخم نهان هست و مجال آه نیست

چیست این سقف بلند سادهٔ بسیار نقش — زین معما هیچ دانا در جهان آگاه نیست

صاحب دیوان ما گویا نمیداند حساب — کاندرین طغرا نشان حسبة لله نیست

هرکه خواهد گو بیا و هرکه خواهد گو برو — گیر و دار و حاجب و دربان درین درگاه نیست

هرچه هست از قامت ناساز بی اندام ماست — ورنه تشریف تو بر بالای کس کوتاه نیست

بر در میخانه رفتن کار یکرنگان بود — خودفروشان را بکوی میفروشان راه نیست

بندهٔ پیر خراباتم که لطفش دائم است — ورنه لطف شیخ و زاهد گاه هست و گاه نیست

حافظ ار بر صدر ننشیند ز عالی همتی ست
عاشق دردی کش اندر بند مال و جاه نیست

ای پیک نامور که رسید از دیار دوست — آوردی حرز جان ز خط مشکبار دوست

خوش میدهد نشان جلال و جمال یار — خوش میکند حکایت عز و وقار دوست

جان دادمش بمژده و خجلت همی برم — زین نقد کم عیار که کردم نثار دوست

سیر سپهر و دور قمر را چه اختیار — در گردشند بر حسب اختیار دوست

شکر خدا که از مدد بخت کارساز — بر حسب مدعاست همه کار و بار دوست

گر باد فتنه هر دو جهان را بهم زند — ما و چراغ چشم و ره انتظار دوست

کحل الجواهری بمن آر ای نسیم صبح — زان خاک نیکبخت که شد رهگذار دوست

ماییم و آستانهٔ عشق و سر نیاز — تا خواب خوش کرا برد اندر کنار دوست

دشمن بقصد حافظ اگر دم زند چه باک
منت خدای را که نیم شرمسار دوست

زلفت هزار دل بیکی تار مو ببست — راه هزار چاره گر از چار سو ببست

تا عاشقان ببوی نسیمش دهند جان — بگشود نافه و در هر آرزو ببست

شیدا ازان شدم که نگارم چو ماه نو — ابرو نمود و جلوه گری کرد و رو ببست

ساقی بچند رنگ می اندر پیاله ریخت — این نقشها نگر که چه خوش در کدو ببست

یارب چه سحر کرد صراحی که خون خم — با نعرهای قلقلش اندر گلو ببست

دانا چو دید بازی این چرخ حقه باز — هنگامه باز چید و در گفتگو ببست

مطرب چه نغمه ساخت که در پردهٔ سماع — بر اهل وجد و حال در های و هو ببست

حافظ هر آنکه عشق نورزید و وصل خواست
احرام طوف کعبهٔ دل بی وضو ببست

مرحبا ای پیک مشتاقان بده پیغام دوست — تا کنم جان از سر رغبت فدای نام دوست

واله و شیداست دائم همچو بلبل در قفس — طوطی طبعم ز شوق شکر و بادام دوست

زلف او دام است و خالش دانهٔ آن دام و من — بر امید دانه افتادم اندر دام دوست

سر ز مستی برنگیرد تا به صبح روز حشر — هر که چون من در ازل یک جرعه خورد از جام دوست

من نوشتم نامه از شرح حال خود ولی — درد سر باشد نمودن بیش ازین ابرام دوست

میل من سوی وصال و قصد او سوی فراق — ترک کام خود گرفتم تا برآید کام دوست

گر دهد دستم کشم در دیده همچون توتیا — خاک راهی کان مشرف گردد از اقدام دوست

حافظ اندر درد او میسوز و بی درمان بساز
زانکه درمانی ندارد درد بی آرام دوست

آن ترک پریچهره که دوش از بر ما رفت — آیا چه خطا دید که از راه خطا رفت

تا رفت مرا از نظر آن چشم جهان بین — کس واقف ما نیست که از دیده چها رفت

بر شمع نرفت از گذر آتش دل دوش
آن دود که از سوز جگر بر سر ما رفت

دور از رخ تو دم بدم از گوشه چشمم
سیلاب سرشک آمد و طوفان بلا رفت

از پای فتادیم چو آمد شب هجران
در درد بماندیم چو از دست دوا رفت

دل گفت وصالش به دعا باز توان یافت
عمریست که عمرم همه در کار دعا رفت

احرام چه بندیم که آن قبله نه اینجاست
در سعی چه کوشیم که از مروه صفا رفت

دی گفت طبیب از سر حسرت چو مرا دید
هیهات که رنج تو ز قانون شفا رفت

ای دوست به پرسیدن حافظ قدمی نه
زان پیش که گویند که از دار فنا رفت

منم که گوشه میخانه خانقاه منست
دعای پیر مغان ورد صبحگاه منست

گرم ترانه چنگ و صبوح نیست چه باک
نوای من بسحر آه عذرخواه منست

ز پادشاه و گدا فارغم بحمدالله
گدای خاک در دوست پادشاه منست

غرض ز مسجد و میخانه ام وصال شماست
جز این خیال ندارم خدا گواه منست

مرا گدای تو بودن ز سلطنت خوشتر
که ذل جور و جفای تو عز و جاه منست

مگر به تیغ اجل خیمه برکنم ورنه
رمیدن از در دولت نه رسم و راه منست

از آن زمان که بر آن آستان نهادم روی
فراز مسند خورشید تکیه گاه منست

گناه اگرچه نبود اختیار ما حافظ
تو در طریق ادب کوش وگو گناه من ست

لعل سیراب بخون تشنه لب یار من ست — از پی دیدن او دادن جان کار من ست
شرم ازان چشم سیه بادش و مژگان دراز — هر که دل بردن او دید در انکار من ست
ساربان رخت بدروازه مبر کان سر کوه — شاهراهیست که منزلگه دلدار من ست
بنده طالع خویشم که درین قحط وفا — عشق آن لولی سرمست خریدار من ست
طبله عطر گل و درج عبیر افشانش — فیض یک شمه ز بوی خوش عطار من ست
باغبان همچو نسیم ز در خویش مران — کاب گلزار تو از اشک چو گلنار من ست
شربت قند وگلاب از لب یارم فرمود — نرگس او که طبیب دل بیمار من ست

آنکه در طرز غزل نکته به حافظ آموخت
یار شیرین سخن نادره گفتار من ست

روزگاریست که سودای بتان دین من ست — غم این کار نشاط دل غمگین من ست
دیدن روی ترا دیده جان بین باید — وین کجا مرتبه چشم جهان بین من ست
تا مرا عشق تو تعلیم سخن گفتن کرد — خلق را ورد زبان مدحت و تحسین من ست
دولت فقر خدایا بمن ارزانی دار — کین کرامت سبب حشمت و تمکین من ست

واعظ شحنه شناس این عظمت گو مفروش | زانکه منزلگه سلطان دل مسکین من است

یارب این کعبه مقصود تماشاگه کیست | که مغیلان طریقش گل و نسرین من است

یار ما باش که زیب فلک و زینت دهر | از مه روی تو و اشک چو پروین من است

حافظ از حشمت پرویز دگر قصه مخوان | که لبش جرعه کش خسرو شیرین من است

ای شاهد قدسی که کشد بند نقابت | وی مرغ بهشتی که دهد دانه و آبت

خوابم بشد از دیده درین فکر جگرسوز | کاغوش که شد منزل آسایش و خوابت

درویش نمی پرسی و ترسم که نباشد | اندیشه آمرزش و پروای ثوابت

راه دل عشاق زد آن چشم خماری | پیداست ازین شیوه که مست است شرابت

تیری که زدی بر دلم از غمزه خطا رفت | تا باز چه اندیشه کند رای صوابت

هر ناله و فریاد که کردم نشنیدی | پیداست نگارا که بلندست جنابت

ای قصر دل افروز که منزلگه انسی | یارب مکناد آفت ایام خرابت

دورست سر آب درین بادیه هشدار | تا غول بیابان نفریبد بسرابت

تا در ره پیری بچه آئین روی ای دل | باری بغلط صرف شد ایام شبابت

حافظ نه غلامیست که از خواجه گریزد | لطفی کن و بازآ که خرابم ز عتابت

باغ مرا چه حاجت سرو و صنوبر است — شمشاد سایه پرور من از که کمتر است

ای نازنین پسر تو چه مذهب گرفتهٔ — کت خون ما حلال‌تر از شیر مادر است

چون نقش غم ز دور ببینی شراب خواه — تشخیص کرده‌ایم و مداوا مقرر است

یک قصه بیش نیست غم عشق واین عجب — از هر کسی که می‌شنوم نامکرر است

از آستان پیر مغان سر چرا کشم — دولت درین سرا و گشایش درین در است

دی وعده داد وصلم و در سر شراب داشت — امروز تا چه گوید و بازش چه در سر است

ما آبروی فقر و قناعت نمی‌بریم — با پادشه بگوی که روزی مقدر است

شیراز و آب رکنی و آن باد خوش نسیم — عیبش مکن که خال رخ هفت کشور است

فرق است ز آب خضر که ظلمات جای اوست — تا آب ما که منبعش الله اکبر است

در کوی ما شکسته دلی میخرند و بس — بازار خودفروشی ازان سوی دیگر است

حافظ چه طرفه شاخ نباتیست کلک تو
کش میوه دلپذیرتر از شهد و شکر است

شگفته شد گل حمرا و گشت بلبل مست — صلای سرخوشی ای عاشقان باده پرست

اساس توبه که در محکمی چو سنگ نمود — ببین که جام زجاجی چگونه‌اش بشکست

بیار باده که در بارگاه استغنا — چه پاسبان و چه سلطان چه هوشیار و چه مست

ازین رباطِ دو در چون ضرورتست رحیل
رواق طاقِ معیشت چه سربلند و چه پست

مقامِ عیش میسر نمیشود بے رنج
بلی بحکمِ بلا بسته اند عهدِ الست

بهست و نیست مرنجان ضمیر و خوش میباش
که نیستست سرانجامِ هر کمال که هست

شکوهِ آصفی و اسپ باد و منطقِ طیر
بباد رفت و ازان خواجه هیچ طرف نه بست

ببال و پر مرو از ره که تیرِ پرتابی
هوا گرفت زمانی ولے بخاک نشست

زبانِ کلکِ تو حافظ چه شکر آن گوید
که تحفهٔ سخنش میبرند دست بدست

زلف آشفته و خوی کرده و خندان لب مست
پیرهن چاک و غزل خوان و صراحی در دست

نرگسش عربده جوی و لبش افسوس کنان
نیم شب مست ببالینِ من آمد بنشست

سر فرا گوشِ من آورد بآوازِ حزین
گفت کای عاشقِ شوریدهٔ من خوابت هست

عاشقی را که چنین بادهٔ شبگیر دهند
کافرِ عشق بود گر نبود باده پرست

برو ای زاهد و بر دردکشان خرده مگیر
که ندادند جز این تحفه بما روزِ الست

آنچه او ریخت به پیمانهٔ ما نوشیدیم
اگر از خمرِ بهشت است و گر از بادهٔ مست

خندهٔ جامِ مے و زلفِ گرهگیرِ نگار
ای بسا توبه که چون توبهٔ حافظ بشکست

خدا چو صورت ابروی دلگشای تو بست — گشاد کار من اندر کرشمهای تو بست

هزار سرو چمن را بخاک راه نشاند — زمانه تا قصب زرکش قبای تو بست

مرا و مرغ چمن را ز دل ببرد آرام — سحر گمان که دل هر دو در نوای تو بست

ز کار ما و دل غنچه بس گره بگشود — نسیم صبح چو دل در ره هوای تو بست

مرا به بند تو دوران چرخ راضی کرد — ولی چه سود که سررشته در رضای تو بست

چو نافه بر دل مسکین من گره مفکن — که عهد با سر زلف گره گشای تو بست

تو خود حیات دگر بودی ای نسیم وصال — خطا نگر که دل امید در وفای تو بست

هم از نسیم تو روزی کشایشی یابد — چو غنچه هر که دل خویش در هوای تو بست

ز دست جور تو گفتم ز شهر خواهم رفت
بخنده گفت برو حافظا که پای تو بست

ای هدهد صبا به سبا میفرستمت — بنگر که از کجا به کجا میفرستمت

حیف است طایری چو تو در خاکدان غم — زینجا بآشیان وفا میفرستمت

در راه عشق مرحلهٔ قرب و بعد نیست — می بینمت عیان و دعا میفرستمت

هر صبح و شام قافلهٔ از دعای خیر — در صحبت شمال و صبا میفرستمت

در روی خود تفرج صنع خدای کن — کائینهٔ خدای نما میفرستمت

تا لشکرِ غمت نکند ملکِ دل خراب
جانِ عزیز خود بفدا میفرستمت

هردم غمی فرست مرا دبگو بنان
کاین تحفه از برای خدا میفرستمت

ای غائب از نظر که شدی همنشینِ دل
میگویمت دعا و ثنا میفرستمت

تا مطربان ز شوقِ منت آگهی دهند
قول و غزل بساز و نوا میفرستمت

ساقی بیا که هاتفِ غیبم بمژده گفت
با درد صبر کن که دوا میفرستمت

حافظ سرود مجلسِ ما ذکرِ خیرِ تست
تعجیل کن که اسپ و قبا میفرستمت

ای غائب از نظر بخدا می سپارمت
جانم بسوختی و بدل دوست دارمت

تا دامنِ کفن نکشم زیر پای خاک
باور مکن که دست ز دامن بدارمت

گر بایدم شدن سوی هاروت بابلی
صدگونه ساحری بکنم تا بیارمت

محرابِ ابروان بنما تا سحرگهی
دست دعا بر آرم و در گردن آرمت

خواهم که پیش میرمت ای بیوفا طبیب
بیمار باز پرس که در انتظارمت

صد جوی آب بسته ام از دیده در کنار
بر بوی تخمِ مهر که در دل بکارمت

خونم بریز و از غمِ هجرم خلاص کن
منت پذیرِ غمزهٔ خنجر گذارمت

میگریم و مرادم ازین چشمِ اشکبار
تخمِ محبت ست که در دل بکارمت

گر دیده و دلم کند آهنگ دیگری	آتش زنم دران دل و دیده برآرمت
بازم ده از کرم بر خود تا بسوز دل	در پات دمبدم گهر از دیده بارمت

حافظ شراب و شاهد و رندی نه وضع توست
فی الجمله میکنی و فرو میگذارمت

بجان خواجه و حق قدیم و عهد درست	که مونس دم صبحم دعای دولت توست
سرشک من که ز طوفان نوح دست ببرد	ز لوح سینه نیارست نقش مهر تو شست
بکن معامله وین دل شکسته بخر	که با شکستگی ارزد بصد هزار درست
شدم ز عشق تو شیدای کوه و دشت و هنوز	نمیکنی بترحم نطاق سلسله سست
ملامتم بخرابی مکن که مرشد عشق	حوالتم بخرابات کرد روز نخست
دلا طمع مبر از لطف بی نهایت دوست	چو لاف عشق زدی سر بباز چابک و چست
زبان مور بر آصف دراز گشت ازان	که خواجه خاتم جم یاوه کرد و باز نجست
بصدق کوش که خورشید زاید از نفست	که از دروغ سیه روی گشت صبح نخست

مرنج حافظ و از دلبران وفا مجوی
گیاه باغ چه باشد چو این گیاه نرست

خلوت گزیده را بتماشا چه حاجت است	چون کوی دوست هست بصحرا چه حاجت است

جانا بحاجتی که ترا هست با خدای | آخر دمی بپرس که ما را چه حاجت است
ای بادشاه حسن خدا را بسوختیم | باری سؤال کن که گدا را چه حاجت است
ارباب حاجتیم و زبان سؤال نیست | در حضرت کریم تمنا چه حاجت است
جام جهان نماست ضمیر منیر دوست | اظهار احتیاج خود آنجا چه حاجت است
آن شد که بار منت ملاح بردمی | گوهر چو دست داد بدریا چه حاجت است
ای مدعی برو که مرا با تو کار نیست | احباب حاضرند باعدا چه حاجت است
محتاج جنگ نیست گرت قصد خون ماست | چون رخت از آن تست بیغما چه حاجت است
ای عاشق گدا چو لب روح‌بخش یار | میداندت وظیفه تقاضا چه حاجت است

حافظ تو ختم کن که هنر خود عیان شود
با مدعی نزاع و محاکا چه حاجت است

خوشتر ز عیش و صحبت و باغ و بهار چیست | ساقی کجاست گو سبب انتظار چیست
معنی آب زندگی و روضهٔ ارم | جز طرف جویبار و می خوشگوار چیست
هر وقت خوش که دست دهد مغتنم شمار | کس را وقوف نیست که انجام کار چیست
پیوند عمر بسته بموئیست هوش دار | غمخوار خویش باش غم روزگار چیست
راز درون پرده ز رندان مست پرس | ای مدعی نزاع تو با پرده دار چیست

مستور و مست هر دو چو از یک قبیله‌اند ‌ ‌ ‌ ما دل بعشوهٔ که دهیم اختیار چیست

سهو و خطای بنده گرش نیست اعتبار ‌ ‌ ‌ معنی عفو و رحمت پروردگار چیست

زاهد شراب کوثر و حافظ پیاله خواست ‌ ‌ ‌ تا در میانه خواستهٔ کردگار چیست

ماهم این هفته شد از شهر و بچشمم سالیست ‌ ‌ ‌ حال هجران تو چه دانی که چه مشکل حالیست

مردم دیده ز لطف رخ او در رخ او ‌ ‌ ‌ عکس خود دید و گمان کرد که مشکین خالیست

ایکه انگشت نمائی بکرم در همه شهر ‌ ‌ ‌ وه که در کار غریبان عجبت اهمالیست

میچکد شیر هنوز از لب همچون شکرش ‌ ‌ ‌ گرچه در عشوه گری هر مژه اش قتالیست

بعد از اینم نبود شائبه در جوهر فرد ‌ ‌ ‌ که دهان تو درین نکته خوش استدلالیست

مژده دادند که بر ما گذری خواهی کرد ‌ ‌ ‌ نیت خیر مگردان که مبارک فالیست

کوه اندوه فراقت بچه حیلت بکشد ‌ ‌ ‌ حافظ خسته که از ناله تنش چون نالیست

صحن بستان ذوق بخش و صحبت یاران خوش است ‌ ‌ ‌ وقت گل خوش باد کزوی وقت میخواران خوش است

از صبا هر دم مشام جان ما خوش میشود ‌ ‌ ‌ آری آری طیب انفاس هواداران خوش است

ناگشوده گل نقاب آهنگ رحلت ساز کرد ‌ ‌ ‌ ناله کن بلبل که گلبانگ دل افگاران خوش است

مرغ شبخوان را بشارت باد کاندر راه عشق — دوست را با نالهٔ شبهای بیداران خوش است

گرچه در بازار دهر از خوشدلی جز نام نیست — شیوهٔ رندی و خوش باشی عیاران خوش است

ز زبان سوسن این آوازه ام آمد بگوش — کاندرین دیر کهن کار سبکساران خوش است

حافظا ترک جهان گفتن طریق خوشدلیست — تا نپنداری که احوال جهانداران خوش است

در دیر مغان آمد یارم قدحی در دست — مست از می و میخواران از نرگس مستش مست

از نعل سمند او شکل مه نو پیدا — وز قد بلند او بالای صنوبر پست

آخر چه گویم هست از خود خبرم چون نیست — از بهر چه گویم نیست با او نظرم چون هست

چون شمع وجود من شب تا بسحر خود را — می سوخت چو پروانه تا روز ز تن برخاست

شمع دل دمسازان بنشست چو او برخاست — افغان نظربازان برخاست چو او بنشست

گر غالیه خوشبو شد در گیسوی او آویخت — ور وسمه کمانکش شد در ابروی او پیوست

باز آی که باز آید عمر شدهٔ حافظ — هر چند که ناید باز تیری که بشد از شست

گل در بر و می در کف و معشوقه بکام است — سلطان جهانم بچنین روز غلام است

گو شمع میارید درین بزم که امشب — در مجلس ما ماه رخ دوست تمام است

در مذهب ما باده حلال ست ولیکن — بی روی تو ای سرو گل اندام حرام ست

گوشم همه بر قول نی و نغمهٔ چنگ ست — چشمم همه بر لعل لب و گردش جام ست

در مجلس ما عطر میامیز که جان را — هر لحظه ز گیسوی تو خوشبوی مشام ست

از چاشنی قند مگو هیچ و ز شکر — زان رو که مرا از لب شیرین تو کام ست

تا گنج غمت در دل ویرانه مقیم ست — پیوسته مرا کنج خرابات مقام ست

از ننگ چه گوئی که مرا نام ز ننگ ست — وز نام چه پرسی که مرا ننگ ز نام ست

میخواره و سرگشته و رندیم و نظرباز — وانکس که چو ما نیست درین شهر کدام ست

با محتسبم عیب مگوئید که او نیز — پیوسته چو ما در طلب عیش مدام ست

حافظ منشین بی می و معشوقه زمانی
کایام گل و یاسمن و عید صیام ست

اگر بلطف بخوانی مزید الطاف ست — وگر بقهر برانی درون ما صاف ست

بیان وصف تو گفتن نه حد امکان ست — چرا که وصف تو بیرون ز حد اوصاف ست

چو سرو سرکشی اے یار سنگدل از ما — چه چشمهاست که بر روی ما ز اطراف ست

ز چشم عشق توان دید روی شاهد را — که نور چهرهٔ خوبان ز قاف تا قاف ست

ز مصحف رخ دلدار آیتی برخوان — که آن بیان مقامات کشف و کشاف ست

عدو که منطق حافظ طمع کند در شعر
همان حدیث همای و طریق خطاف است

ما را ز خیال تو چه پروای شراب است
خم گو سر خود گیر که خمخانه خراب است

گر خمر بهشت است بریزید که بے دوست
هر شربت عذبم که دهی عین عذاب است

افسوس که شد دلبر و در دیدهٔ گریان
تحریر خیال خط او نقش بر آب است

بیدار شو اے دیده که ایمن نتوان بود
زین سیل دمادم که درین منزل خواب است

معشوقه عیان میگذرد بر تو ولیکن
اغیار همی بیند از آن بسته نقاب است

گل بر رخ رنگین تو تا لطف عرق دید
در آتش رشک از غم دل غرق گلاب است

در بزم دل از روی تو صد شمع برافروخت
وین طرفه که بر روی تو صد گونه حجاب است

سبز است در و دشت بیا تا نگذاریم
دست از سر آبی که جهان جمله سراب است

در کنج دماغم مطلب جاے نصیحت
کاین حجره پر از زمزمهٔ چنگ و رباب است

راه تو چه راه است که از غایت تعظیم
دریای محیط فلکش همچو حباب است

بی روی دل آرای تو ای شمع دل افروز
دل رقص کنان بر سر آتش چو کباب است

حافظ چه شد ار عاشق و رند است و نظرباز
بس طور عجب لازم ایام شباب است

کنون که در کف گل جام بادهٔ صاف است — بصد هزار زبان بلبلش در اوصاف است

بخواه دفتر اشعار و رو بصحرا کن — چه وقت مدرسه و بحث کشف و کشاف است

فقیه مدرسه دی مست بود و فتوی داد — که می حرام ولی به ز مال اوقاف است

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش — که هر چه ساقی ما ریخت عین الطاف است

ببر ز خلق و ز عنقا قیاس کار بگیر — که صیت گوشه‌نشینان ز قاف تا قاف است

حدیث مدعیان و خیال همکاران — همان حکایت زردوز و بوریاباف است

خموش حافظ و این نکته‌های چون زر سرخ
نگاه دار که قلاب شهر صراف است

اگر چه باده فرح‌بخش و باد گل‌بیز است — ببانگ چنگ مخور می که محتسب تیز است

صراحیی و حریفی گرت بدست افتد — بعقل نوش که ایام فتنه‌انگیز است

در آستین مرقع پیاله پنهان کن — که همچو چشم صراحی زمانه خونریز است

ز رنگ باده بشوئید خرقها از اشک — که موسم ورع و روزگار پرهیز است

مجوی عیش خوش از دور واژگون سپهر — که صاف این سر خم جمله دردی‌آمیز است

سپهر برشده پرویزنیست خون‌افشان — که قطره‌اش سر کسری و تاج پرویز است

عراق و پارس گرفتی بشعر خود حافظ

بیا که نوبت بغداد و وقت تبریز است

یارب آن شمع شب افروز ز کاشانهٔ کیست — جان ما سوخت بپرسید که جانانهٔ کیست

حالیا خانه برانداز دل و دین منست — تا هم آغوش که می باشد و همخانهٔ کیست

بادهٔ لعل لبش کز لب ما دور مباد — راح روح که و پیمان ده پیمانهٔ کیست

دولت صحبت آن شمع سعادت پرتو — باز پرسید خدا را که به پروانهٔ کیست

میدهد هر کسش افسونی و معلوم نشد — که دل نازک او مائل افسانهٔ کیست

یارب آن شاه وش ماه رخ زهره جبین — دُر یکتای که و گوهر یکدانهٔ کیست

آن می لعل که ناخورده مرا کرد خراب — همنشین که و هم کاسه و پیمانهٔ کیست

گفتم آه از دل دیوانهٔ حافظ بی تو
زیر لب خنده زنان گفت که دیوانهٔ کیست

بنال بلبل اگر با منت سر یاریست — که ما دو عاشق زاریم و کار ما زاریست

در آن چمن که نسیمی وزد ز طرهٔ دوست — چه جای دم زدن نافهای تاتاریست

بیار باده که رنگین کنیم جامهٔ دلق — که مست جام غروریم و نام هشیاریست

نبسته اند در توبه حالیا برخیز — که توبه وقت گل از عاشقی ز بیکاریست

سحر کرشمهٔ وصلش بخواب میدیدم — زهی مراتب خوابی که به ز بیداریست

خیالِ زلفِ تو پختن نہ کارِ خامان ست
کہ زیرِ سلسلہ رفتن طریقِ عیاریست

لطیفہ ایست نہانی کہ عشق ازو خیزد
کہ نامِ آن نہ لبِ لعل و خطِ زنگاریست

جمالِ شخص نہ چشم ست و زلف و عارض و خال
ہزار نکتہ درین کار و بارِ دلداریست

بآستانِ تو مشکل توان رسید آری
عروج بر فلکِ سروری بدشواریست

رندگانِ طریقت بنیم جو نخرند
قبای اطلسِ آنکس کہ از ہنر عاریست

دلش بنالہ میازار و ختم کن حافظ
کہ رستگاریِ جاوید در کم آزاریست

اگرچہ عرضِ ہنر پیشِ یار بی ادبیست
زبان خموش ولیکن دہان پر از عربیست

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبیست

سبب مپرس کہ چرخ از چہ سفلہ پرور شد
کہ کام بخشیِ او را بہانہ بی سببیست

ازین چمن گلِ بیخار کس نچید آری
چراغِ مصطفوی با شرارِ بولہبیست

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از شام
ز خاکِ مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبیست

جمالِ دخترِ رز نورِ چشمِ ماست مگر
کہ در نقابِ زجاجی و پردۂ عنبیست

دوای دردِ خود اکنون ازان مفرح جوی
کہ در صراحیِ چینی و شیشۂ حلبیست

بنیم جو نخرم طاقِ خانقاہ و رباط
مرا کہ مصطبہ ایوان و پای خم طنبیست

هزار عقل و ادب داشتم من ای خواجه
کنون که مست خرابم صلاح بی ادبیست

بیار می که چو حافظ مدام استغفار
بگریهٔ سحری و نیاز نیم شبیست

عیب رندان مکن ای زاهد پاکیزه سرشت
که گناه دگری بر تو نخواهند نوشت

من اگر نیکم اگر بد تو برو خود را باش
هر کسی آن درود عاقبت کار که کشت

همه کس طالب یارند چه هشیار و چه مست
همه جا خانهٔ عشقست چه مسجد چه کنشت

سر تسلیم من و خاک در میکدها
مدعی گر نکند فهم سخن گو سر و خشت

ناامیدم مکن از سابقهٔ روز ازل
تو چه دانی که پس پرده که خوبست و که زشت

نه من از خانهٔ تقوی بدر افتادم و بس
پدرم نیز بهشت ابد از دست بهشت

بر عمل تکیه مکن خواجه که در روز ازل
تو چه دانی قلم صنع بنامت چه نوشت

گر نهادت همه اینست زهی پاک نهاد
ور سرشتت همه اینست زهی پاک سرشت

باغ فردوس لطیفست ولیکن زنهار
تو غنیمت شمر این سایهٔ بید و لب کشت

حافظا روز اجل گر بکف آری جامی
یکسر از کوی خرابات برندت به بهشت

جز آستان توام در جهان پناهی نیست
سر مرا بجز این در حواله گاهی نیست

عدو چو تیغ کشد من سپر بیندازم
که تیر ما بجز از ناله و آهی نیست

چرا ز کوی خرابات روی برتابم
کزین بهم بجهان هیچ رسم و راهی نیست

زمانه گر بزند آتشم بخرمن عمر
بگو بسوز که بر من ببرگ کاهی نیست

غلام نرگس جماش آن سهی سروم
که از شراب غرورش بکس نگاهی نیست

مباش در پی آزار و هر چه خواهی کن
که در شریعت ما غیر ازین گناهی نیست

عنان کشیده روای پادشاه کشور حسن
که نیست بر سر راهی که دادخواهی نیست

عقاب جور گشاده است بال در همه شهر
کمان گوشه‌نشینی و تیر آهی نیست

چنین که در همه سودای راه می‌بینم
به از حمایت زلف توام پناهی نیست

خزینهٔ دل حافظ بزلف و خال مده
که کارهای چنین حد هر سیاهی نیست

حال دل با تو گفتنم هوس ست
خبر دل شنفتنم هوس ست

طمع خام بین که قصهٔ فاش
از رقیبان نهفتنم هوس ست

شب قدری چنین عزیز و شریف
با تو تا روز خفتنم هوس ست

وه که دردانهٔ چنین نازک
در شب تار سفتنم هوس ست

ای صبا امشبم مدد فرمای
که سحرگه شکفتنم هوس ست

از برای شرف بنوکِ مژه   خاکِ راهِ تو رُفتنم هوس ست

همچو حافظ برغمِ مدعیان
شعرِ رندانه گفتنم هوس ست

حسنت باتفاق ملاحت جهان گرفت   آری باتفاق جهان میتوان گرفت

افشای راز خلوتیان خواست کرد شمع   شکرِ خدا که سرِ دلش در زبان گرفت

میخواست گل که دم زند از رنگ و بوی تو   از غیرتش صبا نفس اندر دهان گرفت

چون لاله کج نهاده کلاهِ طرب ز کبر   هر داغ دل که باده چون ارغوان گرفت

آن روز عشق ساغر می خرمنم بسوخت   کاتش ز عکسِ عارضِ ساقی در آن گرفت

آسوده بر کنار چو پرگار می شدم   دوران چو نقطه عاقبتم در میان گرفت

خواهم شدن بکوی مغان آستین فشان   زین فتنها که دامنِ آخر زمان گرفت

بر برگِ گل زخونِ شقائق نوشته اند   کانکس که پخته شد میِ چون ارغوان گرفت

می ده که هر که آخرِ کارِ جهان بدید   از غم سبک برآمد و رطلِ گران گرفت

می ده بجامِ جم که صباحِ صبوحیان   چون پادشه بتیغِ زرافشان جهان گرفت

فرصت نگر که فتنه چو در عالم اوفتاد   عارف بجام می زد و از غم کران گرفت

زین آتشِ نهفته که در سینهٔ من ست   خورشید شعله ایست که بر آسمان گرفت

حافظ چو آب لطف ز نظم تو میچکد
غیری چگونه نکته تواند بران گرفت

خیال روی تو در هر طریق همره ماست
نسیم موی تو پیوند جان آگه ماست

ببین که سیب زنخدان او چه میگوید
هزار یوسف مصری فتاده در چه ماست

برغم مدعیانی که منع عشق کنند
جمال چهرهٔ تو حجت موجه ماست

اگر بزلف دراز تو دست ما نرسد
گناه بخت پریشان و دست کوته ماست

بحاجب در خلوتسرای خاص بگو
فلان ز گوشه نشینان خاک درگه ماست

بصورت از نظر ما اگرچه محجوب ست
همیشه در نظر خاطر مرفه ماست

٦٠.

اگر چو سائلی حافظ درے زند بکشا
که سالهاست که مشتاق روی چون مه ماست

درین زمانه رفیقی که خالی از خلل ست
صراحی می ناب و سفینهٔ غزل ست

جریده رو که گذرگاه عافیت تنگ ست
پیاله گیر که عمر عزیز بی بدل ست

نه من ز بی عملی در جهان ملولم و بس
ملالت علما هم ز علم بی عمل ست

بچشم عقل ببین در جهان پر آشوب
جهان و کار جهان بی ثبات و بی محل ست

دلم امید فراوان بوصل روی تو داشت
ولی اجل بره عمر رهزن امل ست

زقسمتِ ازلی چهرهٔ سیه بختان
بشست و شوی نگردد سفید این مثل است

بگیر طرهٔ مه طلعتی وقصه مخوان
که سعد و نحس ز تاثیر زهره و زحل است

خلل پذیر بود هر بنا که می بینی
مگر بنای محبت که خالی از خلل است

بهیچ دور نخواهند یافت هشیارش
چنین که حافظِ ما مستِ بادهٔ ازل است

دل و دینم شد و دلبر بملامت برخاست
گفت با ما منشین کز تو سلامت برخاست

که شنیدی که درین بزم دمی خوش بنشست
که نه در آخرِ صحبت بندامت برخاست

شمع گر زان لب خندان بزبان لافی زد
پیشِ عشاق تو شبها بغرامت برخاست

در چمن باد بهاری زکنار گل و سرو
بهواداری آن عارض و قامت برخاست

مست بگذشتی و از خلوتیان ملکوت
بتماشای تو آشوبِ قیامت برخاست

پیش رفتار تو پا برنگرفت از خجلت
سرو سرکش که بنازِ قد و قامت برخاست

حافظ این خرقه بینداز مگر جان ببری
کاتش از خرمنِ سالوس و کرامت برخاست

روی تو کس ندید و هزارت رقیب هست
در غنچهٔ هنوز و صدت عندلیب هست

گر آمدم بکوی تو چندان غریب نیست
چون من درین دیار هزاران غریب هست

هرچند دورم از تو که دور از تو کس مباد
لیکن امید وصل توام عنقریبست

در عشق خانقاه و خرابات شرط نیست
هر جا که هست پرتو روی حبیبست

آن جا که کار صومعه را جلوه میدهند
ناقوس و دیر راهب و نام صلیبست

عاشق که شد که یار بحالش نظر نکرد
ای خواجه درد نیست وگرنه طبیبست

فریاد حافظ این همه آخر بهرزه نیست
هم قصهٔ غریب و حدیثی عجیبست

ساقیا آمدن عید مبارک بادت
وان مواعید که کردی نرود از یادت

در شگفتم که درین مدت ایام فراق
برگرفتی ز حریفان دل و دل میدادت

برسان بندگی دختر رز گو بدرآی
که دم همت ما کرد ز بند آزادت

شادی مجلسیان در قدم و مقدم تست
جای غم باد هر آن دل که نخواهد شادت

چشم بد دور کزین تفرقه خوشش باز آورد
طالع نامور و دولت مادرزادت

شکر ایزد که ازین باد خزان رخنه نیافت
بوستان سمن و سرو و گل و شمشادت

حافظ از دست مده صحبت آن کشتی نوح
ورنه طوفان حوادث ببرد بنیادت

ساقی بیار باده که ماه صیام رفت
در ده قدح که موسم ناموس و نام رفت

وقتِ عزیز رفت بیا تا قضا کنیم
عمری که بی حضورِ صراحی و جام رفت

در تابِ توبه چند توان سوخت همچو عود
مَی ده که عمر در سرِ سودای خام رفت

مستم کن آنچنان که ندانم ز بیخودی
در عرصهٔ خیال که آمد کدام رفت

بر بوی آنکه جرعهٔ جامی بما رسد
در مصطبه دعای تو هر صبح و شام رفت

دل را که مرده بود حیاتی ز نو رسید
تا بوی از نسیمِ میش در مشام رفت

زاهد غرور داشت سلامت نبرد راه
رند از رهِ نیاز بدار السلام رفت

زاهد تو دان و خلوتِ تنهائی و نیاز
عشاق را حوالهٔ عیشِ مدام رفت

نقدِ دلی که بود مرا صرفِ باده شد
قلبِ سیاه بود از آن در حرام رفت

دیگر مکن نصیحتِ حافظ که ره نیافت
گم گشته که بادهٔ عشقش بکام رفت

صبا اگر گذری افتدت بکشورِ دوست
بیار نفحه از گیسوی معنبرِ دوست

بجانِ او که بشکرانه جان بر افشانم
اگر بسوی من آری پیامی از برِ دوست

وگر چنانچه در آن حضرتت نباشد بار
برای دیده بیاور غباری از درِ دوست

منِ گدا و تمنای وصلِ او هیهات
مگر بخواب ببینم خیالِ منظرِ دوست

دلِ صنوبریم همچو بید لرزان است
ز حسرتِ قد و بالای چون صنوبرِ دوست

اگرچه دوست بچیزی نمی خرد ما را | بعالمی نفروشیم موئی از سر دوست

چه باشد ار شود از قید غم دلش آزاد
چه هست حافظ مسکین غلام و چاکر دوست

غمش تا در دلم ماوا گرفته است | سرم چون زلف او سودا گرفته است
لب چون آتشش آب حیات است | ازان آب آتشی در ما گرفته است
همای همتم عمریست کز جان | هوای آن قد رعنا گرفته است
شدم عاشق بهالای بلندش | که کار عاشقان بالا گرفته است
چو ما در سایهٔ الطاف اوئیم | چرا او سایه از ما وا گرفته است
نسیم صبح عنبربوست امروز | مگر یارم ره صحرا گرفته است
ز دریای دو چشم گوهر اشک | جهان در لولو لالا گرفته است

حدیث حافظ ای سرو سمن بو
بوصف قد تو بالا گرفته است

صبحدم مرغ چمن با گل نوخاسته گفت | ناز کم کن که درین باغ بسی چون تو شگفت
گل بخندید که از راست نرنجیم ولی | هیچ عاشق سخن تلخ بمعشوق نگفت
گر طمع داری ازان جام مرصع می لعل | دُر و یاقوت بنوک مژه ات باید سُفت

تا ابد بوی محبت بمشامش نرسد | هر که خاک در میخانه برخساره نرفت

در گلستان ارم دوش چو از لطف هوا | زلف سنبل ز نسیم سحری می آشفت

گفتم ای مسند جم جام جهان بینت کو | گفت افسوس که آن دولت بیدار بخفت

سخن عشق نه آنست که آید بزبان | ساقیا می ده و کوتاه کن این گفت و شنفت

اشک حافظ خرد و صبر بدریا انداخت
چه کند سوز غم عشق نیارست نهفت

گر ز دست زلف مشکینت خطائی رفت رفت | ور ز هندوی شما بر من جفائی رفت رفت

برق عشق ار خرمن پشمینه پوشی سوخت سوخت | جور شاه کامران گر بر گدائی رفت رفت

گر دلی از غمزهٔ دلدار باری برد برد | در میان جان و جانان ماجرائی رفت رفت

در طریقت رنجش خاطر نباشد می بیار | هر کدورت را که بینی چون صفائی رفت رفت

عشقبازی را تحمل باید ای دل پایدار | گر ملالی بود بود و گر خطائی رفت رفت

از سخن چینان ملالتها پدید آید ولی | چون میان همنشینان ماجرائی رفت رفت

عیب حافظ گو مکن زاهد که رفت از خانقاه
پای آزادان چه بندی گر بجائی رفت رفت

بکوی میکده هر سالکی که ره دانست | در دگر زدن اندیشهٔ تبه دانست

زمانه افسر رندی نداد جز بکسی / که سرفرازی عالم درین کله دانست

بر آستانهٔ میخانه هر که یافت رهی / ز فیض جام می اسرار خانقه دانست

هر آنکه راز دو عالم ز خط ساغر خواند / رموز جام جم از نقش خاک ره دانست

دلم ز نرگس ساقی امان نخواست بجان / چرا که شیوهٔ آن ترک دل سیه دانست

ورای طاعت دیوانگان ز ما مطلب / که شیخ مذهب ما عاقلی گنه دانست

ز جور کوکب طالع سحرگهان چشمم / چنان گریست که خورشید دید و مه دانست

خوش آن نظر که لب جام و روی ساقی را / هلال یکشبه و ماه چارده دانست

بلندمرتبه شاهی که نه رواق سپهر / نمونه ز خم طاق بارگه دانست

حدیث حافظ و ساغر کشیدن پنهان / چه جای محتسب و شحنه پادشه دانست

تا سر زلف تو در دست نسیم افتاده است / دل سودازده از غصه دو نیم افتاده است

چشم جادوی تو در عین سواد سحر است / این قدر هست که این نسخه سقیم افتاده است

در خم زلف تو آن خال سیه دانی چیست / نقطهٔ دوده که در حلقهٔ جیم افتاده است

سایهٔ سرو تو بر قالبم ای عیسی دم / عکس روحیست که بر عظم رمیم افتاده است

زلف مشکین تو در گلشن فردوس عذار / چیست طاوس که در باغ نعیم افتاده است

دل من در هوس روی تو ای مونس جان / خاک راهیست که در پای نسیم افتاده است

همچو گرد این تن خاکی نتواند برخاست / از سر کوی تو زان رو که عظیم افتاده است

آنکه جز کعبه مقامش نبد از یاد لبت / بر در میکده دیدم که مقیم افتاده است

حافظ گم شده را با غمت ای جان عزیز / اتحادیست که از عهد قدیم افتاده است

بلبلی برگ گلی خوش رنگ در منقار داشت / واندر آن برگ و نوا خوش ناله‌های زار داشت

گفتمش در عین وصل این ناله و فریاد چیست / گفت ما را جلوهٔ معشوق در این کار داشت

یار اگر ننشست با ما نیست جای اعتراض / پادشاه کامران بود از گدایان عار داشت

عارفی کو سیر کرد اندر مقام نیستی / مست شد چون مستی از عالم اسرار داشت

در نمیگیرد نیاز و عجز ما با حسن دوست / خرم آن کز نازنینان بخت برخوردار داشت

خیز تا بر کلک آن نقاش جان افشان کنیم / کین همه نقش عجب در گردش پرگار داشت

گر مرید راه عشقی فکر بدنامی مکن / شیخ صنعان خرقه رهن خانهٔ خمار داشت

وقت آن شیرین قلندر خوش که در اطوار سیر / ذکر تسبیح ملک در حلقهٔ زنار داشت

چشم حافظ زیر بام قصر آن حوری سرشت / شیوهٔ جنات تجری تحتها الانهار داشت

بدام زلف تو دل مبتلای خویشتن ست — بکش بغمزه که اینش سزای خویشتن ست

گرت ز دست برآید مراد خاطر ما — ببخش زود که خیری برای خویشتن ست

بجانت ای بت شیرین دهن که همچون شمع — شبان تیره مرادم فنای خویشتن ست

چو رای عشق زدی با تو گفتم ای بلبل — مکن که این گل خودرو برای خویشتن ست

بمشک چین و چگل نیست حسن گل محتاج — که نافهاش ز بند قبای خویشتن ست

مرو بخانهٔ ارباب بی مروت دهر — که کنج عافیتت در سرای خویشتن ست

بسوخت حافظ در شرط عشق و جانبازی — هنوز بر سر عهد و وفای خویشتن ست

صوفی از پرتو می راز نهانی دانست — گوهر هر کس ازین لعل توانی دانست

شرح مجموعهٔ گل مرغ سحر داند و بس — که نه هر کو ورقی خواند معانی دانست

عرضه کردم دو جهان بر دل کار افتاده — بجز از عشق تو باقی همه فانی دانست

آن شد اکنون که ز افواه عوام اندیشم — محتسب نیز ازین عیش نهانی دانست

دلبر آسایش ما مصلحت وقت ندید — ورنه از جانب ما دل نگرانی دانست

سنگ و گل را کند از یمن نظر لعل و عقیق — هر که قدر نفس باد یمانی دانست

ای که از دفتر عقل آیت عشق آموزی — ترسم این نکته بتحقیق ندانی دانست

می بیاور که ننازد بگل باغ جهان ‌ ‌ ‌ ‌ هر که غارتگری باد خزانی دانست

حافظ این گوهر منظوم که از طبع انگیخت
اثر تربیت آصف ثانی دانست

غزل

حاصل کارگه کون و مکان این همه نیست ‌ ‌ ‌ ‌ باده پیش آر که اسباب جهان این همه نیست

از دل و جان شرف صحبت جانان غرض است ‌ ‌ ‌ ‌ همه آنست وگرنه دل و جان این همه نیست

منت سدره و طوبی ز پی سایه مکش ‌ ‌ ‌ ‌ که چه خوش بنگری ای سرو روان این همه نیست

دولت آنست که بی خون دل آید بکنار ‌ ‌ ‌ ‌ ورنه با سعی امل باغ جنان این همه نیست

پنج روزی که درین مرحله مهلت داری ‌ ‌ ‌ ‌ خوش بیاسای زمانی که زمان این همه نیست

بر لب بحر فنا منتظریم ای ساقی ‌ ‌ ‌ ‌ فرصتی دان که ز لب تا بدهان این همه نیست

زاهد ایمن مشو از بازی غیرت زنهار ‌ ‌ ‌ ‌ که ره صومعه تا دیر مغان این همه نیست

دردمندی چو من سوخته زار و نزار ‌ ‌ ‌ ‌ ظاهرا حاجت تقریر و بیان این همه نیست

از تهتک مکن اندیشه و چون گل خوش باش ‌ ‌ ‌ ‌ زانکه تمکین جهان گذران این همه نیست

نام حافظ رقم نیک پذیرفت ولے
پیش رندان رقم سود و زیان این همه نیست

بحریست بحر عشق که هیچش کناره نیست ‌ ‌ ‌ ‌ آنجا جز اینکه جان بسپارند چاره نیست

هر دم که دل بعشق دهی خوش دمے بود — در کار خیر حاجت هیچ استخاره نیست

ما را ز منع عقل مترسان و مے بیار — کان شحنه در ولایت ما هیچ کاره نیست

از چشم خود بپرس که ما را که میکشد — جانا گناه طالع و جرم ستاره نیست

رویش بچشم پاک توان دید چون هلال — هر دیده جای جلوهٔ آن ماه پاره نیست

فرصت شمر طریقهٔ رندی که این نشان — چون راه گنج بر همه کس آشکاره نیست

نگرفت در تو گریهٔ حافظ بهیچ روی — حیران آن دلم که کم از سنگ خاره نیست

چه لطف بود که ناگاه رشحهٔ قلمت — حقوق خدمت ما عرض کرد بر کرمت

بنوک خامه رقم کردهٔ سلام مرا — که کارخانهٔ دوران مباد بے رقمت

نگویم از من بیدل بسهو کردی یاد — که در حساب خرد نیست سهو بر قلمت

مرا ذلیل مگردان بشکر این نعمت — که داشت دولت سرمد عزیز و محترمت

بیا که تا سر زلفت قرار خواهم کرد — که گر سرم برود برندارم از قدمت

ز حال ما دلت آگه شود مگر وقتے — که لاله بردمد از خاک کشتگان غمت

روان تشنهٔ ما را بجرعهٔ دریاب — چو میدهند زلال خضر بجام جمت

صبا ز روے تو با هر گلے حدیثے کرد — رقیب کے ره غماز داد در حرمت

دلم مقیم درِ تست حرمتش میدار	بشکر آنکه خدا داشته است محترمت
همیشه وقت تو ای عیسی صبا خوش باد	که جان عاشق دل خسته زنده شد بدمت

کمینگه است و تو خوش تیز میروی حافظ
مکن که گرد برآید ز شهره عدمت

ز گریه مردم چشمم نشسته در خونست	ببین که در طلبت حال مردمان چونست
بیادِ لعلِ لب و چشم مست میگونت	ز جامِ غم می لعلی که میخورم خونست
ز مشرقِ سرِ کوی آفتابِ طلعتِ تو	اگر طلوع کند طالعم همایونست
حکایتِ لبِ شیرین کلامِ فرهادست	شکنجِ طرّهٔ لیلی مقامِ مجنونست
دلم بجو که قدت همچو سرو دلجویست	سخن بگو که کلامت لطیف و موزونست
ز دورِ باده بجان راحتی رسان ساقی	که رنجِ خاطرم از جور دورِ گردونست
از آن زمان که ز دستم برفت یارِ عزیز	کنارِ دیدهٔ من همچو رودِ جیحونست
چگونه شاد شود اندرون غمگینم	باختیار که از اختیار بیرونست

ز بیخودی طلبِ یار میکند حافظ
چو مفلسی که طلبگارِ گنجِ قارونست

زان یارِ دلنوازم شکریست باشکایت	گر نکته دانِ عشقی خوش بشنو این حکایت

بیمزد بود و منت هر خدمتی که کردم | یا رب مباد کس را مخدوم بی عنایت

رندان تشنه لب را آبی نمیدهد کس | گویا ولی شناسان رفتند ازولایت

در زلف چون کمندش ای دل مپیچ کانجا | سرها بریده بینی بیجرم و بی جنایت

این راه را نهایت صورت کجا توان بست | کش صد هزار منزل بیش است در بدایت

چشمت بغمزه ما را خون خورد و می پسندی | جانا روا نباشد خونریز را حمایت

هرچند بردی آبم رو از درت نتابم | جور از حبیب خوشتر کز مدعی رعایت

ای آفتاب خوبان می سوزد اندرونم | یک ساعتم بگنجان در سایهٔ عنایت

در این شب سیاهم گم گشته راه مقصود | از گوشهٔ برون آی ای کوکب هدایت

از هر طرف که رفتم جز وحشتم نیفزود | زنهار ازین بیابان وین راه بی نهایت

عشقت رسد بفریاد گر خود بسان حافظ
قرآن ز بر بخوانی با چارده روایت

یا رب سببی ساز که یارم بسلامت | باز آید و برهاندم از چنگ ملامت

خاک ره آن یار سفر کرده بیارید | تا چشم جهان بین کنمش جای اقامت

فریاد که از شش جهتم راه ببستند | آن خال و خط و زلف و رخ و عارض و قامت

امروز که در دست توام مرحمتی کن | فردا که شوم خاک چه سود اشک ندامت

ای آنکه بتقریر و بیان دم زنی از عشق — ما با تو نداریم سخن خیر و سلامت

درویش مکن ناله ز شمشیر احبا — کاین طائفه از کشته ستانند غرامت

در خرقه زن آتش که خم ابروی ساقی — بر می‌شکند گوشهٔ محراب امامت

حاشا که من از جور و جفاے تو بنالم — بیداد لطیفان همه لطفست و کرامت

کوته نکند بحث سر زلف تو حافظ
پیوسته شد این سلسله تا روز قیامت

ساقیم خضرست و مے آب حیات — توبه از می چون کنم هیهات هات

بادهٔ تلخ از لب شیرین لبان — در حلاوت می برد آب از نبات

چون دم عیسی نسیم او ز لطف — مژدهٔ صد ساله را بخشد حیات

جز بآب آتشین یعنی شراب — حل نمیگردد مرا این مشکلات

روزی ما بین که از دیوان عشق — جز غم هجران نشد ما را برات

شاد باد ارواح آن رندے که او — بر سر کوے مغان یابد وفات

حاصل عمر تو حافظ در جهان
بادهٔ صافیست باقی ترهات

شربتی از لب لعلش نچشیدیم و برفت — روی مه پیکر او سیر ندیدیم و برفت

گوئی از صحبت ما نیک بتنگ آمده بود / بار بربست و بگردش نرسیدیم و برفت

بسکه ما فاتحه و حرز یمانی خواندیم / وز پیش سورهٔ اخلاص دمیدیم و برفت

سر ز فرمان خطم گفت بکشش تا نزوم / ما سر خویش ز خطش نکشیدیم و برفت

عشوه میداد که از کوی ارادت نزوم / دیدی آخر که چنان عشوه خریدیم و برفت

شد چمان در چمن حسن و لطافت لیکن / در گلستان وصالش نخمیدیم و برفت

گفت از خود ببرد هر که وصالم طلبد / ما بامید وی از خویش بریدیم و برفت

صورت و لطافت اثر صنع خداست / ما بر ویش نظری سیر ندیدیم و برفت

همچو حافظ همه شب ناله و افغان کردیم / کای دریغا بوداعش نرسیدیم و برفت

ما را ز آرزوی تو پروای خواب نیست / بی روی دلفریب تو بودن صواب نیست

در دور چشم مست تو هشیار کس ندید / کو دیده کز تصور چشمت بخواب نیست

در هر که بنگری بنوعی از تو مبتلاست / یک دل ندیده ام که ز عشقت خراب نیست

هر کو بدست عشق تو شد کشته بر درت / او را در آن جناب سوال و جواب نیست

حافظ چو زر ببوته در افتاد و تاب یافت / عاشق نباشد آنکه چو زر او بتاب نیست

خم زلف تو دام کفر و دین ست | ز کارستان او یک شمه این ست
جمالت معجز حسن ست لیکن | حدیث غمزات سحر مبین ست
بر آن چشم سیه صد آفرین باد | که در عاشق کشی سحر آفرین ست
عجب علمیست راه عشق هیهات | که چرخ هفتمش هفتم زمین ست
تو پنداری که بد گو رفت و جان برد | حسابش با کراماً کاتبین ست
ز چشم شوخ تو کی جان توان برد | که دائم باکمان اندر کمین ست
لبت را آب حیوان گفتم اما | چه جای آن که آن مار مبین ست
مشو ایجان زکید نفس ایمن | که دل برد و کنون در بند دین ست

زجام عشق می نوشید حافظ
مدامش مستی رندی ازین ست

دیدی که یار جز سر جور و ستم نداشت | بشکست عهد ما و از و هیچ غم نداشت
یارب مگیرش ار چه دل چون کبوترم | افگند و کشت و حرمت صید حرم نداشت
بر من جفا ز بخت بد آمد و گرنه یار | حاشا که رسم جور و طریق ستم نداشت
دل این همه جفا که بخواری کشید از و | هر جا که رفت هیچکسش محترم نداشت
ساقی بیار باده و با مدعی بگو | انکار ما مکن که چنین جام جم نداشت

هر راهروی که ره بحریم درش نبرد
مسکین بریده وادی و ره در حرم نداشت

خوش وقت رند مست که دنیا و آخرت
بر باد داد و هیچ غم از بیش و کم نداشت

حافظ ببر تو گوی فصاحت که مدعی
هیچش هنر نبود و خبر نیز هم نداشت

برو ای زاهد و دعوت مکنم سوی بهشت
که خدا در ازل از بهر بهشتم نسرشت

یک جو از خرمن هستی نتواند برداشت
هر که در راه فنا و ره حق دانه نکاشت

تو و تسبیح و مصلی و ره زهد و ورع
من و میخانه و ناقوس و ره دیر و کنشت

منعم از می مکن ای صوفی صافی که حکیم
در ازل طینت ما را ز می صاف سرشت

صوفی صاف بهشتی نبود زانکه چو من
خرقه در میکده‌ها رهن می ناب نهشت

لذت از حور بهشت و لب حوضش نبود
هر که او دامن معشوق خود از دست بهشت

حافظا لطف حق ار با تو عنایت دارد
باش فارغ ز غم دوزخ و شادی بهشت

ای نسیم سحر آرامگه یار کجاست
منزل آن مه عاشق‌کش عیار کجاست

شب تار است و ره وادی ایمن در پیش
آتش طور کجا موعد دیدار کجاست

هر که آمد بجهان نقش خرابی دارد
در خرابات بپرسید که هشیار کجاست

آنکس ست اهل بشارت که اشارت داند — نکته‌ها هست بسی محرم اسرار کجاست

هر سر موی مرا با تو هزاران کارست — ما کجاییم و نصیحتگر بیکار کجاست

عاشق خسته ز درد غم هجر تو بسوخت — خود نپرسی تو که آن عاشق غمخوار کجاست

باده و مطرب و گل جمله مهیاست ولی — عیش بی دوست مهیا نشود یار کجاست

عقل دیوانه شد آن سلسلهٔ مشکین کو — دل ز ما گوشه گرفت ابروی دلدار کجاست

دلم از صومعه و صحبت شیخ ست ملول — یار ترسابچه کو خانهٔ خمار کجاست

حافظ از باد خزان در چمن دهر مرنج
فکر معقول بفرما گل بیخار کجاست

خواب آن نرگس فتان تو بی چیزی نیست — تاب آن زلف پریشان تو بی چیزی نیست

از لبت شیر روان بود که من میگفتم — کاین شکر گرد نمکدان تو بی چیزی نیست

چشمهٔ آب حیات ست دهانت اما — زیر لب چاه زنخدان تو بی چیزی نیست

جان درازی تو بادا که یقین میدانم — در کمان ناوک مژگان تو بی چیزی نیست

مبتلائی بغم محنت و اندوه و فراق — ای دل این ناله و افغان تو بی چیزی نیست

دوش باد از سر کویت بگلستان بگذشت — ای گل این چاک گریبان تو بی چیزی نیست

درد عشق ارچه دل از خلق نهان میدارد — حافظ این دیدهٔ گریان تو بی چیزی نیست

دیدمش دوش که سرمست و خرامان میرفت — جام می کف و در مجلس رندان میرفت

چون همی گفتمش ای مونس و دیرینهٔ من — سخت میگفت دل آزرده و پریشان میرفت

نقش خوارزم و خیال لب جیحون میبست — با هزاران گله از ملک سلیمان میرفت

میشد آنکس که جدا و جان سخن کش نشناخت — من همیدیدم و از کالبدم جان میرفت

گفتم اکنون سخن خوش که بگوید با ما — کان شکر لهجهٔ خوشگوی سخندان میرفت

لابه بسیار نمودم که مرو سود نداشت — زانکه کار از نظر رحمت سلطان میرفت

پادشاها ز کرم از سر جرمش بگذر — چه کند سوخته از غایت حرمان میرفت

[illegible]

چون بشد آن صنم از دیدهٔ حافظ غائب
اشک همواره ز رخسار بدامان میرفت

هزار خجسته نظر کز پی سعادت رفت — بکنج میکده و خانهٔ ارادت رفت

ز رطل درد کشان کشف کرد سالک راه — رموز غیب که در عالم شهادت رفت

بیاد معرفت من شنو که در سخنم — ز فیض روح قدس نکتهٔ سعادت رفت

مجوز طالع مولود من بجز رندی — که این معامله با کوکب ولادت رفت

ز بامداد به تست دگر بر آمدهٔ — وظیفهٔ می دوشین مگر ز یادت رفت

مگر بمعجزه کوشد طبیب عیسی دم — چرا که کار من خسته از عبادت رفت

[illegible]

هزار شکر که حافظ ز راه میکده دوش
بکنج زاویه طاعت و عبادت رفت

خمی که ابروی شوخ تو در کمان انداخت / بقصد جان من زار ناتوان انداخت
شراب خورده و خوی کرده کی شدی بچمن / که آبروی تو آتش در ارغوان انداخت
بیک کرشمه که نرگس بخودفروشی کرد / فریب چشم تو صد فتنه در جهان انداخت
ز شرم آنکه بروی تو نسبتش کردند / سمن بدست صبا خاک در دهان انداخت
بنزمگاه چمن دوش مست بگذشتم / که از دهان توام غنچه در گمان انداخت
بنفشه طرهٔ مفتول خود گره میزد / صبا حکایت زلف تو در میان انداخت
کنون بآب می لعل خرقه میشویم / نصیبهٔ ازل از خود نمی توان انداخت
نبود رنگ دو عالم که نقش الفت بود / زمانه طرح محبت نه این زمان انداخت
من از ورع می و مطرب ندیدمی هرگز / هوای مغبچگانم در این و آن انداخت
جهان بکام دل اکنون شود که دور زمان / مرا به بندگی خواجهٔ زمان انداخت

مگر گشایش حافظ درین خرابی بود
که قسمت ازلش در می مغان انداخت

روشن از پرتو رویت نظری نیست که نیست / منت خاک درت بر بصری نیست که نیست

ناظر روی تو صاحب‌نظرانند ولی | سر گیسوی تو در هیچ سری نیست که نیست

اشک غماز من ار سرخ برآید چه عجب | خجل از کردهٔ خود پرده‌دری نیست که نیست

کمر کین بمن خسته چه بندی که ز مهر | بر میان دل و جانم کمری نیست که نیست

تا بدامن ننشیند ز نسیمت گردی | سیل اشک از نظرم بر گذری نیست که نیست

تا دم از شام سر زلف تو سر جا نزند | با صبا گفت و شنیدم سحری نیست که نیست

من ازین طالع شوریده برنجم ورنه | بهره‌مند از سر کویت دگری نیست که نیست

از خیال لب شیرین توای چشمهٔ نوش | غرق آب و عرق اکنون شکری نیست که نیست

آب چشمم که بر و منت خاک درت است | زیر صد منت او خاک دری نیست که نیست

از وجودم قدری نام و نشان هست که هست | ورنه از ضعف در آنجا اثری نیست که نیست

شیر در بادیهٔ عشق تو روباه شود | آه ازین راه که در وی خطری نیست که نیست

ز من دل شده از دست تو خونین جگرم | از غم عشق تو پر خون جگری نیست که نیست

از سر کوی تو رفتن نتوانم گامی | ورنه اندر دل بیدل سفری نیست که نیست

تو خود ای شعلهٔ رخشنده چه داری در سر | که کباب از حرکات جگری نیست که نیست

مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز | ورنه در مجلس رندان خبری نیست که نیست

بجز این نکته که حافظ ز تو ناخشنود است | در سراپای وجودت هنری نیست که نیست

کس نیست که افتادهٔ آن زلف دوتا نیست — در رهگذری نیست که دامی ز بلا نیست

روی تو مگر آینهٔ لطف الهیست — حقا که چنین ست درین روی و ریا نیست

زاهد بدهم توبه ز روی تو زهی روی — هیچیش ز خدا شرم و ز روی تو حیا نیست

نرگس طلبد شیوهٔ چشم تو زهی چشم — مسکین خبرش از سر و در دیده حیا نیست

از بهر خدا زلف میارای که ما را — شب نیست که صد عربده با باد صبا نیست

بازآی که بی روی تو ای شمع دل افروز — در بزم حریفان اثر نور و صفا نیست

دی میشد و گفتم صنما عهد بجا آر — گفتا غلط ای خواجه درین عهد وفا نیست

تیمار غریبان سبب ذکر جمیل ست — جانا مگر این قاعده در شهر شما نیست

چون چشم تو دل میبرد از گوشه نشینان — دنبال تو بودن گنه از جانب ما نیست

گر پیر مغان مرشد ما شد چه تفاوت — در هیچ سری نیست که سری ز خدا نیست

گفتن بر خورشید که من چشمهٔ نورم — دانند بزرگان که سزاوار سها نیست

عاشق چه کند گر نخورد تیر ملامت — با هیچ دلاور سپر تیر قضا نیست

در صومعهٔ زاهد و در خلوت عابد — جز گوشهٔ ابروی تو محراب دعا نیست

ای چنگ فرو برده بخون دل حافظ
فکرت مگر از غیرت قرآن خدا نیست

رواق منظر چشم من آشیانهٔ توست — کرم نما و فرود آ که خانه خانهٔ توست

بلطف خال و خط از عارفان ربودی دل — لطیفه‌های عجب زیر دام و دانهٔ توست

دلت بوصل گل ای بلبل چمن خوش باد — که در چمن همه گلبانگ عاشقانهٔ توست

علاج ضعف دل ما بلب حوالت کن — که آن مفرح یاقوت در خزانهٔ توست

بتن مقصرم از دولت ملازمت — ولی خلاصهٔ جان خاک آستانهٔ توست

چه جای من که بلغزد سپهر شعبده باز — ازین حیل که در انبانهٔ بهانهٔ توست

من آن نیم که دهم نقد دل بهر شوخی — در خزانه بمهر تو و نشانهٔ توست

تو خود چه لعبتی ای شهسوار شیرین کار — که توسنی چو فلک رام تازیانهٔ توست

سرود مجلست اکنون فلک برقص آرد — که شعر حافظ شیرین سخن ترانهٔ توست

ساقی بیا که یار ز رخ پرده برگرفت — کار چراغ خلوتیان باز درگرفت

آن شمع سرگرفته دگر چهره برفروخت — وان پیر سالخورده جوانی ز سر گرفت

آن عشوه داد عشق که مفتی ز ره برفت — وان لطف کرد دوست که دشمن حذر گرفت

زنهار ازین عبارت شیرین دلفریب — گویی که پستهٔ تو سخن در شکر گرفت

بار غمی که خاطر ما خسته کرده بود — عیسی دمی خدا بفرستاد و برگرفت

هر سرو قد که بر مه و خور حسن می فروخت
چون تو درآمدی پی کار دگر گرفت

زین قصه هفت گنبد افلاک پر صداست
کوته نظر ببین که سخن مختصر گرفت

حافظ تو این دعا ز که آموختی که یار
تعویذ کرد شعر ترا و بزر گرفت

شنیده‌ام سخنی خوش که پیر کنعان گفت
فراق یار نه آن میکند که بتوان گفت

حدیث هول قیامت که گفت واعظ شهر
کنایتیست که از روزگار هجران گفت

نشان یار سفر کرده از که پرسم باز
که هر چه گفت برید صبا پریشان گفت

فغان که آن مه نامهربان دشمن دوست
بترک صحبت یاران خود چه آسان گفت

غم کهن بمی سالخورده دفع کنید
که تخم خوشدلی اینست پیر دهقان گفت

من و مقام رضا بعد ازین و شکر رقیب
که دل بدرد تو خو کرد و ترک درمان گفت

گره بباد مزن گرچه بر مراد وزد
که این سخن بمثل باد با سلیمان گفت

مزن بچون و چرا دم که بندهٔ مقبل
قبول کرد بجان هر سخن که جانان گفت

بعشوه که سپهرت دهد ز راه مرو
ترا که گفت که این زال ترک دستان گفت

بیار باده بخور زانکه پیر میکده دوش
بسی حدیث غفور و رحیم و رحمن گفت

که گفت حافظ از اندیشهٔ تو آمد باز
چه این نگفته‌ام آنکس که گفت بهتان گفت

مدامم مست می دارد نسیمِ جعدِ گیسویت
خرابم میکند هر دم فریبِ چشمِ جادویت

پس از چندین شکیبائی شبی یا رب توان دیدن
که شمعِ دیده افروزیم در محرابِ ابرویت

سوادِ لوحِ بینش را عزیز از بهرِ آن دارم
که جان را نسخهٔ باشد ز نقشِ خالِ هندویت

تو گر خواهی که جاویدان جهان یکسر بیارائی
صبا را گو که بردارد زمانی برقع از رویت

وگر رسمِ فنا خواهی که از عالم براندازی
بیفشان زلف تا ریزد هزاران جان ز هر مویت

من و بادِ صبا مسکین دو سرگردان و بیحاصل
من از افسونِ چشمت مست و او از بوی گیسویت

من از لطفِ صبا دارم سپاسِ نکهتِ جانان
وگرنه کی گذر بودی سحرگاهان ازین سویت

سوادِ دیده هر وقتی بخونِ دل همی دیدم
عزیزش دارم این ساعت بیادِ خالِ هندویت

زهی همت که حافظ راست از دنیا و از عقبی
نیاید هیچ در چشمش بجز خاکِ سرِ کویت

مردمِ دیدهٔ ما جز برخت ناظر نیست
دلِ سرگشتهٔ ما غیرِ ترا ذاکر نیست

اشکم احرامِ طوافِ حرمت می بندد
گرچه از خونِ دلِ ریش دمی طاهر نیست

بستهٔ دامِ قفس باد چو مرغِ وحشی
طائرِ سدره اگر در طلبت سایر نیست

عاشقِ مفلس اگر قلبِ دلش کرد نثار
مکنش عیب که بر نقدِ روان قادر نیست

عاقبت دست بران سروِ بلندش برسد
هر کرا در طلبت همتِ او قاصر نیست

از روان‌بخشی عیسی نزنم پیش تو دم — زانکه در روح فزائی چو دست قادر نیست

مشکه از آتش سودای تو آهی نزنم — کی توان گفت که بر داغ دلم صابر نیست

روز اول که سر زلف تو دیدم گفتم — که پریشانی این سلسله را آخر نیست

سر پیوند تو تنها نه دل حافظ راست — کیست آنکش سر پیوند تو در خاطر نیست

بی مهر رخت روز مرا نور نمانده است — وز عمر مرا در شب دیجور نمانده است

هنگام وداع تو ز بس گریه که کردم — دور از رخ تو چشم مرا نور نمانده است

من بعد چه سود ار قدمی رنجه کند دوست — کز جان رمقی در تن رنجور نمانده است

میرفت خیال تو ز چشم من و میگفت — هیهات ازین گوشه که معمور نمانده است

نزدیک شد آن دم که رقیبان تو گویند — دور از درت آن خسته رنجور نمانده است

وصل تو اجل را ز سرم دور همین داشت — از دولت هجر تو کنون دور نمانده است

صبر است مرا چاره هجران تو لیکن — چون صبر توان کرد که مقدور نمانده است

در هجر تو گر چشم مرا آب نماند — گو خون جگر ریز که معذور نمانده است

حافظ ز غم از گریه نپرداخت بخنده — ماتم زده را داعیه سور نمانده است

مدتی شد کاتش سودای او در جان ماست / وین تمنا بین که دائم در دل ویران ماست

مردم چشمم بخون ناب جگر غرقند ازان / چشمهٔ مهر رخش در سینهٔ نالان ماست

آب حیوان قطرهٔ از لعل همچون شکرش / قرص خور عکسی ز روی آن مه تابان ماست

ما نفخت فیه من روحی شنیدم شد یقین / بر من این معنی که ما زان وی ایم وی زان ماست

هر دلی را اطلاعی نیست بر اسرار غیب / محرم این سر معنی از علوی جان ماست

چند گوئی ای مذکر شرح وین خاموش باش / دین ما در هر دو عالم صحبت جانان ماست

حافظا تا روز آخر شکر این نعمت گزار / کان صنم از روز اول دارو و درمان ماست

امروز شاه انجمن دلبران یکیست / دلبر اگر هزار بود دل بر آن یکیست

من بهر آن یکی دل و دین داده ام بباد / عیبم مکن که حاصل هر دو جهان یکیست

سودائیان عالم پندار را بگوی / سرمایه کم کنید که سود و زیان یکیست

خلقی زبان بدعوی عشقش گشاده اند / ای من غلام آنکه دلش با زبان یکیست

حافظ بر آستانهٔ دولت نهاده سر / دولت دران سرست که با آستان یکیست

الحمد لله که در میکده باز است / زان رو که مرا بر در او روی نیاز است

خمها همه در جوش و خروشند ز مستی
وان می که در انجاست حقیقت نه مجاز است

از وی همه مستی و غرور است و تکبر
وز ما همه بیچارگی و عجز و نیاز است

شرحِ شکن زلف خم اندر خمِ جانان
کوته نتوان کرد که این قصه دراز است

بارِ دلِ مجنون و خمِ طرهٔ لیلیست
رخسارهٔ محمود و کفِ پای ایاز است

بردوخته ام دیده چو باز از همه عالم
تا دیدهٔ من بر رخِ زیبای تو باز است

رازیکه بر خلق نهفتیم و نگفتیم
با دوست بگوییم که او محرم راز است

در کعبهٔ کوی تو هر آن کس که درآید
از قبلهٔ ابروی تو در عینِ نماز است

ای مجلسیان سوزِ دلِ حافظِ مسکین
از شمع بپرسید که در سوز و گداز است

میرِ من خوش میروی کاندر سر و پا میرمت
ترکِ من خوش می خرامی پیشِ بالا میرمت

گفته بودی کی بمیری پیشم این تعجیل چیست
خوش تقاضا میکنی پیشِ تقاضا میرمت

عاشقِ مهجور مخمورم بتِ ساقی کجاست
گو خرامان شو که پیشِ قدِ رعنا میرمت

ایکه عمری شد که تا بیمارم از مژگان تو
تو نگاهی کن که پیشِ چشمِ شهلا میرمت

گفته لعلِ منت هم درد بخشد هم شفا
گاه پیشِ درد و گه پیشِ مداوا میرمت

خوش خرامان میروی چشمِ بد از روی تو دور
دارم اندر سر خیالِ آنکه در پا میرمت

گرچه جای حافظ اندر خلوت وصل تو نیست
ای همه جای تو خوش پیش تو هر جاییست

کنون که میدمد از بوستان نسیم بهشت
من و شراب فرح‌بخش و یار حورسرشت

چمن حکایت اردیبهشت میگوید
نه عاقلست که نسیه خرید و نقد بهشت

بمی عمارت دل کن که این جهان خراب
بران سرست که از خاک ما بسازد خشت

وفا مجوی ز دشمن که پرتوی ندهد
چو شمع صومعه افروزی از چراغ کنشت

مکن بنامه سیاهی ملامت من مست
که آگهست که تقدیر بر سرش چه نوشت

گدا چرا نزند لاف سلطنت امروز
که خیمه سایهٔ ابرست و بزمگه لب کشت

قدم دریغ مدار از جنازهٔ حافظ
که گرچه غرق گناهست میرود به بهشت

درد ما را نیست درمان الغیاث
هجر ما را نیست پایان الغیاث

دین و دل بردند و قصد جان کنند
الغیاث از جور خوبان الغیاث

در بهای بوسهٔ جانی طلب
میکنند این دلستانان الغیاث

خون ما خوردند این کافردلان
ای مسلمانان چه درمان الغیاث

داد مسکینان بده ای روز وصل
از شب یلدای هجران الغیاث

هر زمانم دردِ دیگر میرسد　　زین حریفان بر دل و جان الغیاث

همچو حافظ روز و شب بی خویشتن
گشته ام سوزان و گریان الغیاث

سزد که تو ز همه دلبران ستانی باج　　چرا که بر سرِ خوبانِ عالمی چون تاج

دو چشمِ شوخِ تو برهم زدی خطا و ختن　　بچینِ زلفِ تو ماچین و هند داده خراج

بیاضِ روی تو روشن چو عارضِ خورشید　　سوادِ زلفِ تو تاریکتر ز ظلمتِ داج

لبِ تو خضر و دهانِ تو آبِ حیوانست　　قدِ تو سرو و میانِ تو موی و گردنِ عاج

ازین مرض بحقیقت کجا شفا یابم　　که از تو دردِ دلِ من نمیرسد بعلاج

دهانِ تنگِ تو داده بآبِ خضر بقا　　لبِ چو قندِ تو برد از نباتِ مصر رواج

چرا همی شکنی جانِ من ز سنگدلی　　دلِ ضعیف که هست او بنازکی چو زجاج

فتاده در دلِ حافظ هوای چون تو شهی
کمینه بندهٔ خاکِ درِ تو بودی کاج

اگر بمذهبِ تو خونِ عاشق است مباح　　صلاحِ ما همه آنست کان ترا است صلاح

سوادِ موی تو تفسیرِ جاعل الظلمات　　بیاضِ روی تو تبیانِ فالق الاصباح

ز دیده ام شده صد چشمه در کنار روان　　که خود شنا نکند در میانِ آن ملّاح

لبِ چو آبِ حیاتِ تو هست قوتِ روح
وجودِ خاکی ما را ازوست قوتِ راح

زچنگِ زلفِ کمندت کسی نیافت خلاص
نه از کمانچهٔ ابرو و تیرِ غمزه نجاح

بیا که خونِ دلِ خویشتن بحل کردم
اگر بمذهبِ تو خونِ عاشق است مباح

نداد لعلِ لبش بوسه بقند تلبیس
نیافت کامِ دلِ من ازو بصد الحاح

صلاح و توبه و تقوی ز ما مجو زنهار
ز رند و عاشق و مجنون کسی نجست صلاح

پیاله چیست که بر یادِ تو کشیم مدام
وَنَحْنُ نَشْرَبُ شُرْبًا كَذٰلِكَ الْاَقْدَاح

دعای جانِ تو وردِ زبانِ حافظ باد
مدام تا که بود گردشِ مسا و صباح

ببین هلالِ محرم بخواه ساغرِ راح
که ماهِ امن و امانست و سالِ صلح و صلاح

عزیز دار زمانِ وصال را کاندم
مقابلِ شبِ قدرست و روزِ استفتاح

نزاع بر سرِ دنیای دون کسی نکند
با آشتی ببرای نورِ دیده گوی فلاح

دلا تو فارغی از کارِ خویش و می‌ترسم
که کس در نگشاید چو گم کنی مفتاح

بیار باده که روزش بخیر خواهد بود
هر آنکه جامِ صبوحش نهد چراغِ صباح

کدام طاعتِ شایسته آید از منِ مست
که رنگِ صبح ندانم ز فالق الاصباح

زمانِ شاه شجاع است و دورِ حکمتِ شرع
براحت ای دل و جان کوش در مسا و صباح

ببوی صبح چو حافظ شبی بروز آور / که بشکفد گل عیشت ز شعلهٔ مصباح

دل من در هوای روی فرخ / بود آشفته همچون موی فرخ

بجز هندوی زلفش هیچکس نیست / که برخوردار شد از روی فرخ

سیاهی نیکبخت است آنکه دائم / بود همراز و همزانوی فرخ

شود چون بید لرزان سرو آزاد / اگر بیند قد دلجوی فرخ

بده ساقی شراب ارغوانی / بیاد نرگس جادوی فرخ

دو تا شد قامتم همچون کمانی / ز غم پیوسته چون ابروی فرخ

نسیم مشک تاتاری خجل کرد / شمیم موی عنبربوی فرخ

اگر میل دل هر کس بجائیست / بود میل دل من سوی فرخ

غلام خاطر آنم که باشد / چو حافظ چاکر هندوی فرخ

ابر آذاری برآمد باد نوروزی وزید / دور می میخواهم و مطرب که میگوید رسید

شاهدان در جلوه و من شرمسار کیسه ام / ای فلک این شرمساری تا بکی باید کشید

قحط جود است آبروی خود نمی باید فروخت / باده و گل از بهای خرقه می باید خرید

غالباً خواهد گشود از دولتم کاری که دوش
من همیکردم دعا و صبح آمین میدمید

با لبی و صد هزاران خنده گل آمد بباغ
از کریمی گوئیا از گوشهٔ بوئی شنید

دامنی گر چاک شد در عالم رندی چه باک
جامهٔ در نیکنامی نیز می باید درید

این لطائف کز لب لعل تو من گفتم که گفت
وان تطاول کز سر زلف تو من دیدم که دید

عدل سلطان گر نپرسد حال مظلومان عشق
گوشه گیران را ز آسایش طمع باید برید

تیر عاشق کش ندانم بر دل حافظ که زد
این قدر دانم که از شعر ترش خون میچکید

اگر آن طایر قدسی ز درم باز آید
عمر بگذشته به پیرانه سرم باز آید

دارم امید بدان اشک چو باران که مگر
برق دولت که برفت از نظرم باز آید

کز نثار قدم یار گرامی نکنم
جوهر جان بچه کار دگرم باز آید

آنکه تاج سر من خاک کف پایش بود
از خدا میطلبم تا بسرم باز آید

کوس نو دولتی از بام سعادت بزنم
گر ببینم که مه نو سفرم باز آید

خواهم اندر عقبش رفت بیاران عزیز
شخصم ار باز نیاید خبرم باز آید

مانع علغل چنگ است و شکر خواب صبوح
ورنه گر بشنود آه سحرم باز آید

آرزومند رخ شاه چو ماهم حافظ
همتی تا بسلامت ز درم باز آید

از دیده خون دل همه بر روی ما رود — بر روی ما ز دیده ندانم چها رود

ما در درون سینه هوائی نهفته‌ایم — بر باد اگر رود سر ما زان هوا رود

بر خاک راه یار نهادیم روی خویش — بر روی ما رواست اگر آشنا رود

سیل است آب دیده و بر هر که بگذرد — گر خود دلش ز سنگ بود هم ز جا رود

ما را به آب دیده شب و روز ماجراست — زین رهگذر که بر سر کویش چرا رود

خورشید خاوری کند از رشک جامه چاک — گر ماه مهرپرور من در قبا رود

حافظ بکوی میکده دائم بصدق دل
چون صوفیان بصفهٔ دار الصفا رود

از سر کوی تو هر کو بملالت برود — نرود کارش و آخر بخجالت برود

سالک از نور هدایت طلبد راه بدوست — که بجائی نرسد گر بضلالت برود

گر دمی آخر عمر از می و معشوق بگیر — حیف اوقات که یکسر به بطالت برود

ای دلیل دل گم گشته خدا را مددی — که غریب ار نبرد ره بدلالت برود

حکم مستوری و مستی همه بر خاتمه است — کس ندانست که آخر بچه حالت برود

کاروانی که بود بدرقه‌اش لطف خدا — به تجمل بنشیند بجلالت برود

حافظ از چشمهٔ حکمت بکف آور جامی — بو که از لوح دلت نقش جهالت برود

آن کس که بدست جام دارد — سلطانی جم مدام دارد

آبی که خضر حیات ازو یافت — در میکده جو که جام دارد

سررشتهٔ جان بجام بگذار — کاین رشته ازو نظام دارد

بیرون ز لب تو ساقیا نیست — در دور کسی که کام دارد

ما و می و زاهدان و تقوی — تا یار سر کدام دارد

بر سینهٔ ریش دردمندان — لعلت نمکی تمام دارد

نرگس همه شیوهای مستی — از چشم خوشت بوام دارد

ذکر رخ و زلف تو دلم را — وردیست که صبح و شام دارد

در چاه ذقن چو حافظ ای جان — حسن تو دو صد غلام دارد

آنکه از سنبل او غالیه تابی دارد — باز با دلشدگان ناز و عتابی دارد

از سر کشتهٔ خود میگذری همچون باد — چه توان کرد که عمرست و شتابی دارد

ماه خورشید نمایش ز پس پردهٔ زلف — آفتابیست که در پیش سحابی دارد

آب حیوان اگر اینست که دارد لب یار — روشن است اینکه خضر بهره سرابی دارد

چشم من کرده بهر گوشه روان سیل سرشک — تا سهی سرو ترا تازه بآبی دارد

غمزهٔ شوخ تو خونم بخطا میریزد — فرصتش باد که خوش رای صوابی دارد
چشم مخمور تو دارد ز دلم قصد جگر — ترک مست ست مگر میل کبابی دارد
جان بیمار مرا نیست ز تو روی سوال — ای خوش آن خسته که از دست جوابی دارد

کی کند سوی دل خستهٔ حافظ نظری
چشم مستت که بهر گوشه خرابی دارد

اگر نه باده غم دل ز یاد ما ببرد — نهیب حادثه بنیاد ما ز جا ببرد
وگر نه عقل بمستی فرو کشد لنگر — چگونه کشتی ازین ورطهٔ بلا ببرد
طبیب عشق منم باده خور که این معجون — فراغت آرد و اندیشهٔ بلا ببرد
دل ضعیفم ازان میکشد بطرف چمن — که جان ز مرگ بدلداری صبا ببرد
گذار بر ظلمات ست خضر راهی جو — مباد کآتش محرومی آب ما ببرد
فغان که با همه کس نرد کینه باخت فلک — کسی نبود که دستی ازین دغا ببرد

بسوخت حافظ و کس حال او بیار نگفت
مگر نسیم پیامی خدای را ببرد

اگر روم ز پیش فتنها برانگیزد — ور از طلب بنشینم بکینه برخیزد
دگر برهگذری یک دم از وفاداری — چو گرد در رهش افتم چو باد بگریزد

چه گویمش که چرا با کسان بیامیزی / چنان کند که سرشکم بخون بیامیزد

وگر کنم طلب نیم بوسه صد افسوس / ز حقهٔ دهنش چون شکر فرو ریزد

من آن فریب که در نرگس تو می بینم / بس آبروی که بر خاک ره فرو ریزد

فراز و شیب بیابان عشق دام بلاست / کجاست شیردلی کز بلا نه پرهیزد

تو عمر خواه و صبوری که چرخ شعبده باز / هزار بازی ازین طرفه تر بر انگیزد

بر آستانهٔ تسلیم سر بنه حافظ / که گر ستیزه کنی روزگار بستیزد

آن کیست کز روی کرم با من وفاداری کند / بر جای بدکاری چو من یکدم نکوکاری کند

اول ببانگ نای و نی گوید بمن پیغام وی / وانگه بیک پیمانه می با من هواداری کند

دلبر که جان فرسود ازو کام دلم نگشود ازو / نومید نتوان بود ازو باشد که دلداری کند

گفتم گره نگشوده ام زان طره تا من بوده ام / گفتا منش فرموده ام تا با تو طراری کند

پشمینه پوش تندخو کز عشق نشنیدست بو / از مستیش رمزی بگو تا ترک هشیاری کند

چون من گدای بی نشان مشکل بود یاری چنان / سلطان کجا عیش نهان با رند بازاری کند

زان طرهٔ پرپیچ و خم سهل است اگر بینم ستم / از بند و زنجیرش چه غم آنکس که عیاری کند

شد لشکر غم بی عدد از بخت میخواهم مدد / تا فخر دین عبد الصمد باشد که غمخواری کند

با چشم پر نیرنگ او حافظ مکن آهنگ او
کان طرهٔ شبرنگ او بسیار مکاری کند

ای پستهٔ تو خنده زده بر دهان قند — مشتاقم از برای خدا یک شکر بخند
جائیکه یار با لب شکر خنده دم زند — ای پسته کیستی تو خدا را دگر مخند
خواهی که بر نخیزدت از دیده رود خون — دل در هوای صحبت رود کسان مبند
گر طره می نمائی و گر طعنه میزنی — ما نیستیم معتقد مرد خود پسند
طوبی ز قامت تو نیارد که دم زند — زین قصه بگذرم که سخن میشود بلند
ز آشفتگی حال من آگاه کی شود — آن را که دل نگشت گرفتار این کمند
بازار شوق گرم شد آن شمع رخ کجاست — تا جان خود بر آتش رویش کنم سپند

حافظ تو ترک غمزهٔ خوبان نمیکنی
دانی کجاست جای تو خوارزم یا خجند

اگر ز کوی تو بوئی بمن رساند باد — بمژده جان جهان را بباد خواهم داد
اگر چه گرد برانگیختی ز هستی من — غباری از من خاکی بدامنت مفتاد
تو تا بروی من ای نور دیده در بستی — دگر جهان در شادی بروی من نگشاد
خیال روی توام دیده میکند پر خون — هوای زلف توام عمر میدهد بر باد

ز در برابر چشمی غایب از نظری — نه یاد میکنی از من نه میبری از یاد
بجای طعنه اگر تیغ میزند دشمن — ز دوست دست ندارم هرچه باداباد

ز دستِ عشقِ تو جان را نمیبرد حافظ
که جان ز محنتِ شیرین نمیبرد فرهاد

بآبِ روشنِ می عارفی طهارت کرد — علی الصباح که میخانه را زیارت کرد
همین که ساغرِ زرینِ خور نهان گردید — هلال بروی ساقی سبی اشارت کرد
خوشا نماز و نیازِ کسی که از سرِ درد — بآبِ دیده و خونِ جگر طهارت کرد
بهای باده چون لعل چیست جوهرِ عقل — بیا که سود کسی برد کاین تجارت کرد
بیا بمیکده و در صفِ قربِ جاهم بین — اگرچه چشم بساد غلط از حقارت کرد
نشانِ مهر و محبت ز جانِ عاشق جوی — اگرچه خانهٔ دل محنتِ تو غارت کرد

اگر امامِ جماعت بخواندش امروز
خبر دهید که حافظ بمی طهارت کرد

بسرِ جامِ جم آنگه نظر توانی کرد — که خاکِ میکده کحلِ بصر توانی کرد
گدائیِ در میخانه طرفه اکسیریست — گر این عمل بکنی خاکِ زر توانی کرد
مباش بی می و مطرب بزیرِ چرخِ کبود — کزین ترانه غم از دل بدر توانی کرد

بعزم مرحلهٔ عشق پیش نه قدمی | که سودها بری ازاین سفر توانی کرد
بیا که چارهٔ ذوق حضور و نظم امور | بفیض بخشی اهل نظر توانی کرد
گل مراد تو آنگه نقاب بگشاید | که خدمتش چو نسیم سحر توانی کرد
تو کز سرای طبیعت نمیروی بیرون | کجا بکوی حقیقت گذر توانی کرد
جمال یار ندارد نقاب و پرده ولی | غبار ره بنشان تا نظر توانی کرد
دلا ز نور ریاضت گر آگهی یابی | چو شمع خنده زنان ترک سر توانی کرد
ولی تو تا لب معشوق و جام می خواهی | طمع مدار که کار دگر توانی کرد

گر این نصیحت شاهانه بشنوی حافظ
بشاهراه طریقت گذر توانی کرد

بیا که ترک فلک خوان روزه غارت کرد | هلال عید بدور قدح اشارت کرد
ثواب روزه و حج قبول آنکس برد | که خاک میکدهٔ عشق را زیارت کرد
مقام اصلی ما گوشهٔ خرابات ست | خداش خیر دهاد آنکه این عمارت کرد
نماز در خم آن ابروان محرابی | کسی کند که بخون جگر طهارت کرد
امام شهر که سجاده میکشید بدوش | بخون دختر رز جامه را قصارت کرد
فغان که نرگس جماش شیخ شهر امروز | نظر بدردکشان از سر حقارت کرد

حدیث عشق ز حافظ شنو نه از واعظ
اگرچه صنعت بسیار در عبارت کرد

بلبلی خون جگر خورد و گلی حاصل کرد
باد غیرت بصدش خار پریشان دل کرد

طوطی را بهوای شکرین دل خوش بود
ناگهش سیل فنا نقش امل باطل کرد

قرة العین من آن میوهٔ دل یادش باد
که خود آسان بشد و کار مرا مشکل کرد

ساربان بار من افتاد خدا را مددی
که امید کرمم همره این محمل کرد

روی خاکی و نم چشم مرا خوار مدار
چرخ فیروزه طربخانه ازین کهگل کرد

آه و فریاد که از چشم حسود مه و مهر
در لحد ماه کمان ابروی من منزل کرد

نزدی شاه رخ و فوت شد امکان حافظ
چکنم بازی ایام مرا غافل کرد

بخت از دهان یار نشانم نمیدهد
دولت خبر ز راز نهانم نمیدهد

از بهر بوسهٔ ز لبش جان همیدهم
اینم نمی ستاند و آنم نمیدهد

مردم زانتظار و درین پرده راه نیست
یا هست پرده دار نشانم نمیدهد

شکر بصبر دست دهد عاقبت ولی
بد عهدی زمانه امانم نمیدهد

زلفش کشید باد صبا چرخ سفله بین
کانجا مجال باد وزانم نمیدهد

چند آنکه بر کنار چو پرگار میروم
دوران چو نقطه در میانم نهد

گفتم روم بخواب که بینم جمال یار
حافظ ز آه و ناله امانم نمیدهد

بود آیا که در میکدها بگشایند
گره از کار فرو بستهٔ ما بگشایند

اگر از بهر دل زاهد خودبین بستند
دل قوی دار که از بهر خدا بگشایند

در میخانه ببستند خدایا مپسند
که در خانهٔ تزویر و ریا بگشایند

گیسوی چنگ ببرید بمرگ می ناب
تا همه مغبچگان زلف دوتا بگشایند

بصفای دل رندان صبوحی زدگان
بس در بسته بمفتاح دعا بگشایند

نامهٔ تعزیت دختر رز بنویسید
تا حریفان همه خون از مژها بگشایند

حافظ این خرقهٔ پشمینه به بینی فردا
کر چه زنار ز زیرش بجفا بگشایند

بعد ازین دست من و دامن آن سرو بلند
که ببالای چمان از بن و بیخم برکند

حاجت مطرب و می نیست تو برقع بگشای
که برقص آورد آتش رویت چو سپند

هیچ روئی نشود آینهٔ حجرهٔ بخت
مگر آن روی که مالند بر آن سم سمند

گفت اسرار غمت هر چه بود گو میباش
صبر ازین بیش ندارم چکنم تا کی و چند

بکش آن آهوی مشکین مرا ای صیاد — شرم از آن چشم سیه دار و مبندش بکمند

من خاکی که ازین در نتوانم برخاست — از کجا بوسه زنم بر لب آن قصر بلند

جز بزلف تو ندارد دل عاشق میلی — آه ازین دل که بصد بند نگیرد پیوند

شب و روزت بدعا عاشق بیدل گوید — که مبینا دسهی قامتت از دهر گزند

باز مستان دل از آن گیسوی مشکین حافظ
زانکه دیوانه همان به که بماند در بند

بتی دارم که گرد گل ز سنبل سایبان دارد — بهار عارضش خطی بخون ارغوان دارد

غبار خط بپوشانید خورشید رخش یارب — حیات جاودانش ده که حسن جاودان دارد

چو عاشق میشدم گفتم که بردم گوهر مقصود — ندانستم که این دریا چه موج بیکران دارد

چو در دست بخندد گل مشو در دامش ای بلبل — که بر گل اعتمادی نیست گر حسن جهان دارد

خدارا داد من بستان ازو ای شحنهٔ مجلس — که می با دیگران خورده است و با من سرگران دارد

چو دام طره افشاند ز گرد خاطر عاشق — بغماز صبا گوید که راز من نهان دارد

ز خوف هجرم ایمن کن اگر امید آن داری — که از چشم بداندیشان خدایت در امان دارد

چه افتادست درین ره که هر سلطان معنی را — درین درگاه می بینم که سر بر آستان دارد

بفتراک ار همی بندی خدارا زود صیدم کن — که آفتهاست در تاخیر و طالب را زیان دارد

ز سرو قدّ دلجویت مکن محروم چشمم را
بدین سرچشمه‌اش بنشان که خوش آب روان دارد

ز چشمت جان نشاید برد کز هر سو که می‌بینم
کمین از گوشه‌ای کردست و تیر اندر کمان دارد

بیفشان جرعه‌ای بر خاک و حال اهل دل بشنو
که از جمشید و کیخسرو هزاران داستان دارد

چه عذر از بخت خود گویم که آن عیار شهرآشوب
به تلخی کشت حافظ را و شکر در دهان دارد

بحسن خلق و وفا کس بیار ما نرسد
ترا درین سخن انکار کار ما نرسد

اگرچه حسن فروشان بجلوه آمده‌اند
کسی بحسن و لطافت بیار ما نرسد

بحق صحبت دیرین که هیچ محرم راز
بیار یکجهت حق‌گذار ما نرسد

هزار نقد ببازار کائنات آرند
یکی بسکهٔ صاحب عیار ما نرسد

دریغ قافلهٔ عمر آنچنان رفتند
که گردشان بهوای دیار ما نرسد

هزار نقش برآید ز کلک صنع و یکی
بدلپذیری نقش نگار ما نرسد

دلا ز طعن حسودان مرنج و ایمن باش
که بد بخاطر امیدوار ما نرسد

چنان بزی که اگر خاک ره شوی کس را
غبار خاطری از رهگذار ما نرسد

بسوخت حافظ و ترسم که شرح قصهٔ او
بسمع پادشه کامگار ما نرسد

بیا که رایت منصور پادشاه رسید
نوید فتح و بشارت بمهر و ماه رسید

جمال بخت ز روی ظفر نقاب انداخت
کمال عدل بفریاد دادخواه رسید

سپهر دور خوش اکنون زند که ماه آمد
جهان بکام دل اکنون رسد که شاه رسید

ز قاطعان طریق آن زمان شوند ایمن
قوافل دل و دانش که مرد راه رسید

عزیز مصر برغم برادران غیور
ز قعر چاه برآمد باوج ماه رسید

کجاست صوفی دجال چشم ملحد شکل
بگو بسوز که مهدی دین پناه رسید

صبا بگو که چها بر سرم درین غم عشق
ز آتش دل سوزان و برق آه رسید

ز شوق روی تو جانان برین اسیر فراق
همان رسید کز آتش ببرگ کاه رسید

مرو بخواب که حافظ ببارگاه قبول
ز ورد نیم شب و درس صبحگاه رسید

بنفشه دوش بگل گفت و خوش نشانی داد
که تاب من بجهان طرهٔ فلانی داد

دلم که مخزن اسرار بود دست قضا
درش ببست و کلیدش بدلستانی داد

شکسته وار بدرگاهت آمدم که طبیب
بمومیائی لطف توام نشانی داد

برو معالجهٔ خود کن ای نصیحت گوی
شراب و شاهد و ساقی کرا زیانی داد

تنش درست و دلش شاد باد و خاطر خوش
که دست داد و دهش داد ناتوانی داد

گذشت بر من مسکین و با رقیبان گفت | دریغ عاشق مسکین من که جانی داد

خزینهٔ دل حافظ زگوهر اسرار
بیمن عشق تو سرمایهٔ جهانی داد

پیرانه سرم عشق جوانی بسر افتاد | وان راز که در دل بنهفتم بدر افتاد
از راه نظر مرغ دلم گشت هواگیر | ای دیده نظر کن که بدام که در افتاد
دردا که ازان آهوی مشکین سیه چشم | چون نافه بسی خون دلم در جگر افتاد
بار غم او عرضه بهر کس که نمودم | عاجز شد و این قرعه بنامم زسر افتاد
از رهگذر خاک سر کوی شما بود | هر نافه که در دست نسیم سحر افتاد
مژگان تو تا تیغ جهانگیر برآورد | بس کشتهٔ دل زنده که بر یکدگر افتاد
این باده که پرورد که خمار خرابات | از بوی بهشتیش زخود بیخبر افتاد
بس تجربه کردیم درین دار مکافات | با دردکشان هر که درافتاد برافتاد
گر جان بدهد سنگ سیه لعل نگردد | با طینت اصلی چه کند بدگهر افتاد

حافظ که سر زلف بتان دست کشش بود
بس طرفه حریفیست کش اکنون بسر افتاد

برید باد صبا دوشم آگهی آورد | که روز محنت و غم روبکوتهی آورد

بمطربانِ صبوحی دهیم جامهٔ چاک
بدین نوید که بادِ سحرگهی آورد

نسیمِ زلفِ تو شد خضرِ راهم اندر عشق
زهی رفیق که بختم بهمرهی آورد

بیا بیا که طهورِ بهشت را رضوان
درین جهان ز برای دل رهی آورد

بجبرِ خاطرِ ما کوش کاین کلاهِ نمد
بسی شکست که بر افسرِ شهی آورد

چه نالها که رسید از دلم بخرگهِ ماه
چو یادِ عارضِ آن ماهِ خرگهی آورد

رساند رایتِ منصور بر فلک حافظ
چو التجا بجنابِ شهنشهی آورد

بکوی میکده یارب سحر چه مشغله بود
که جوشِ شاهد و ساقی و شمع و مشعله بود

حدیثِ عشق که از حرف و صوت مستغنیست
بنالهٔ دف و نی در خروش و ولوله بود

مباحثی که در آن حلقهٔ جنون میرفت
ورای مدرسه و قیل و قال و مسئله بود

دل از کرشمهٔ ساقی بشکر بود ولی
ز نامساعدتِ بختش اندکی گله بود

قیاس کردم ازان چشمِ جادوانهٔ مست
هزار ساحرِ چون سامریش در گله بود

بگفتمش بلبم بوسهٔ حوالت کن
بخنده گفت کیت با من این معامله بود

ز اخترم نظرِ سعد در ره است که دوش
میانِ ماه و رخِ یارِ من مقابله بود

دهانِ یار که درمانِ دردِ حافظ داشت
فغان که وقتِ مروت چه تنگ حوصله بود

بوی خوش تو هر که ز باد صبا شنید | از یار آشنا سخن آشنا شنید

ایش سزا نبود دل حق گذار من | کز غمگسار خود سخن ناسزا شنید

ای شاه حسن چشم بحال گدا فکن | کین گوش بس حکایت شاه و گدا شنید

خوش میکنم بباده مشکین مشام جان | کز دلق پوش صومعه بوی ریا شنید

سر خدا که عارف سالک بکس نگفت | در حیرتم که باده فروش از کجا شنید

ما باده زیر خرقه نه امروز میکشیم | صد بار پیر میکده این ماجرا شنید

یارب کجاست محرم رازی که یکزمان | دل شرح آن دهد که چه دید و چها شنید

مامی ببانگ چنگ نه امروز میکشیم | بس دیر شد که گنبد چرخ این صدا شنید

ساقی بیا که عشق ندا میکند بلند | آنکس که گفت قصه ما هم ز ما شنید

پند حکیم عین صوابست و محض خیر | فرخنده بخت آنکه بسمع رضا شنید

حافظ وظیفه تو دعا گفتن است و بس
در بند آن مباش که نشنید یا شنید

بر سر آنم که گر ز دست برآید | دست بکاری زنم که غصه سر آید

منظر دل نیست جای صحبت اغیار | دیو چو بیرون رود فرشته درآید

صحبت حکام ظلمت شب یلداست | نور ز خورشید خواه بو که برآید

بر در ارباب بی مروت دنیا — چند نشینی که خواجه کی بدر آید

بگذر ازین روزگار تلخ تر از زهر — بار دگر روزگار چون شکر آید

صالح و طالح متاع خویش نمودند — تا که قبول افتد و چه در نظر آید

بلبل عاشق تو عمر خواه که آخر — باغ شود سبز و شاخ گل بدر آید

صبر و ظفر هر دو دوستان قدیم اند — بر اثر صبر نوبت ظفر آید

غفلت حافظ درین سرا چه عجب نیست

هر که بمیخانه رفت بیخبر آید

پیش ازینت بیش ازین غمخواری عشاق بود — مهرورزی تو با ما شهرهٔ آفاق بود

یاد باد آن صحبت شبها که با زلف توام — بحث سر عشق و ذکر حلقهٔ عشاق بود

حسن مه رویان مجلس گرچه دل می برد و دین — عشق ما با لطف طبع و خوبی اخلاق بود

از دم صبح ازل تا آخر شام ابد — دوستی و مهر بر یک عهد و یک میثاق بود

سایهٔ معشوق اگر افتاد بر عاشق چه شد — ما باو محتاج بودیم او بما مشتاق بود

پیش ازین کین سقف سبز و طاق مینا برکشید — منظر چشم مرا ابروی جانان طاق بود

رشتهٔ تسبیح اگر بگسست معذورم بدار — دستم اندر ساعد ساقی سیمین ساق بود

بر در شاهم گدائی نکتهٔ در کار کرد — گفت بر هر خوان که بنشستم خدا رزاق بود

شعر حافظ در زمان آدم اندر باغ خلد
دولت نسرین و گل را زینت اوراق بود

تا ز میخانه و مے نام و نشان خواهد بود — سر ما خاک ره پیر مغان خواهد بود

حلقه پیر مغانم ز ازل در گوش ست — ما همانیم که بودیم و همان خواهد بود

بر سر تربت ما چون گذری همت خواه — که زیارتگه رندان جهان خواهد بود

بر زمینی که نشان کف پاے تو بود — سالها سجده صاحب نظران خواهد بود

برو ای زاهد خود بین که ز چشم من و تو — راز این پرده نهانست و نهان خواهد بود

ترک عاشق کش من مست برون رفت امروز — تا کرا خون دل امروز روان خواهد بود

عیب مستان مکن ای خواجه کزین کهنه رباط — کس ندانست که رحلت بچسان خواهد بود

چشمم آن دم که ز شوق تو نهد سر بلحد — تا دم صبح قیامت نگران خواهد بود

بخت حافظ گر ازین گونه مدد خواهد کرد
زلف معشوقه بدست دگران خواهد بود

ترسم که اشک در غم ما پرده در شود — وین راز سر بمهر بعالم سمر شود

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر — آرے شود ولیک بخون جگر شود

خواهم شدن بمیکده گریان و دادخواه — کز دست غم خلاص دل آنجا مگر شود

این سرکشی که در سر سرو بلند تست / کے با تو دستِ کوتہِ ما در کمر شود

این قصرِ سلطنت که تواش ماه منظری / سرہا بر آستانۂ او خاکِ در شود

از ہر کنارہ تیرِ دعا کردہ ام روان / باشد کزین میانہ یکے کارگر شود

از کیمیای مہرِ تو زر گشت روے من / آرے بیمنِ ہمتِ تو خاک زر شود

ای دل حدیثِ ما بر دلدار عرضہ کن / لیکن چنان مکن کہ صبا را خبر شود

روزے اگر غمی رسدت تنگدل مباش / رو شکر کن مباد کہ از بد بتر شود

ای دل صبور باش مخور غم کہ عاقبت / ازشام صبح گردد و ازشب سحر شود

در تنگنای حیرتم از نخوتِ رقیب / یارب مباد آنکہ گدا معتبر شود

بس نکتہ غیرِ حسن بباید کہ تا کسے / مقبولِ طبع مردمِ صاحب نظر شود

مہرِ تو در دل و غمِ عشقِ تو در سرم / با شیر در درون شد و با جان بدر شود

حافظ سر از لحد بدر آرد بپای بوس / گر خاکِ او بپاے شما بے سپر شود

تنت بنازِ طبیبان نیازمند مباد / وجودِ نازکت آزردہ از گزند مباد

سلامتِ ہمہ آفاق در سلامتِ تست / بہیچ عارضہ شخصِ تو دردمند مباد

درین چمن چو درآید خزان بیغمائے / رہش بسروِ سہی قامتِ بلند مباد

دران بساط که حسنِ تو جلوه اندازد — مجالِ طعنه بدبین بدپسند مباد
جمالِ صورت و معنی ز یمنِ همتِ تست — که ظاهرت دژم و باطنت نژند مباد
هر آنکه روی چو ماهت بچشمِ بد بیند — بر آتشِ تو بجز جسم او سپند مباد

[illegible]

شفا ز گفتهٔ شکرفشان حافظ جوی — که حاجتت بعلاجِ گلاب و قند مباد

ترکِ من چون جعدِ مشکین گردِ کاکل بشکند — لاله را دل خون شود بازارِ سنبل بشکند
در خرامان سروِ گلنارش کند میلِ چمن — سرو را از پا در اندازد دلِ گل بشکند
تا خیالِ ابروی جانان ز چشمم دور شد — اندرین ره سیلها باشد که صد پل بشکند
چون نسیمِ صبحگاهی پردهٔ گل بر درد — خارِ غم اندر دلِ مجروحِ بلبل بشکند

حافظ این سرِّ وحدت را ز دستِ خود مده — تا خیالِ زهد و تقوی را توکل بشکند

جان بی جمالِ جانان میلِ جهان ندارد — هر کس که این ندارد حقا که آن ندارد
با هیچکس نشانی زان دلستان ندیدم — یا من خبر ندارم یا او نشان ندارد
هر شبنمی درین ره صد موجِ آتشین است — دردا که این معما شرح و بیان ندارد
سر منزلِ قناعت نتوان ز دست دادن — ای ساربان فروکش کاین ره کران ندارد

چنگِ خمیدہ قامت میخواندت بعشرت | بشنو کہ پندِ پیران ہیچت زیان ندارد

گر خود رقیب شمع ست احوال ازو بپوشان | کان شوخِ سربریدہ بندِ زبان ندارد

ذوقے چنان ندارد بی دوست زندگانی | بی دوست زندگانی ذوقی چنان ندارد

احوالِ گنجِ قارون کایام داد برباد | در گوشِ گل فرو خوان تا زر نہان ندارد

این را کہ خواند استاد گر بنگری بتحقیق | صنعتگریست اما طبعِ روان ندارد

ای دل طریقِ رندی از محتسب بیاموز | مست ست و در حقِ او این کس گمان ندارد

کس در جہان ندارد یک بندہ چو حافظ

زیرا کہ چون تو شاہے کس در جہان ندارد

جان زاپردی عید از ہلال وسمہ کشید | ہلالِ عید بہ ابروی یار باید دید

شکستہ گشت چو پشتِ ہلال قامتِ من | کمان ابروے یارم کہ باز وسمہ کشید

مپوش روی و مشو در خطا ز تفرجِ حسن | کہ خواند خطِ تو بر روے وان نگاہ دمید

نسیمِ تنت صبح در چمن بگذشت | کہ گل ببوے خوشت ہمچو صبح جامہ درید

بیا کہ با تو بگویم غمِ ملالتِ دل | چرا کہ بے تو ندارم مجالِ گفت و شنید

بنود چنگ و رباب و گل و نبید کہ بود | گلِ وجودِ من آغشتہ شراب و نبید

بہاے وصلِ تو گر جان بود خریدارم | کہ جنسِ خوب مبصر بہر چہ دید خرید

مریز آبِ سرشکم کہ بی بود درا ز تو	چو باد میشد و در خاکِ راہ می غلطید
چو ماہِ روے تو در زیرِ زلف میدیدم	شبم بروی تو روشن چو روز میگردید
بلب رسید مرا جان و بر نیامد کام	بسر رسید امید و طلب بسر نرسید
زانقلابِ زمانہ طمع مدار ای شیخ	چو صبح بر رخِ عالم ازین صفت خندید
دلم ز زلفِ تو شوریدہ بود میدانم	کہ پیشِ روی تو بر خود چو برق می خندید

ز شوقِ لعلِ تو حافظ نوشت شعری چند
بخوان تو نظمش و در گوش کش چو مروارید

جمالت آفتابِ ہر نظر باد	ز خوبی روی خوبت خوبتر باد
ہمای اوج شاہین شہپرت را	دلِ شاہانِ عالم زیرِ پر باد
دلے کو بستۂ زلفت نباشد	ہمیشہ غرقۂ خونِ جگر باد
بتا چون غمزہ ات ناوک کشاید	دلِ مجروحِ من پیشش سپر باد
چو لعلِ شکرینت بوسہ بخشد	مذاقِ جانِ من زو پر شکر باد
مرا از تست ہر دم تازہ عشقے	ترا ہر ساعتے حسنِ دگر باد

بجان مشتاقِ روی تست حافظ
ترا بر حالِ مشتاقان نظر باد

چو رویت مهر و مه تابان نباشد | چو قدت سرو در بستان نباشد
چو لعل و لؤلؤت در دلفریبی | دُرِ دریا و لعلِ کان نباشد
میانِ خطِ سبزت لعلِ نوشین | عجب گر چشمهٔ حیوان نباشد
چو فندق پستهٔ اش خندد بحالم | چرا بادام من گریان نباشد
سوادِ کفرِ زلفِ او که دل را | بروی تو از آن ایمان نباشد
بتو نسبت نباشد هیچ تن را | نه تن بالله که شکلت جان نباشد

اگرچه هست شیرین شعرِ حافظ
چو لعلِ خسروِ خوبان نباشد

چو آفتابِ مے از مشرقِ پیاله بر آید | ز باغِ عارضِ ساقی هزار لاله بر آید
نسیم در سرِ گل بشکند کلالهٔ سنبل | چو در میانِ چمن بوی آن کلاله بر آید
حکایتِ شبِ هجران نه آن حکایتِ حالست | که شمهٔ ز بیانش بصد رساله بر آید
ز گردِ خوانِ نگونِ فلک مدار توقع | که بی ملالتِ صد غصه یک نواله بر آید
گرت چو نوحِ نبی صبر هست در غمِ طوفان | بلا بگردد و کامِ هزار ساله بر آید
بسعیِ خود نتوان برد پے بگوهرِ مقصود | خیال باشد کاین کار بی حواله بر آید
نسیمِ وصلِ تو گر بگذرد بتربتِ حافظ | ز خاکِ کالبدش صد هزار ناله بر آید

چو باد عزم سر کوی یار خواهم کرد / نفس ببوی خوشش مشکبار خواهم کرد
هر آبروی که اندوختم ز دانش و دین / نثار خاک ره آن نگار خواهم کرد
بهرزه بی می و معشوق عمر میگذرد / بطالتم بس از امروز کار خواهم کرد
صبا کجاست که این جان خون گرفته چو گل / فدای نکهت گیسوی یار خواهم کرد
چو شمع صبحدمم شد ز مهر او روشن / که عمر در سر این کار و بار خواهم کرد
بیاد چشم تو خود را خراب خواهم ساخت / بنای عهد قدیم استوار خواهم کرد
نفاق و زرق نبخشد صفای دل حافظ / طریق رندی و عشق اختیار خواهم کرد

چه مستی است ندانم که رو بما آورد / که بود ساقی و این باده از کجا آورد
دلا چو غنچه شکایت ز بخت بسته مکن / که باد صبح نسیم گره گشا آورد
رسیدن گل و نسرین بخیر و خوبی باد / بنفشه شاد و خوش آمد سمن صفا آورد
علاج ضعف دل ما کرشمه ساقیست / بر آر سر که طبیب آمد و دوا آورد
صبا بخوش خبری هدهد سلیمان است / که مژده طرب از گلشن سبا آورد
چه راه میزند از مطرب مقام شناس / که در میان غزل قول آشنا آورد
تو نیز باده بچنگ آر و راه صحرا گیر / که مرغ نغمه سرا ساز خوش نوا آورد

مرید پیر مغانم ز من مرنج ای شیخ — چرا که وعده تو کردی و او بجا آورد

بتنگ چشمی آن ترک لشکری نازم — که حمله بر من مسکین یک قبا آورد

فلک غلامی حافظ کنون بطوع کند
که التجا بدر دولت شما آورد

چو دست بر سر زلفش زنم بتاب رود — ور آشتی طلبم بر سر عتاب رود

چو ماه نو ره نظارگان بیچاره — زند بگوشه ابرو و در نقاب رود

طریق عشق پر آشوب فتنه است ای دل — بیفتد آنکه درین راه باشتاب رود

گدائی در جانان بسلطنت مفروش — کسی ز سایه این در بآفتاب رود

حباب را چو فتد باد نخوت اندر سر — کلاه داریش اندر سراب رود

شب شراب خرابم کند به بیداری — وگر بروز حکایت کنم بخواب رود

مرا تو عهد شکن خوانده و میترسم — که با تو روز قیامت همین خطاب رود

دلا چو پیر شدی حسن و نازکی مفروش — که این معامله با عالم شباب رود

سواد نامه موی سیاه چون شد طی — بیاض کم نشود ور صد انتخاب رود

تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز
خوشا کسیکه درین راه بی حجاب رود

حسب حالی ننوشتیم و شد ایامی چند — قاصدی کو که فرستم بتو پیغامی چند

ما بدان مقصدِ عالی نتوانیم رسید — هم مگر پیش نهد لطفِ شما گامی چند

چون می از خم بسبو رفت و گل افگند نقاب — فرصتِ عیش نگهدار و بزن جامی چند

قند آمیخته با گل نه علاجِ دلِ ماست — بوسه چندی بیامیز بدشنامی چند

ای گدایانِ خرابات خدا یارِ شماست — چشمِ انعام مدارید ز انعامی چند

زاهد از کوچه رندان بسلامت بگذر — تا خرابت نکند صحبتِ بدنامی چند

عیبِ می جمله چو گفتی هنرش نیز بگو — نفیِ حکمت مکن از بهرِ دلِ عامی چند

پیرِ میخانه چه خوش گفت بدردی کشِ خویش — که مگو حالِ دلِ سوخته با خامی چند

حافظ از تابِ رخِ مهر فروغِ تو بسوخت
کامگارا نظری کن سوی ناکامی چند

حسنِ تو همیشه در فزون باد — رویت همه ساله لاله گون باد

اندر سرِ من هوای عشقت — هر روز که هست در فزون باد

قدِ همه دلبرانِ عالم — در خدمتِ قامتت نگون باد

هر سرو که در چمن برآید — پیشِ الفِ قدت چو نون باد

چشمی که نه فتنهٔ تو باشد — از گوهرِ اشک غرقِ خون باد

هر جا که دلیست در غم تو / بی صبر و قرار و بی سکون باد

چشم تو ز بهر دلربائی / در گردن سحر ذو فنون باد

هر کس که بهجر تو نسازد / از حلقهٔ وصل تو برون باد

لعل تو که هست جان حافظ / دور از لب هر خسیس دون باد

خسروا گوی فلک در خم چوگان تو باد / ساحت کون و مکان عرصهٔ میدان تو باد

همه آفاق گرفت و همه اطراف گشاد / صیت خلق تو که پیوسته نگهبان تو باد

زلف خاتون ظفر شیفتهٔ پرچم تست / دیدهٔ فتح ابد عاشق جولان تو باد

ای که انشای عطارد صفت شوکت تست / عقل کل چاکر طغرا کش دیوان تو باد

طیرهٔ جلوهٔ طوبی قد دلجوی تو شد / غیرت خلد برین ساحت ایوان تو باد

نه بتنها حیوانات و نباتات و جماد / هر چه در عالم امرست بفرمان تو باد

حافظ خسته باخلاص ثناخوان تو شد / لطف عام تو شفابخش ثناخوان تو باد

خوش ست خلوت اگر یار یار من باشد / نه من بسوزم و او شمع انجمن باشد

من آن نگین سلیمان بهیچ نستانم / که گاه گاه درو دست اهرمن باشد

روا مدار خدایا که در حریم وصال — رقیب محرم و حرمان نصیب من باشد

همای گو مفگن سایهٔ شرف هرگز — دران دیار که طوطے کم از زغن باشد

بیان شوق چه حاجت که حال آتش دل — توان شناخت ز سوزیکه در سخن باشد

هوای کوے تو از سر نمیرود ما را — غریب را دل آواره در وطن باشد

بسان سوسن اگر ده زبان شود حافظ — چو غنچه پیش تو اش مهر بر دهن باشد

خوش آمد گل وزان خوشتر نباشد — که در دستت بجز ساغر نباشد

زمان خوشدلے دریاب دریاب — که دائم در صدف گوهر نباشد

غنیمت دان و می خور در گلستان — که گل تا هفتهٔ دیگر نباشد

عجب راهیست راه عشق کانجا — کسے سر برکند کش سر نباشد

بشوی اوراق اگر همدرس مائی — که علم عشق در دفتر نباشد

ز من منیوش و دل در شاهدی بند — که حسنش بستهٔ زیور نباشد

بیا اے شیخ در خمخانهٔ ما — شرابی خور که در کوثر نباشد

ایا پر لعل کرده جام زرین — ببخشا بر کسے کش زر نباشد

شراب بے خمارم بخش یا رب — که با او هیچ درد سر نباشد

بنام ایزد بتِ سیمین تنم هست | که در بتخانهٔ آذر نباشد
من از جان بندهٔ سلطان اویسم | اگرچه یادش از چاکر نباشد
بتاجِ عالم آرایش که خورشید | چنین زیبندهٔ افسر نباشد

کسی گیرد خطا در نظمِ حافظ
که هیچش لطف در گوهر نباشد

خستگان را چو طلب باشد و قوت نبود | گر تو بیداد کنی شرطِ مروت نبود
ما جفا از تو ندیدیم و تو هم نپسندی | آنچه در مذهبِ ارباب فتوت نبود
تا که افسون نکند جادوی چشمِ تو مدام | نور در سوختنِ شمع محبت نبود
چون چنین نیک ز سررشتهٔ خود بیخبرم | آن مبادا که مددگاری فرصت نبود
هر که آئینهٔ صافی نشد از زنگِ هوا | دیده اش قابلِ نظارهٔ حکمت نبود
خیره آن دیده که آبش نبرد گریهٔ عشق | تیره آن دل که درو نورِ مودت نبود
چون طهارت نبود کعبه و بتخانه یکیست | نبود خیر در آنخانه که عصمت نبود
دولت از مرغِ همایون طلب و سایهٔ او | زانکه با زاغ و زغن شهپرِ دولت نبود
گر مدد خواستم از پیرِ مغان عیب مکن | شیخ ما گفت که در صومعه همت نبود
حافظا علم و ادب ورز که در مجلسِ شاه | هر کرا نیست ادب لائقِ صحبت نبود

دلبر برفت و دل شدگان را خبر نکرد ‏ یاد حریف شهر و رفیق سفر نکرد

یا بخت من طریق محبت فروگذاشت ‏ یا او بشاهراه حقیقت گذر نکرد

من ایستاده تا کنمش جان فدا چو شمع ‏ او خود گذر بمن چو نسیم سحر نکرد

گفتم مگر بگریه دلش مهربان کنم ‏ در سنگ خاره قطرهٔ باران اثر نکرد

هر کس که دید روی تو بوسید چشم من ‏ کاری که کرد دیدهٔ من بی نظر نکرد

در حیرتم که بهر چه شد همدم رقیب ‏ خرمهره هیچکس چو زرین گهر نکرد

کلک زبان بریدهٔ حافظ در انجمن
با کس نگفت راز تو تا ترک سر نکرد

دل از من برد و روی از من نهان کرد ‏ خدا را با که این بازی توان کرد

شب تنهائیم در قصد جان بود ‏ خیالش لطفهای بیکران کرد

چرا چون لاله خونین دل نباشم ‏ که با من نرگس او سرگران کرد

صبا گر چاره داری وقت وقتست ‏ که درد اشتیاقم قصد جان کرد

بر انسان سوخت چون شمعم که بر من ‏ صراحی گریه و بربط فغان کرد

میان مهربانان کی توان گفت ‏ که یار من چنین گفت و چنان کرد

عدو با جان حافظ آن نکردی ‏ که تیر چشم آن ابرو کمان کرد

دلا بسوز که سوز تو کارها بکند ... دعای نیم شبی دفع صد بلا بکند

عتاب یار پریچهره عاشقانه بکش ... که یک کرشمه تلافی صد جفا بکند

ز ملک تا ملکوتش حجاب بر گیرند ... هر آنکه خدمت جام جهان نما بکند

طبیب عشق مسیحادمست و مشفق لیک ... چو درد در تو نبیند کرا دوا بکند

تو با خدای خود انداز کار و دل خوش دار ... که رحم اگر نکند مدعی خدا بکند

ز بخت خفته ملولم بود که بیداری ... بوقت فاتحهٔ صبح یک دعا بکند

بسوخت حافظ و بوئی ز زلف یار نبرد ... مگر دلالت این دولتش صبا بکند

دیدی ای دل که غم یار دگربار چه کرد ... چون بشد دلبر و با یار وفادار چه کرد

آه از آن نرگس جادو که چه بازی انگیخت ... وای از آن مست که با مردم هشیار چه کرد

اشک من رنگ شفق یافت ز بیمهری یار ... طالع بی شفقت بین که درین کار چه کرد

ساقیا جام میم ده که نگارندهٔ غیب ... نیست معلوم که در پردهٔ اسرار چه کرد

آنکه پر نقش زد این دائرهٔ مینائی ... کس ندانست که در گردش پرگار چه کرد

برقی از پردهٔ لیلی بدرخشید سحر ... وه که با خرمن مجنون دل افگار چه کرد

برق عشق آتش غم در دل حافظ زد و سوخت ... یار دیرینه ببینید که با یار چه کرد

دست در حلقهٔ آن زلفِ دوتا نتوان کرد
تکیه بر عهدِ تو و بادِ صبا نتوان کرد

آنچه سعی ست من اندر طلبت بنمودم
این قدر هست که تغییرِ قضا نتوان کرد

دامنِ دوست بصد خونِ دل افتاد بدست
بفسونی که کند خصم رها نتوان کرد

عارضش را بمثل ماهِ فلک نتوان خواند
نسبتِ دوست بهر بی سر و پا نتوان کرد

سرو بالای من آن دم که در آید بسماع
چه محل جامهٔ جان را که قبا نتوان کرد

مشکل عشق که در حوصلهٔ دانش ماست
حلِ این نکته بدین فکرِ خطا نتوان کرد

غیرتم کشت که محبوبِ جهانی لیکن
روز و شب عربده با خلقِ خدا نتوان کرد

من چه گویم که ترا نازکیِ طبعِ لطیف
تا بحدیست که آهسته دعا نتوان کرد

نظرِ پاک توان در رخِ جانان دیدن
که در آئینه نظر جز بصفا نتوان کرد

بجز ابروی تو محرابِ دلِ حافظ نیست
طاعتِ غیرِ تو در مذهبِ ما نتوان کرد

دانی که چنگ و عود چه تقریر میکنند
پنهان خورید باده که تکفیر میکنند

ناموسِ عشق و رونقِ عشاق می برند
عیبِ جوان و سرزنشِ پیر میکنند

جز قلبِ تیره هیچ نشد حاصل و هنوز
باطل درین خیال که اکسیر میکنند

گویند رمزِ عشق مگوئید و مشنوید
مشکل حکایتی ست که تقریر میکنند

تشویشِ وقتِ پیرِ مغان میدهند باز
این سالکان نگر که چه با پیر میکنند

صد ملکِ دل به نیم نظر میتوان خرید
خوبان درین معامله تقصیر میکنند

ما از برونِ در شده مغرورِ صد فریب
تا خود درونِ پرده چه تقریر میکنند

قومی بجد و جهد گرفتند وصلِ دوست
قومی دگر حواله بتقدیر میکنند

فی الجمله اعتماد مکن بر ثباتِ دهر
کاین کارخانه ایست که تغییر میکنند

می خور که شیخ و حافظ و مفتی و محتسب
چون نیک بنگری همه تزویر میکنند

در نظربازیِ ما بیخبران حیرانند
من چنینم که نمودم دگر ایشان دانند

عاقلان نقطهٔ پرگارِ وجودند ولی
عشق داند که درین دایره سرگردانند

وصفِ رخسارهٔ خورشید ز خفاش مپرس
که درین آینه صاحب نظران حیرانند

گر شوند آگه از اندیشهٔ ما مغبچگان
بعد ازین خرقهٔ صوفی بگرو نستانند

لافِ عشق و گله از یار زهی لافِ خلاف
عشقبازان چنین مستحقِ هجرانند

جلوه گاهِ رخِ او دیدهٔ من تنها نیست
ماه و خورشید همین آینه میگردانند

گرم چشمِ سیاهِ تو بیاموزد کار
ورنه مستوری و مستی همه کس نتوانند

مفلسانیم و هوایِ می و مطرب داریم
آه اگر خرقهٔ پشمین بگرو نستانند

گر به نزهتگه ارواح برد بوی تو باد — عقل و جان گوهر هستی به نثار افشانند

زاهد ار رندی حافظ نکند فهم چه باک
دیو بگریزد از آن قوم که قرآن خوانند

دوش وقت سحر از غصه نجاتم دادند — واندر آن ظلمت شب آب حیاتم دادند
بیخود از شعشعهٔ پرتو ذاتم کردند — باده از جام تجلی بصفاتم دادند
چه مبارک سحری بود و چه فرخنده شبی — آن شب قدر کراین تازه براتم دادند
چون من از عشق رخش بیخود و حیران گشتم — خبر از واقعهٔ لات و مناتم دادند
من اگر کامروا گشتم و خوشدل چه عجب — مستحق بودم و اینها بزکاتم دادند
بعد از این روی من و آینهٔ حسن نگار — که در آنجا خبر از جلوهٔ ذاتم دادند
هاتف آن روز بمن مژدهٔ این دولت داد — که بیاز از غمت صبر و ثباتم دادند
این همه قند و شکر کز سخنم می‌ریزد — اجر صبریست کز آن شاخ نباتم دادند
کیمیائیست عجب بندگی پیر مغان — خاک او گشتم و چندین درجاتم دادند
بحیات ابد آن روز رسانید مرا — خط آزادگی از حسن بجاتم دادند
عاشق آن دم که بدام سر زلف تو فتاد — گفت کز بند غم و غصه نجاتم دادند
شکر شکر بشکرانه بیفشان ای دل — که نگار خوش شیرین حرکاتم دادند

همت حافظ و انفاس سحرخیزان بود
که ز بند غم ایام نجاتم دادند

دوش دیدم که ملائک در میخانه زدند — گل آدم بسرشتند و به پیمانه زدند
ساکنان حرم ستر عفاف ملکوت — با من راه‌نشین باده مستانه زدند
شکر ایزد که میان من و او صلح فتاد — حوریان رقص کنان ساغر شکرانه زدند
جنگ هفتاد و دو ملت همه را عذر بنه — چون ندیدند حقیقت ره افسانه زدند
آسمان بار امانت نتوانست کشید — قرعهٔ فال بنام من دیوانه زدند
نقطهٔ عشق دل گوشه‌نشینان خون کرد — همچو آن خال که بر عارض جانانه زدند
ما بصد خرمن پندار ز ره چون برویم — چون ره آدم خاکی به یکی دانه زدند
آتش آن نیست که بر شعلهٔ او خندد شمع — آتش آنست که در خرمن پروانه زدند

کس چو حافظ نکشید از رخ اندیشه نقاب
تا سر زلف عروسان سخن شانه زدند

دل من بدور رویت ز چمن فراغ دارد — که چو سرو پای بندست و چو لاله داغ دارد
سر ما فرو نیاید بکمان ابروی کس — که درون گوشه‌گیران ز جهان فراغ دارد
شب تیره چون سر آرم ره پیچ پیچ زلفت — مگر آنکه شمع رویت بر هم چراغ دارد

ز بنفشه تاب دارم که ز زلف او زند دم / تو سیاه کم بها بین که چه در دماغ دارد

بفروغ چهره زلفت همه شب زند ره دل / چه دلاورست دزدی که بکف چراغ دارد

سزد ار چو ابر بهمن که برین چمن بگریم / طرب آشیان بلبل بنگر که زاغ دارد

من و شمع صبحگاهی سزد ار بهم بگرییم / که بسوختیم و از ما بت ما فراغ دارد

بچمن خرام و بنگر بر تخت گل که لاله / بندیم شاه ماند که بکف ایاغ دارد

سر درس عشق دارد دل دردمند حافظ / که نه خاطر تماشا نه هوای باغ دارد

دادگرا فلک ترا جرعه‌کش پیاله باد / دشمن دل سیاه تو غرقه بخون چو لاله باد

ذروهٔ کاخ رفعتت رست ز فرط ارتفاع / راهروان وهم را راه هزار ساله باد

زلف سیاه پرچمت چشم و چراغ عالمست / جان ز نسیم دولتت در شکن کلاله باد

ای مه برج معدلت مقصد کل زآدمی / باده صاف دائمت در قدح و پیاله باد

چون بهوای قامتت زهره شود ترانه ساز / حاسدت از سماع آن همدم آه و ناله باد

نه طبق سپهر و آن قرصهٔ سیم و زر که هست / از لب خوان حشمتت سهل‌ترین نواله باد

دختر فکر بکر من همدم صحبت تو شد / مهر جبین عروس را همه بکفت حواله باد

حافظ تو درین غزل حجت بندگی نوشت / لطف عبید پرورت شاهد این قباله باد

دیریست که دلدار پیامی نفرستاد | ننوشت کلامی و سلامی نفرستاد
صد نامه فرستادم و آن شاه سواران | پیکی ندوانید و پیامی نفرستاد
سوی من وحشی صفت عقل رمیده | آهو روشی کبک خرامی نفرستاد
دانست که خواهد شدنم مرغ دل از دست | زان طره چون سلسله دامی نفرستاد
فریاد که آن ساقی شکرلب سرمست | دانست که مخمورم و جامی نفرستاد
چند آنکه زدم لاف کرامات مقامات | هیچم خبر از هیچ مقامی نفرستاد

حافظ بادب باش که درخواست نباشد
گر شاه پیامی بغلامی نفرستاد

دی پیر میفروش که ذکرش بخیر باد | گفتا شراب نوش و غم دل ببر زیاد
گفتم بباد میدهدم باده نام و ننگ | گفتا قبول کن سخن و هر چه باد باد
سود و زیان و مایه چو خواهد شدن ز دست | از بهر این معامله غمگین مباش و شاد
بیخار گل نباشد و بی نیش نوش هم | تدبیر چیست وضع جهان این چنین فتاد
پرکن زباده جام دمادم بگوش هوش | بشنو از و حکایت جمشید و کیقباد
در آرزوی آنکه رسد دل براحتی | جان در درون سینه غم عشق او نهاد
بادت بدست باشد اگر دل نهی بهیچ | در معرضی که تخت سلیمان رود بباد

حافظ گرت ز پند حکیمان ملالت است
کوته کنیم قصه که عمرت دراز باد

دوش در حلقهٔ ما قصهٔ گیسوی تو بود
تا دل شب سخن از سلسلهٔ موی تو بود

دل که از ناوک مژگان تو در خون میگشت
باز مشتاق کمان خانهٔ ابروی تو بود

هم عفاالله ز صبا کز تو پیامی آورد
ورنه در کس نرسیدیم که در کوی تو بود

عالم از شور و شر عشق خبر هیچ نداشت
فتنه انگیز جهان غمزهٔ جادوی تو بود

من سرگشته هم از اهل سلامت بودم
دام راهم شکن طرهٔ هندوی تو بود

بگشا بند قبا تا بگشاید دل من
که گشادی که مرا بود ز پهلوی تو بود

بوفای تو که بر تربت حافظ بگذر
کز جهان میشد و در آرزوی روی تو بود

در ازل پرتو حسنت ز تجلی دم زد
عشق پیدا شد و آتش بهمه عالم زد

جلوه کرد رخش دید ملک عشق نداشت
عین آتش شد ازین غیرت و بر آدم زد

مدعی خواست که آید بتماشاگه راز
دست غیب آمد و بر سینهٔ نامحرم زد

عقل میخواست کزان شعله چراغ افروزد
برق غیرت بدرخشید و جهان برهم زد

جان علوی هوس چاه زنخدان تو داشت
دست در حلقهٔ آن زلف خم اندر خم زد

دیگران قرعهٔ قسمت همه بر عیش زدند | دل غمدیدهٔ ما بود که هم بر غم زد

نظری کرد که بیند بجهان صورت خویش | خیمه در آب و گل مزرعهٔ آدم زد

حافظ آن روز طربنامهٔ عشق تو نوشت

که قلم بر سر اسباب دل خرم زد

دوش می آمد و رخساره برافروخته بود | تا کجا باز دل غمزده سوخته بود

رسم عاشق کشی و شیوهٔ شهرآشوبی | جامهٔ بود که بر قامت او دوخته بود

کفر زلفش ره دین میزد و آن سنگین دل | در رهش مشعله از چهره برافروخته بود

دل بسی خون بکف آورد ولی دیده بریخت | الله الله که تلف کرد و که اندوخته بود

یار مفروش بدنیا که بسی سود نکرد | آنکه یوسف بزر ناسره بفروخته بود

جان عشاق سپند رخ خود میدانست | و آتش چهره بدین کار برافروخته بود

گرچه میگفت که زارت بکشم میدیدم | که نهانش نظری با من دلسوخته بود

گفت و خوش گفت برو خرقه بسوزان حافظ

یا رب این قلب‌شناسی ز که آموخته بود

دوش آگهی ز یار سفر کرده داد باد | من نیز دل بباد دهم هر چه باد باد

در چین طرهٔ تو دل بی حفاظ من | هرگز نگفت مسکن مالوف یاد باد

دل خوش شدم بیادِ تو هر گه که در چمن | بندِ قبای غنچهٔ گل می گشاد باد

طرفِ کلاهِ شاهیت آمد بخاطرم | آنجا که تاج بر سرِ نرگس نهاد باد

کارم بدان رسید که همراه خود کنم | هر شام برقِ لامع و هر بامداد باد

از دست رفته بود وجودِ ضعیفِ من | صبحم ببوی وصلِ تو جان باز داد باد

امروز قدرِ پندِ عزیزان شناختم | یارب روانِ ناصحِ ما از تو شاد باد

تاریخِ عیشِ ما شبِ دیدارِ دوست بود | عهدِ شباب و صحبتِ احباب یاد باد

حافظ نهادِ نیک تو کامت برآورد
جانها فدای مردمِ نیکو نهاد باد

در آن هوا که جز برق اندر طلب نباشد | گر خرمنی بسوزد چندین عجب نباشد

مرغی که با غمِ دل شد الفتش حاصل | بر شاخسارِ عمرش برگِ طرب نباشد

در کارخانهٔ عشق از کفر ناگزیر است | آتش کرا بسوزد گر بولهب نباشد

در کیشِ جان فروشان فضل و هنر نزیبد | اینجا نسب نگنجد اینجا حسب نباشد

در محفلی که خورشید اندر شمارِ ذره است | خود را بزرگ دیدن شرطِ ادب نباشد

می خور که عمرِ سرمد گر در جهان توان یافت | جز بادهٔ بهشتی هیچش سبب نباشد

حافظ وصالِ جانان با چون تو تنگدستی | روزی شود که با او پیوندِ شب نباشد

دلم جز مهر مه‌رویان طریقی بر نمی‌گیرد
ز هر در می‌دهم پندش ولیکن در نمی‌گیرد

خدا را ای نصیحتگو حدیث از مطرب و می گو
که نقشی در خیال ما ازین خوشتر نمی‌گیرد

صراحی میکشم پنهان و مردم دفتر انگارند
عجب گر آتش این زرق در دفتر نمی‌گیرد

نصیحت کم کن و ما را بفریاد دف و نی بخش
که غیر از راستی نقشی درین جوهر نمی‌گیرد

میان گریه میخندم که چون شمع اندرین مجلس
زبان آتشینم هست لیکن در نمی‌گیرد

سر و چشمی باین خوبی تو گوئی چشم ازو برگیر
برو کاین وعظ بی‌معنی مرا در سر نمی‌گیرد

نصیحت گوی رندان را که با حکم قضا جنگست
دلش بس تنگ می‌بینم که در ساغر نمی‌گیرد

چه خوش صید دلم کردی بنازم چشم مستت را
که کس آهوی وحشی را ازین خوشتر نمی‌گیرد

سخن در احتیاج ما و استغنای معشوقست
چه سود افسونگری ای دل که در دلبر نمی‌گیرد

خدا را رحمی ای منعم که درویش سر کویت
در دیگر نمیداند ره دیگر نمی‌گیرد

من از پیر مغان دیدم کرامتهای مردانه
که این دلق ریائی را بجامی بر نمی‌گیرد

بدین شعر تر شیرین ز شاهنشه عجب دارم
که سر تا پای حافظ را چرا در زر نمی‌گیرد

دیدم بخواب خوش که بدستم پیاله بود
تعبیر رفت و کار بدولت حواله بود

چل سال رنج و غصه کشیدیم و عاقبت
تدبیر ما بدست شراب دو ساله بود

آن نافهٔ مراد که میخواستم ز غیب — در چین زلف آن بت مشکین کلاله بود

از دست برده بود چو دوم خمار عشق — دولت مساعد آمد و می در پیاله بود

نالان و داد خواه بمیخانه میروم — کانجا گشاد کار من از آه و ناله بود

خون میخورم ولیک جای شکایت است — روزی ما ز خوان کرم این نواله بود

بر طرف گلشنم نظر افتاد وقت صبح — آن دم که کار مرغ چمن آه و ناله بود

هر کو نکاشت مهر و ز خوبی گلی نچید — در رهگذار باد نگهبان لاله بود

آتش فگند در دل مرغان نسیم باغ — زان داغ سر بمهر که در جان لاله بود

آن شاه تند حمله که خورشید شیرگیر — پیشش بروز معرکه کمتر غزاله بود

دیدم که شعر دلکش حافظ بمدح شاه — هر بیت ازان سفینه به از صد رساله بود

دمی با غم بسر بردن جهان یکسر نمی ارزد — بمی بفروش دلق ما کزین بهتر نمی ارزد

بکوی میفروشانش بجامی برنمیگیرند — زهی سجادهٔ تقوی که یک ساغر نمی ارزد

شکوه تاج سلطانی که بیم جان درو درجست — کلاه دلکش است اما بدرد سر نمی ارزد

رقیبم سرزنشها کرد کز این باب رخ برتاب — چه افتاد این سر ما را که خاک در نمی ارزد

ترا آن به که روی خود ز مشتاقان بپوشانی — که سودای جهانداری غم لشکر نمی ارزد

بشو این نقش دلتنگی که دریا زیرکی — بنغمهای گوناگون سی می احمر نمی ارزد

دیار و یار مردم را مقید میکند لیکن — چه جای پارس کاین محنت جهان یکسر نمی ارزد

بس آسان می نمود اول غم دریا ببوی سود — غلط گفتم که هر موجش بصد گوهر نمی ارزد

برو کنج قناعت جو بکنج عافیت بنشین — که یکدم تنگدل بودن بحر و بر نمی ارزد

چو حافظ در قناعت کوش وز دنیای دون بگذر

که یک جو منت دونان بصد من زر نمی ارزد

دوستان دختر رز توبه ز مستوری کرد — شد بر محتسب و کار بدستوری کرد

آمد از پرده بمجلس عرقش پاک کنید — تا نگویند حریفان که چرا دوری کرد

مژدگانی بده ای دل که دگر مطرب عشق — راه مستانه زد و چاره مخموری کرد

جای آنست که در عقده وصالش گیرند — دختر رز که بحشم این همه مستوری کرد

نه بهفت آب که رنگش بصد آتش نرود — آنچه با خرقه زاهد می انگوری کرد

غنچه گلبن وصلم ز نسیمش نشگفت — مرغ خوشخوان طرب از برگ گل سوری کرد

حافظ افتادگی از دست مده زانکه حسود

عرض و مال و دل و دین در سر مغروری کرد

درخت دوستی بنشان که کام دل ببار آرد — نهال دشمنی برکن که رنج بیشمار آرد

چو مهمان خراباتی بعزت باش با رندان | که درد سرکشی جانا گرت مستی خمار آرد

شب صحبت غنیمت دان و داد خوشدلی بستان | بسی گردش کند گردون بسی لیل و نهار آرد

عماری دار لیلی را که مهد ماه در حکمست | خدایا در دل اندازش که بر مجنون گذار آرد

بهار عمر خواه ای دل وگرنه این چمن هر سال | چو نسرین صد گل آرد بار و چون بلبل هزار آرد

خدا را چون دل ریشم قراری بست با زلفت | بفرما لعل نوشین را که جانش با قرار آرد

ز کار افتاده‌ای دل که صد من بار غم داری | برو یک جرعه می درکش که در حالت بکار آرد

درین باغ ار خدا خواهد درین پیرانه سر حافظ
نشیند بر لب جوئی و سروی در کنار آرد

دوش از جناب آصف پیک بشارت آمد | کز حضرت سلیمان عشرت اشارت آمد

خاک وجود ما را از آب دیده گل کن | ویران سرای دل را گاه عمارت آمد

این شرح بی‌نهایت کز حسن یار گفتند | حرفیست کز هزاران کاندر عبارت آمد

عیبم بپوش زنهار ای خرقهٔ می آلود | کان پاک امن اینجا بهر زیارت آمد

امروز جای هر کس پیدا شود ز خوبان | کان ماه مجلس آرا اندر صدارت آمد

بر تخت جم که تاجش معراج آفتابست | همت نگر که موری با این حقارت آمد

از چشم شوخش ای دل ایمان خود نگهدار | کان جادوی کمانکش بر عزم غارت آمد

دریاست مجلس شاه دریاب وقت بشناس | هان ای زیان رسیده وقت تجارت آمد

آلوده تو حافظ فیضی ز شاه درخواه
کان عنصر سماحت بهر طهارت آمد

در نمازم خم ابروی تو چون یاد آمد | حالتی رفت که محراب بفریاد آمد
از من اکنون طمع صبر و دل هوش مدار | کان تحمل که تو دیدی همه برباد آمد
باده صافی شد و مرغان چمن مست شدند | موسم عاشقی و کار به بنیاد آمد
بوی بهبود ز اوضاع جهان می شنوم | شادی آورد گل و باد صبا شاد آمد
ای عروس هنر از دهر شکایت منمای | حجله حسن بیارای که داماد آمد
بر زلیخا ستم اسے یوسف مصری مپسند | زانکه از عشق بر دوی همه بیداد آمد
دلفریبان نباتی همه زیور بستند | دلبر ماست که با حسن خداداد آمد
زیر بارند درختان که تعلق دارند | ای خوشا سرو که از بند غم آزاد آمد

مطرب از گفته حافظ غزلی نغز بخوان
تا بگویم که ز عهد طربم یاد آمد

دلے که غیب نمایست جام جم دارد | ز خاتمے که از و گم شود چه غم دارد
بخط و خال گدایان مده خزینه دل | بدست شاه وشے ده که محترم دارد

نه هر درخت تحمل کند جفای خزان　　غلام همت سروم که این قدم دارد

رسید موسم آن کز طرب چو نرگس مست　　نهد بپای قدح هر که شش درم دارد

زر از بهای می اکنون چو گل دریغ مدار　　که عقل کل بصدت عیب متهم دارد

ز سر غیب کس آگاه نیست قصه مخوان　　کدام محرم دل ره درین حرم دارد

دلم که لاف تجرد زدی کنون صد شغل　　ببوی زلف تو با باد صبحدم دارد

مراد دل ز که جویم که نیست دلداری　　که جلوهٔ نظر و شیوهٔ کرم دارد

زجیب خرقهٔ حافظ چه طرف بتوان بست
که ما صمد طلبیدیم و او صنم دارد

دست از طلب ندارم تا کام من برآید　　یا جان رسد بجانان یا جان ز تن برآید

بگشای تربتم را بعد از وفات و بنگر　　کز آتش درونم دود از کفن برآید

بنمای رخ که خلقی واله شوند و حیران　　بگشای لب که فریاد از مرد و زن برآید

جان بر لبست و حسرت در دل که از لبانش　　نگرفته هیچ کامی جان از بدن برآید

از حسرت دهانت جانم بتنگ آمد　　خود کام تنگدستان کی زان دهن برآید

گفتم بخویش کز وی برگیر دل دلم گفت　　کار کسیست این کو با خویشتن برآید

هر یک شکن ز زلفت پنجاه شست دارد　　چون این دل شکسته با آن شکن برآید

بربوی آنکه در باغ آید گلی چو رویت | آید نسیم و هردم گرد چمن برآید
هر دم چو بیوفایان نتوان گرفت یاری | ماییم و آستانش تا جان ز تن برآید
برخیز تا چمن را از قامت و میانت | هم سرو در برآید هم نارون برآید

گویند ذکر خیرش در خیل عشقبازان
هر جا که نام حافظ در انجمن برآید

در ازل هر کو بفیض دولت ارزانی بود | تا ابد جام مرادش همدم جانی بود
من همان ساعت که از می خواستم شد توبه کار | گفتم این شاخ ار دهد باری پشیمانی بود
خود گرفتم کافکنم سجاده چون سوسن بدوش | همچو گل بر خرقه رنگ می مسلمانی بود
خلوت ارا فروغ از عکس جام باده باد | زانکه کنج اهل دل باید که نورانی بود
بی چراغ جام در خلوت نمی آرم نشست | وقت گل مستوری مستان ز نادانی بود
مجلس انس و بهار و بحث عشق اندر میان | جام می نگرفتن از جانان گران جانی بود
همت عالی طلب جام مرصع گو مباش | رند را آب عنب یاقوت رمانی بود
نیکنامی خواهی ای دل با بدان صحبت مدار | خود پسندی جان من برهان نادانی بود
گرچه بی سامان نماید کار ما سهلش مبین | کاندرین کشور گدائی رشک سلطانی بود
خوش بود در خلوت هم ای صوفی و لیکن گر رود | باده ریحانی و ساقی مست ریحانی بود

دی عزیزے گفت حافظ میخورد پنہان شراب
ای عزیز من گناہ آن بہ کہ پنہانی بود

دلم بی جام کت صفائے ندارد | چو بیگانہ کآشنائے ندارد
متاع دل پاک عشاق مسکین | ببازار حسنش بہائے ندارد
دلا جام و ساقی گلرخ طلب کن | کہ چون گل زمانہ بقائے ندارد
اگر چہ دلم رفت لیکن غمش نیست | بجز آن خم زلف جائے ندارد
ازین سینۂ تنگ ترسم کہ تیرش | رود جای و آنگہ دوائے ندارد
ہمہ چیز دارد دلارام لیکن | دریغا کہ با ما وفائے ندارد

چو ماہ است روشن کہ بے مہر رویش
دل و جان حافظ صفائے ندارد

دل شوق لبت مدام دارد | یا رب ز لبت چہ کام دارد
جان شربت مہر و بادۂ شوق | در ساغر دل مدام دارد
شوریدۂ زلف یار دائم | در دام بلا مقام دارد
آخر نرسد کہ باز پرسیم | کان دلبر ما چہ نام دارد
با یار کجا نشیند آن کو | اندیشۂ خاص و عام دارد

خرم دل آن کسی که صحبت — با یار علی الدوام دارد
تا صید کند دلی بشوخی — بر گل ز بنفشه دام دارد

حافظ چو دمی خوش ست مجلس
اسباب طرب تمام دارد

رو بر رهش نهادم و بر من گذر نکرد — صد لطف چشم داشتم و یک نظر نکرد
سیل سرشک ما ز دلش کین بدر نبرد — در سنگ خاره قطرهٔ باران اثر نکرد
ماهی و مرغ دوش نخفت از فغان من — وان شوخ دیده بین که سر از خواب بر نکرد
میخواستم که میرمش اندر قدم چو شمع — او خود گذر بمن چو نسیم سحر نکرد
یارب تو آن جوان دلاور نگاهدار — کز تیر آه گوشه نشینان حذر نکرد
جانا کدام سنگدلی بی کفایت ست — کو پیش زخم تیغ تو جان را سپر نکرد
شوخی نگر که مرغ دل بال و پر کباب — سودای خام عاشقی از سر بدر نکرد

حافظ حدیث عشق تو از بسکه دلکش ست
نشنید کس که از سر رغبت ز بر نکرد

راهی بزن که آهی بر ساز آن توان زد — شعری بخوان که با او رطل گران توان زد
بر آستان جانان گر سر توان نهادن — گلبانگ سربلندی بر آسمان توان زد

در خانقه نگنجد اسرار عشق و مستی | جام می مغانه هم با مغان توان زد

شد رهزن سلامت زلف تو وین عجب نیست | گر راهزن تو باشی صد کاروان توان زد

گر دولت وصالت خواهد دری گشودن | سرها بدین تخیل بر آستان توان زد

قد خمیدهٔ ما سهلت نماید اما | بر چشم دشمنان تیر ازین کمان توان زد

از شرم در حجابم ساقی تلطفی کن | باشد که بوسهٔ چند بر آن دهان توان زد

بر جویبار چشمم گر سایه افگند دوست | بر خاک رهگذارش آب روان توان زد

درویش را نباشد منزل سرای سلطان | مائیم و کهنه دلقی کآتش دران توان زد

اهل نظر دو عالم در یک نظر ببازند | عشق است و داو اول نقد جان توان زد

با عقل و فهم و دانش داد سخن توان داد | چون جمع شد معانی گوی بیان توان زد

عشق و شباب و رندی مجموعهٔ مرادست | ساقی بیا که جامی درین زمان توان زد

حافظ بحق قرآن کز زرق و شید باز آ
باشد که گوی عیشی درین میان توان زد

روز وصل دوستداران یاد باد | یاد باد آن روزگاران یاد باد

این زمان در کس وفاداری نماند | زان وفاداران و یاران یاد باد

کامم از تلخی غم چون زهر گشت | بانگ نوش باده‌خواران یاد باد

ن که در تدبیرِ غم بیچاره ام — چارهٔ آن غمگساران یاد باد
رچه یاران فارغ اند از یادِ من — از من ایشان را هزاران یاد باد
بتلا گشتم درین دامِ بلا — کوششِ آن حق گزاران یاد باد

رازِ حافظ بعد ازین ناگفته به
اے دریغ از رازداران یاد باد

رسید مژده که ایامِ غم نخواهد ماند — چنان نماند و چنین نیز هم نخواهد ماند
من ارچه در نظرِ یار خاکسار شدم — رقیب نیز چنین محترم نخواهد ماند
چو پرده دار بشمشیر میزند همه را — کسے مقیمِ حریمِ حرم نخواهد ماند
توانگرا دلِ درویشِ خود بدست آور — که مخزنِ زر و گنجِ درم نخواهد ماند
غنیمتے شمر ای شمع وصلِ پروانه — که این معامله تا صبحدم نخواهد ماند
سروشِ عالمِ غیبم بشارتے خوش داد — که بر درِ کرمش کس دژم نخواهد ماند
برین رواقِ زبرجد نوشته اند بزر — که جز نکوئیِ اهلِ کرم نخواهد ماند
سرودِ مجلسِ جمشید گفته اند این بود — که جامِ باده بیاور که جم نخواهد ماند
چه جای شکر و شکایت ز نقشِ نیک و بد ست — که کس همیشه گرفتارِ غم نخواهد ماند
ز مهربانیِ جانان طمع مبر حافظ — که نقشِ مهر و نشانِ ستم نخواهد ماند

روشنی طلعت تو ماه ندارد ... پیش تو گل رونق گیاه ندارد

جانب دلها نگاه دار که سلطان ... ملک نگیرد اگر سپاه ندارد

دیده ام آن چشم دل سیه که تو داری ... جانب هیچ آشنا نگاه ندارد

ای شه خوبان بعاشقان نظری کن ... هیچ شهی چون تو این سپاه ندارد

نی من تنها کشم تطاول زلفت ... کیست بدل داغ این سیاه ندارد

شوخی نرگس نگر که پیش تو بشکفت ... چشم دریده ادب نگاه ندارد

رطل گرانم ده ای مرید خرابات ... شادی شیخی که خانقاه ندارد

گو برو و آستین بخون جگر شوی ... هر که درین آستانه راه ندارد

تا چه کند با رخ تو دود دل من ... آینه دانی که تاب آه ندارد

خون خور و خامش نشین که آن دل نازک ... طاقت فریاد دادخواه ندارد

گوشهٔ ابروی تست منظر چشمم ... خوشتر ازین گوشه پادشاه ندارد

حافظ اگر سجدهٔ تو کرد مکن عیب
کافر عشق ای صنم گناه ندارد

رسید مژده که آمد بهار و سبزه دمید ... وظیفه گر برسد مصرفش گل ست و نبید

صفیر مرغ برآمد بط شراب کجاست ... فغان فتاد ز بلبل نقاب گل که درید

زروی ساقیِ مہوش گلے بچین امروز — کہ گرد عارضِ بستان خطِ بنفشہ دمید

چنان کرشمۂ ساقی دلم ز دست ببرد ۱۰ — کہ با کسے دگرم نیست روی گفت و شنید

من این مرقع رنگین چو گل بخواہم سوخت — کہ پیرِ بادہ فروشش بجرعۂ نخرید

بکوے عشق منہ بے دلیلِ راہ قدم — کہ گم شد آنکہ درین رہ برہبرے نرسید

ز میوہاے بہشتی چہ ذوق دریابد — کسے کہ سیبِ زنخدانِ شاہدے نگزید

مکن ز غصہ شکایت کہ در طریقِ ادب — براحتے نرسید آنکہ زحمتے نکشید

عجائبِ رہِ عشق ای رفیق بسیار است — ز پیشِ آہوی این دشت شیرِ نر رمید

فدائے راہروے ای دلیلِ راہِ حرم — کہ نیست بادیۂ عشق را کرانہ پدید

گلے نچید ز بستانِ آرزو دلِ من — مگر نسیمِ مروت درین چمن نوزید

شراب نوش کن و جامِ زر بصوفی دہ — کہ پادشہ ز کرم جرمِ صوفیان بخشید

بہار میگذرد دہر گسترا دریاب
کہ رفت موسم و حافظ ہنوز می نچشید

روزِ ہجران و شبِ فرقتِ یار آخر شد — زدم این فال و گذشت اختر و کار آخر شد

آن ہمہ ناز و تنعم کہ خزان میفرمود — عاقبت در قدمِ بادِ بہار آخر شد

بعد ازین نور بہ آفاق دہیم از دلِ خویش — کہ بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد

آن پریشانی شبهای دراز و غم دل | همه در سایهٔ گیسوی نگار آخر شد
ساقیا عمر دراز و قدحت پر می باد | که بسعی توام اندوه خمار آخر شد
شکر ایزد که باقبال کله گوشهٔ گل | نخوت باد دی و شوکت خار آخر شد
باورم نیست ز بدعهدی ایام هنوز | قصهٔ غصه که در دولت یار آخر شد
صبح امید که بد معتکف پردهٔ غیب | گو برون آی که کار شب تار آخر شد
گرچه آشفتگی کار من از زلفت بود | حل این عقده هم از روی نگار آخر شد

در شمار ارچه نیاورد کسی حافظ را
شکر کان محنت بی حد و شمار آخر شد

زاهد خلوت نشین دوش بمیخانه شد | از سر پیمان گذشت بر سر پیمانه شد
شاهد عهد شباب آمده بودش بخواب | باز به پیرانه سر عاشق و دیوانه شد
مغبچه میگذشت راهزن عقل و دین | در پی آن آشنا از همه بیگانه شد
آتش رخسار گل خرمن بلبل بسوخت | چهرهٔ خندان شمع آفت پروانه شد
گریهٔ شام و سحر شکر که ضایع نگشت | قطرهٔ باران ما گوهر یکدانه شد
نرگس ساقی بخواند آیت افسونگری | حلقهٔ اوراد ما گردش پیمانه شد
صوفی مجلس که دی جام و قدح می‌شکست | دوش بیک جرعهٔ می عاقل و فرزانه شد

منزل حافظ کنون بارگه کبریاست
دل بر دلدار رفت جان بر جانانه شد

نفس برآمد و کام از تو بر نمی آید	فغان که بخت من از خواب بر نمی آید
مگر بروی دل آرای یار من ورنه	بهیچ گونه دگر کار بر نمی آید
درین خیال بسر شد دریغ عمر عزیز	بلای زلف سیاهت بسر نمی آید
چنان بحسرت خاک در تو میمیرم	که آب زندگیم در نظر نمی آید
بسی حکایت دل هست با نسیم سحر	ولی بخت من امشب سحر نمی آید
قد بلند ترا تا ببر نمیگیرم	درخت کام مرادم ببر نمی آید
مقیم زلف تو شد دل که خوش سوادی یافت	وزان غریب بلاکش خبر نمی آید
فدای دوست نکردیم عمر و مال دریغ	که کار عشق ز ما این قدر نمی آید
همیشه تیر سحرگاه من خطا نشدی	کنون چه شد که یکی کارگر نمی آید

زبسکه شد دل حافظ رمیده از همه کس
کنون ز حلقهٔ زلفت بدر نمی آید

سالها دل طلب جام جم از ما میکرد	آنچه خود داشت ز بیگانه تمنا میکرد
گوهری کز صدف کون و مکان بیرون بود	طلب از گمشدگان لب دریا میکرد

مشکل خویش بر پیر مغان بردم دوش | کو بتأیید نظر حل معما میکرد

بیدلی در همه احوال خدا با او بود | او نمیدیدش و از دور خدایا میکرد

دیدمش خرم و خندان قدح باده بدست | واندران آینه صد گونه تماشا میکرد

گفتم این جام جهان بین بتو کی داد حکیم | گفت آن روز که این گنبد مینا میکرد

آن همه شعبده‌ها عقل که میکرد آن جا | سامری پیش عصا و ید بیضا میکرد

گفت آن یار کزو گشت سر دار بلند | جرمش آن بود که اسرار هویدا میکرد

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید | دیگران هم بکنند آنچه مسیحا میکرد

گفتمش سلسلهٔ زلف بتان دانی چیست
گفت حافظ گله از شب یلدا میکرد

سالها دفتر ما در گرو صهبا بود | رونق میکده از درس و دعای ما بود

نیکی پیر مغان بین که چو ما بدمستان | هر چه کردیم بچشم کرمش زیبا بود

دل چو پرگار بهر سو دورانی میکرد | واندران دایره سرگشتهٔ پا برجا بود

می شگفتم ز طرب زانکه چو گل بر لب جوی | بر سرم سایهٔ آن سرو سهی بالا بود

پیر گلرنگ من اندر حق ازرق پوشان | رخصت خبث نداد ارنه حکایتها بود

دفتر دانش ما جمله بشوئید بمی | که فلک دیدم و در قصد دل دانا بود

مطرب از درد محبت غزلی می پرداخت — که حکیمان جهان را مژه خون پالا بود

قلب اندوده حافظ بر او خرج نشد
که معامل بهمه عیب نهان بینا بود

ساقی حدیث سرو و گل و لاله می رود — وین بحث با ثلاثه غساله می رود

می ده که نوعروس چمن حد حسن یافت — کار این زمان ز صنعت دلاله می رود

شکرشکن شوند همه طوطیان هند — زین قند پارسی که به بنگاله می رود

طی مکان ببین و زمان در سلوک شعر — کاین طفل یکشبه ره یکساله می رود

باد بهاری وزد از بوستان شاه — وز ژاله باده در قدح لاله می رود

آن چشم جادوانه عابد فریب بین — کش کاروان سحر به دنباله می رود

خوی کرده می خرامد و بر عارض سمن — از شرم روی او عرق از ژاله می رود

این مشو ز عشوه دنیا که این عجوز — مکاره می نشیند و محتاله می رود

چون سامری مباش که زر دید و از خری — موسی بهشت وازپی گوساله می رود

حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین
خامش مشو که کار تو از ناله می رود

سرو چمان من چرا میل چمن نمیکند — همدم گل نمی شود یاد سمن نمیکند

تا دل هرزه گرد من رفت بچین زلف او — زان سفر دراز خود یاد وطن نمیکند

پیش کمان ابرویت لابه همیکنم ولی — گوشه کشیده است از آن گوش بمن نمیکند

چون ز نسیم میشود زلف بنفشه پرشکن — وه که دلم چه یاد از آن عهد شکن نمیکند

با همه عطر دامنت آیدم از صبا عجب — کز گذر تو خاک را مشک ختن نمیکند

ساقی سیم ساق من گر همه زهر میدهد — کیست که تن چو جام می جمله دهن نمیکند

دل بامید وصل تو همدم جان نمیشود — جان بهوای کوی او خدمت تن نمیکند

دی گله ز طره‌اش کردم و از سر فسون — گفت که این سیاه کج گوش بمن نمیکند

دست کش جفا مکن آب رخم که فیض ابر — بی مدد سرشک من در عدن نمیکند

لخلخه سای شد صبا دامن پاکت از چه رو — خاک بنفشه زار را مشک ختن نمیکند

کشته غمزه تو شد حافظ ناشنیده پند
تیغ سزاست هر که را درک سخن نمیکند

سمن بویان غبار دل چو بنشینند بنشانند — پری رویان قرار دل چو بستیزند بستانند

بفتراک بلا جانها چو بربندند بربندند — ز زلف عنبرین دلها چو بفشانند بفشانند

ز چشم لعل رمانی چو میبارند میخندند — ز رویم راز پنهانی چو می بینند میخوانند

بعمری یک نفس با ما چو بنشینند برخیزند — نهال شوق در خاطر چو بنشینند بنشانند

چو منصور از مراد آنانکه بردارند بر دارند
کہ با این درد اگر در بند درمانند درمانند

سرشکِ گوشه گیران را چو دریابند دُر یابند
رخِ مهر از سحرخیزان نگردانند گر دانند

بدین حضرت چو مشتاقان نیاز آرند ناز آرند
بدین درگاه حافظ را چو میرانند میخوانند

سحرم دولتِ بیدار ببالین آمد
گفت برخیز کہ آن خسرو شیرین آمد

قدحے درکش و سرخوش بتماشا بخرام
تا ببینی کہ نگارت بچہ آئین آمد

مژدگانے بده ای خلوتیِ نافه کشاے
کہ ز صحراے ختن آهوِ مشکین آمد

گریه آبے برخِ سوختگان باز آورد
نالہ فریادرسِ عاشقِ مسکین آمد

مرغِ دل باز هوادارِ کمانِ ابروئیست
کہ کمینِ صیدگہش جان و دل و دین آمد

در هوا چند معلق زنی و جلوه کنی
ای کبوتر نگران باش کہ شاهین آمد

ساقیا می بده و غم مخور از دشمن و دوست
کہ بکامِ دلِ ما آن بشد و این آمد

شادیِ یارِ پریچہره بده بادهٔ ناب
کہ مے لعل دواے دلِ غمگین آمد

رسمِ بدعهدیِ ایام چو دید ابرِ بهار
گریہ‌اش بر سمن و سنبل و نسرین آمد

چون صبا گفتهٔ حافظ بشنید از بلبل
عنبرافشان بتماشاے ریاحین آمد

ستاره‌ای بدرخشید و ماه مجلس شد / دل رمیدهٔ ما را انیس و مونس شد

نگار من که بمکتب نرفت و خط ننوشت / بغمزه مسئله‌آموز صد مدرس شد

طرب سرای محبت کنون شود معمور / که طاق ابروی یار منش مهندس شد

ببوی او دل بیمار عاشقان چو صبا / فدای عارض نسرین و چشم نرگس شد

بصدر مصطبه‌ام می نشاند اکنون یار / گدای شهر نگه کن که میر مجلس شد

لب از ترشح می پاک کن برای خدا / که خاطرم بهزاران گنه موسوس شد

کرشمهٔ تو شرابی بعاشقان پیمود / که علم بیخبر افتاد و عقل بیحس شد

خیال آب خضر بست و جام کیخسرو / بجرعه نوشی سلطان ابوالفوارس شد

چو زر عزیز وجود است شعر من آری / قبول دولتیان کیمیای هر مس شد

ز راه میکده یاران عنان بگردانید
چرا که حافظ از این راه رفت و مفلس شد

ساقی ار باده ازین دست بجام اندازد / عارفان را همه در شرب مدام اندازد

ور چنین زیر خم زلف نهد دانهٔ خال / ای بسا مرغ خرد را که بدام اندازد

آن زمان وقت می صبح فروغ است که شب / گرد خرگاه افق پردهٔ شام اندازد

روز در کسب هنر کوش که می خوردن روز / دل چون آینه در زنگ ظلام اندازد

ای خوشا حالت آن مست که در پای حریف ــــ سر و دستار نداند که کدام اندازد
زاهد اسر بکله گوشهٔ خورشید برآر ــــ بختت ار قرعه بدین بادهٔ تمام اندازد
زاهد خام طمع بر سر انکار بماند ــــ پخته گردد چو نظر بر سر جام اندازد

باده با محتسب شهر ننوشی حافظ
که خورد بادهات و سنگ بجام اندازد

سحر چون خسرو خاور علم بر کوهساران زد ــــ بدست مرحمت یارم در امیدواران زد
چو پیش صبح روشن شد که حال مهر گردون چیست ــــ بر آمد خندهٔ خوش بر غرور کامگاران زد
نگارم دوش در مجلس بعزم رقص چون برخاست ــــ گره بگشود از گیسو و بر دلهای یاران زد
من از رنگ صلاح آن دم بخون دل بشستم دست ــــ که چشم بادهپیمایش صلا بر هوشیاران زد
کدام آهن دلش آموخت این آیین عیاری ــــ کز اول چون برون آمد ره شب زندهداران زد
خیال شهسواران پخت و شد ناگه دل مسکین ــــ خداوندا نگهدارش که بر قلب سواران زد
نمش با خرقه پشمین کجا اندر کمند آرم ــــ زره موی که مژگانش ره خنجرگذاران زد
نظر بر قرعهٔ توفیق و یمن دولت شاه است ــــ بده کام دل عاشق که فال اختیاران زد
شهنشاه مظفر فر شجاع ملک و دین منصور ــــ که جود بیدریغش خنده بر ابر بهاران زد
از آن ساعت که جام می بدست او مشرف شد ــــ زمانه ساغر شادی بیاد میگساران زد

ز دست شاه (marginal note)

ز شمشیر سرافشانش ظفر آن روز بدرخشید / که چون خورشید انجم سوز تنها بر هزاران زد

تعالی الله زهی ذاتی که تا نیرنگ هستی یافت / صفای جوهر پاکش دم از نیرنگاران زد

دوام ملک و عمر او بخواه از لطف حق حافظ / که چرخ این سکهٔ دولت بنام شهسواران زد

سحر بلبل حکایت با صبا کرد / که عشق گل بما دیدی چها کرد

غلام همت آن نازنینم / که کار خیر بی روی و ریا کرد

خوشش باد آن نسیم صبحگاهی / که درد شب نشینان را دوا کرد

من از بیگانگان هرگز ننالم / که با من هرچه کرد آن آشنا کرد

نقاب گل کشید از زلف سنبل / اگر بند قبای غنچه وا کرد

ازان رنگ رخم خون در دل انداخت / درین گلشن بخارم مبتلا کرد

بهر سو بلبل بیدل در افغان / تنعم در میان باد صبا کرد

گر از سلطان طمع کردم خطا بود / ور از دلبر وفا جستم جفا کرد

وفا از خواجگان شهر با من / کمال دین و دولت بوالوفا کرد

بشارت بر بکوی میفروشان / که حافظ توبه از زهد و ریا کرد

شاہدان گر دلبری زینسان کنند	زاہدان را رخنہ در ایمان کنند
ہر کجا آن شاخ نرگس بشکفد	گلرخانش دیدہ نرگسدان کنند
یار ما چون سازد آہنگ سماع	قدسیان عرش دست افشان کنند
رخ نماید آفتاب دولتت	گر چو صبحت آئنہ رخشان کنند
مردم چشمم بخون آغشتہ شد	از کجا این ظلم بر انسان کنند
عاشقان را بر سر خود حکم نیست	ہر چہ فرمان تو باشد آن کنند
پیش چشمم کمترست از قطرۂ	آن حکایتہا کہ از طوفان کنند
کن نگاہے از دو چشمت تا روان	مرگ را بر بیدلان آسان کنند
عید رخسار تو کو تا عاشقان	در وفایت جان و دل قربان کنند
ای جوان سرو قد گوئے بزن	پیش از ان کز قامتت چوگان کنند
خوش برآی از غصہ ای دل کاہل راز	عیش خوش در بوتہ ہجران کنند

سرکش حافظ ز آہ نیم شب
تا چو صبحت آئنہ رخشان کنند

شراب بیغش و ساقی خوش دو دام رہند	کہ زیرکان جہان از کمندشان نرہند
من ارچہ عاشقم و رند و مست و نامہ سیاہ	ہزار شکر کہ یاران شہر بیگنہند

مبین حقیر گدایانِ عشق را کاین قوم | شهانِ بی کمر و خسروانِ بی کلهند

جفا نه شیوهٔ درویشیست و راهروی | بیار باده که این سالکان نه مردِ رهند

مکن که کوکبهٔ دلبری شکسته شود | چو چاکران بگریزند و بندگان بجهند

غلامِ همتِ دُردی کشانِ یکرنگم | نه آن گروه که ازرق لباس و دل سیهند

قدم منه بخرابات جز بشرطِ ادب | که ساکنانِ درش محرمانِ پادشهند

بهوش باش که هنگامِ بادِ استغنا | هزار خرمنِ طاعت به نیم جو بدهند

جنابِ عشق بلندست همتی حافظ

که عاشقان رهِ بی همتان بخود ندهند

شاهد آن نیست که موئی و میانی دارد | بندهٔ طلعتِ آن باش که آنی دارد

شیوهٔ حور و پری خوب و لطیفست ولی | خوبی آنست و لطافت که فلانی دارد

چشمهٔ چشمِ مرا ای گلِ خندان دریاب | که بامیدِ تو خوش آبِ روانی دارد

مرغِ زیرک نشود در چمنش نغمه سرای | هر بهاری که بدنبال خزانی دارد

خمِ ابروی تو در صنعتِ تیراندازی | بستد از دستِ هر آنکس که کمانی دارد

گوی خوبی که برد از تو که خورشید آنجا | نه سواریست که در دست عنانی دارد

دلنشین شد سخنم تا تو قبولش کردی | آری آری سخنِ عشق نشانی دارد

در رہِ عشق نشد کس بیقین محرم راز　　　هر کسے بر حسبِ فہم گمانے دارد

باخرابات نشینان ز کرامات ملاف　　　هر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد

مدعی گو برو و نکتہ بحافظ مفروش

کلکِ ما نیز زبانے و بیانے دارد

شرابِ عیشِ نہان چیست کارِ بے بنیاد　　　زدیم بر صفِ رندان و ہر چہ بادا باد

گره ز دل بکشا و ز سپہر یاد مکن　　　کہ فکرِ ہیچ مہندس چنین گره نکشاد

ز انقلابِ زمانہ عجب مدار کہ چرخ　　　ازین فسانہ و افسون ہزار دارد یاد

قدح بشرطِ ادب گیر زانکہ ترکیبش　　　ز کاسۂ سرِ جمشید و بہمن ست و قباد

کہ آگہ است کہ جمشید و کے کجا رفتند　　　کہ واقف ست کہ چون رفت تختِ جم بر باد

ز حسرتِ لبِ شیرین ہنوز می بینم　　　کہ لالہ میدمد از خاکِ تربتِ فرہاد

مگر کہ لالہ بدانست بیوفائی دہر　　　کہ تا بزاد و بشد جامِ مے ز کف ننہاد

نمیدہند اجازت مرا بسیر و سفر　　　نسیمِ خاکِ مصلے و آبِ رکن آباد

بیا بیا کہ زمانے ز مے خراب شویم　　　مگر رسیم بگنجے درین خراب آباد

بنوش بادۂ صافی بنالۂ دف و چنگ　　　کہ بستہ اند بر ابریشم طربِ دلِ شاد

ز دست اگر ننہم جامِ مے مکن عیبم　　　کہ پاک تر بہ ازینم حریف دست نداد

رسید در غمِ عشقش به حافظ آنچه رسید
که چشمِ زخمِ زمانه بعاشقان مرساد

صوفی نهاد دام و سرِ حقه باز کرد — بنیادِ مکر با فلکِ حقه باز کرد
بازیِ چرخ بشکندش بیضه در کلاه — زیرا که عرضِ شعبده با اهلِ راز کرد
ساقی بیا که شاهدِ رعنای صوفیان — دیگر بجلوه آمد و آغازِ ناز کرد
این مطرب از کجاست که سازِ عراق ساخت — و آهنگِ بازگشت ز راهِ حجاز کرد
ای دل بیا که ما به پناهِ خدا رویم — زانچه آستین کوته و دستِ دراز کرد
صنعت مکن که هر که محبت نه راست باخت — عشقش بروی دل درِ معنی فراز کرد
ای کبکِ خوش خرام که خوش میروی بناز — غره مشو که گربهٔ عابد نماز کرد
فردا که پیشگاهِ حقیقت شود پدید — شرمنده رهروی که نظر بر مجاز کرد

حافظ مکن ملامتِ رندان که در ازل
مارا خدا ز زهدِ ریا بی نیاز کرد

صوفی ار باده باندازه خورد نوشش باد — ورنه اندیشهٔ این کار فراموشش باد
آنکه یک جرعه می از دست تواند دادن — دست با شاهدِ مقصود در آغوشش باد
کیست آن شاهسوارِ خوش و خرم که دو کون — بستهٔ بندِ قبا و علمِ دوشش باد

نرگس مست نوازش کن مردم دارش — خون عاشق بخورد گر بقدح نوشش باد

چشمم از آئینه داران خط و خالش گشت — لبم از بوسه ربایان لب نوشش باد

گرچه از کبر سخن با من درویش نکرد — جان فدای شکرین پستهٔ خاموشش باد

شاه ترکان سخن مدعیان می شنود — شرمی از مظلمهٔ خون سیاووشش باد

پیر ما گفت خطا بر قلم صنع نرفت — آفرین بر نظر پاک خطاپوشش باد

بغلامی تو مشهور جهان شد حافظ
حلقهٔ بندگی زلف تو در گوشش باد

صبا وقت سحر بوئی ز زلف یار می آورد — دل شوریدهٔ ما را ز نو در کار می آورد

ز رشک تاب زلف یار بر باد سحر میداد — صبا هر نافهٔ مشکی که از تاتار می آورد

فروغ ماه میدیدم ز بام قصر او روشن — که روی از شرم او خورشید بر دیوار می آورد

عفی الله چین ابرویش اگرچه ناتوانم کرد — برحمت هم پیامی بر سر بیمار می آورد

سراسر بخشش جانان طریق لطف و احسان بود — اگر تسبیح میفرمود اگر زنار می آورد

من آن شاخ صنوبر را ز باغ سینه برکندم — که هر گل کز غمش بشکفت محنت بار می آورد

ز بیم غارت عشقش دل خونین رها کردم — ولی میریخت خون و ره بدین هنجار می آورد

خوش آن وقت و خوش آن ساعت که آن نقش گره بندش — بدزدیدی چنان دلها که خصم اقرار می آورد

بقول مطرب و ساقی برون رفتم گه و بیگه — کزان راه گران قاصد خبر دشوار می آورد

بقول مطرب و ساقی برون رفتم گه و بیگه — کزان راه گران قاصد خبر دشوار می آورد

عجب میداشتم دیشب ز حافظ جام و پیمانه
ولی منعش نمیکردم که صوفی وار می آورد

صبا به تهنیت پیر میفروش آمد — که موسم طرب و عیش و ناز و نوش آمد
هوا مسیح نفس گشت و باد نافه گشا — درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد
تنور لاله چنان بر فروخت باد بهار — که غنچه غرق عرق گشت و گل بجوش آمد
بگوش هوش ز من بشنو و بعشرت کوش — که این سخن سحر از هاتفم بگوش آمد
ز فکر تفرقه باز آی تا شوی مجموع — بحکم آنکه چو شد اهرمن سروش آمد
ز مرغ صبح ندانم که سوسن آزاد — چه گوش کرد که با ده زبان خموش آمد
چه جای صحبت نامحرمست مجلس انس — سر پیاله بپوشان که خرقه پوش آمد
بگویمت سخن خوش بیا و باده بنوش — که زاهد از بر یار رفت و باده نوش آمد

ز خانقاه بمیخانه میرود حافظ
مگر ز مستی زهد و ریا بهوش آمد

طایر دولت اگر باز گذاری بکند — یار باز آید و با وصل قراری بکند
دیده را دستگه در و گهر گرچه نماند — بخورد خونی و تدبیر نثاری بکند

شهر خالیست ز عشاق گر ز طرفی ⁂ دستی از غیب برون آید و کاری بکند
کس نیارد بر او دم زدن از قصهٔ ما ⁂ مگرش باد صبا گوش گذاری بکند
داده ام باز نظر را به تذروی پرواز ⁂ باز خواند مگرش بخت و شکاری بکند
کو کریمی که ز بزم طربش غمزده ⁂ جرعهٔ در کشد و دفع خماری بکند
یا وفا یا خبر وصل تو یا مرگ رقیب ⁂ بازی چرخ ازین یک دو سه کاری بکند
دوش گفتم بکند لعل لبش چارهٔ دل ⁂ هاتف غیب ندا داد که آری بکند

حافظا گر نروی از در او هم روزی
گذری بر سرت از گوشه کناری بکند

عکس روی تو چو در آینهٔ جام افتاد ⁂ عارف از پرتو می در طمع خام افتاد
جلوهٔ کرد رخش روز ازل زیر نقاب ⁂ عکسی از پرتو آن بر رخ افهام افتاد
این همه عکس می و نقش مخالف که نمود ⁂ یک فروغ رخ ساقیست که در جام افتاد
غیرت عشق زبان همه خاصان ببرید ⁂ از کجا سر غمش در دهن عام افتاد
هر دمش با من دلسوخته لطف دگر است ⁂ این گدا بین که چه شایستهٔ انعام افتاد
پاک بین از نظر پاک بمقصود رسید ⁂ احول از چشم دوبین در طمع خام افتاد
زیر شمشیر غمش رقص کنان باید رفت ⁂ کانکه شد کشتهٔ او نیک سرانجام افتاد

در خم زلف تو آویخت دل از چاه زنخ آه کز چاه برون آمد و در دام افتاد

آن شد ای خواجه که در صومعه بازم بینی کار ما با رخ ساقی و لب جام افتاد

من ز مسجد بخرابات نه خود افتادم اینم از روز ازل حاصل فرجام افتاد

چه کند کز پی دوران نرود چون پرگار هر که در دایرهٔ گردش ایام افتاد

صوفیان جمله حریفند و نظرباز ولی
زین میان حافظ دلسوخته بدنام افتاد

عشقت نه سرسریست که از سر بدر شود مهرت نه عارضیست که جای دگر شود

عشق تو در وجودم و مهر تو در دلم با شیر در درون شد و با جان بدر شود

دردیست درد عشق که اندر علاج او هر چند سعی بیش نمائی بتر شود

اول منم یکی که درین شهر هر شبی فریاد من بگنبد افلاک بر شود

ور زانکه من سرشک فشانم بزنده رود کشت عراق جمله بیکبار تر شود

ق دی در میان زلف بدیدم رخ نگار بر هیئتی که ابر محیط قمر شود

گفتم که ابتدا کنم از بوسه گفت نی بگذار تا که ماه ز عقرب بدر شود

ای دل بیاد لعلش اگر باده میخوری مگذار هان که مدعیان را خبر شود

حافظ سر از لحد بدر آرد بپای بوس گر خاک او بپای شما پی سپر شود

غلام نرگس مست تو تاجدارانند | خراب بادهٔ لعل تو هوشیارانند

ترا صبا و مرا آب دیده شد غمّاز | دگرنه عاشق و معشوق رازدارانند

بزیر زلف دوتا چون گذر کنی بنگر | که از یمین و یسارت چه بیقرارانند

گذار کن چو صبا بر بنفشه زار و ببین | که از تطاول زلفت چه سوگوارانند

رقیب در گذر و بیش ازین مکن نخوت | که ساکنان در دوست خاکسارانند

نصیب ماست بهشت ای خداشناس برو | که مستحق کرامت گناهکارانند

نه من بران گل عارض غزل سرایم و بس | که عندلیب تو از هر طرف هزارانند

تو دستگیر شو ای خضر پی خجسته که من | پیاده میروم و همرهان سوارانند

بیا بمیکده و چهره ارغوانی کن | مرو بصومعه کانجا سیاه کارانند

خلاص حافظ ازان زلف تابدار مباد
که بستگان کمند تو رستگارانند

قتل این خسته بشمشیر تو تقدیر نبود | ورنه هیچ از دل بیرحم تو تقصیر نبود

یارب آئینه حسن تو چه جوهر دارد | که درو آه مرا قوت تاثیر نبود

سر زحیرت بدر میکده ها برکردم | چون شناسای تو در صومعه یک پیر نبود

من دیوانه چو زلف تو رها میکردم | هیچ لایق ترم از حلقهٔ زنجیر نبود

نازنین‌تر ز قدت در چمن حسن نرست | خوشتر از نقش تو در عالم تصویر نبود

تا مگر همچو صبا باز بزلف تو رسم | حاصلم دوش بجز نالهٔ شبگیر نبود

آن کشیدم ز تو ای آتش هجران که چو شمع | جز فنای خودم از دست تو تدبیر نبود

آیتی بُد ز عذاب اندُه حافظ بی تو
که بر هیچکسش حاجت تفسیر نبود

گر میفروش حاجت رندان روا کند | ایزد گنه ببخشد و دفع بلا کند

در کارخانه‌ای که ره علم و عقل نیست | وهم ضعیف و رای فضولی چرا کند

مطرب بساز عود که کس بی اجل نمرد | وان کو نه این ترانه سراید خطا کند

گر رنج پیشت آید و گر راحت ای حکیم | نسبت مکن بغیر که اینها خدا کند

ما را که درد عشق و بلای خمار هست | یا وصل دوست یا می صافی دوا کند

حقا که در زمان برسد مژدهٔ امان | گر سالکی بعهد امانت وفا کند

ساقی بجام عدل بده باده تا گدا | غیرت نیاورد که جهان پربلا کند

جان رفت در سر می و حافظ ز غصه سوخت
عیسی دمی کجاست که احیای ما کند

لبِ مشکین تو روزی که مرا یاد کند | ببرد اجر دو صد بنده که آزاد کند

قاصدِ حضرتِ سلمیٰ که سلامت بادا — چه شود گر بسلامی دلِ ما شاد کند

یا رب اندر دلِ آن خسروِ شیرین انداز — که برحمت گذری بر سرِ فرهاد کند

حالیا عشوهٔ عشقِ تو ز بنیادم برد — تا دگر فکرِ حکیمانه چه بنیاد کند

گوهرِ پاکِ تو از مدحتِ ما مستغنیست — فکرِ مشاطه چه با حسنِ خدا داد کند

امتحان کن که بسی گنجِ مرادت بدهند — گر خرابی چو مرا لطفِ تو آباد کند

شاه را به بود از طاعتِ صد ساله و زهد — قدرِ یک ساعتِ عمری که در او داد کند

ره نبردیم بمقصودِ خود اندر شیراز
خرّم آن روز که حافظ رهِ بغداد کند

گفتم کیَم دهان و لبت کامران کنند — گفتا بچشم هرچه تو گوئی همان کنند

گفتم خراجِ مصر طلب میکند لبت — گفتا درین معامله کمتر زیان کنند

گفتم بنقطهٔ دهنت خود که برد راه — گفت این حکایتیست که با نکته‌دان کنند

گفتم صنم‌پرست مشو با صمد نشین — گفتا بکوی عشق هم این و هم آن کنند

گفتم هوای میکده غم می‌برد ز دل — گفتا خوش آن کسان که دلی شادمان کنند

گفتم شراب و خرقه نه آئینِ مذهبست — گفت این عمل بمذهبِ پیرِ مغان کنند

گفتم ز لعلِ نوش‌لبان پیر را چه سود — گفتا ببوسهٔ شکرینش جوان کنند

گفتم که خواجه کی بسر حجله میرود | گفت آن زمان که مشتری و مه قران کنند

گفتم دعای دولت تو ورد حافظ است
گفت این دعا ملائک هفت آسمان کنند

کسیکه حسن رخ دوست در نظر دارد | محقق است که او حاصل بصر دارد
چو خامه بر خط فرمان او سر طاعت | نهاده ایم مگر او به تیغ بر دارد
کسی بوصل تو چون شمع یافت پروانه | که زیر تیغ تو هر دم سری دگر دارد
بپای بوس تو دست کسی رسید که او | چو آستانه بدین در همیشه سر دارد
ز زهد خشک ملولم بیار باده ناب | که بوی باده دماغم مدام تر دارد
بزد رقیب تو روزی بسینه ام تیری | زبسکه تیر غمت سینه بی سپر دارد
کسیکه از ره تقوی قدم برون ننهاد | بعزم میکده اکنون سر سفر دارد
ز باده هیچت اگر نیست این نه بس که ترا | دمی ز وسوسهٔ عقل بیخبر دارد

دل شکستهٔ حافظ بخاک خواهد برد
چو لاله داغ هوائی که بر جگر دارد

گر من از باغ تو یک میوه بچینم چه شود | پیش پائی بچراغ تو ببینم چه شود
یارب اندر کنف سایهٔ آن سرو بلند | گر من سوخته یک دم بنشینم چه شود

آخر ای خاتم جمشید سلیمان آثار — گر فتد عکس تو بر لعل نگینم چه شود

زاهد شهر چو مهر ملک و شحنه گزید — من اگر مهر نگاری بگزینم چه شود

صرف شد عمر گرانمایه بمعشوقه و می — تا از آنم چه به پیش آید ازینم چه شود

عقلم از خانه بدر رفت و اگر می اینست — دیدم از پیش که در خانهٔ دینم چه شود

منکه در کوی بتان منزل و ماوا دارم — گر دهی جای بفردوس برینم چه شود

خواجه دانست که من عاشقم و هیچ نگفت — حافظ ار نیز بداند که چنینم چه شود

گداخت جان که شود کار دل تمام و نشد — بسوختیم درین آرزوی خام و نشد

فغان که در طلب گنج گوهر مقصود — شدم خراب جهانی ز غم تمام و نشد

دریغ و درد که در جستجوی گنج حضور — بسی شدم بگدائی بر کرام و نشد

بطعنه گفت شبی میر مجلس تو شوم — شدم بمجلس او کمترین غلام و نشد

پیام کرد که خواهم نشست با رندان — بشد برندی و دردی کشیم نام و نشد

رواست در بر اگر می طپید کبوتر دل — که دید در ره خود پیچ و تاب دام و نشد

بکوی عشق منه بی دلیل راه قدم — که من بخویش نمودم صد اهتمام و نشد

بدان هوس که بمستی ببوسم آن لب لعل — چه خون که در دلم افتاد همچو جام و نشد

هزار حیله برانگیخت حافظ از سرِ مهر
بدان هوس که شود آن حریف رام و نشد

کے شعرِ تر انگیزد خاطر که حزین باشد
یک نکته درین معنی گفتیم و همین باشد

از لعلِ تو گر یابم انگشتری زنهار
صد ملکِ سلیمانم در زیرِ نگین باشد

غمناک نباید بود از طعنِ حسود ای دل
شاید که چو وابینی خیرِ تو درین باشد

هر کو نکند فهمی این کلکِ خیال انگیز
نقشش تبراش از خود صورتگرِ چین باشد

جامِ مے و خونِ دل هر یک بکسے دادند
در دایرهٔ قسمت اوضاع چنین باشد

در کارِ گلاب و گل حکمِ ازلی این بود
کان شاهدِ بازاری وین پرده نشین باشد

آن نیست که حافظ راستی رود از خاطر
کاین سابقهٔ رندی تا روزِ پسین باشد

گل بے رخِ یار خوش نباشد
بے باده بهار خوش نباشد

طرفِ چمن و هوای بستان
بے لاله عذار خوش نباشد

رقصیدنِ سرو و حالتِ گل
بے صوتِ هزار خوش نباشد

باغ و گل و مل خوش ست لیکن
بے صحبتِ یار خوش نباشد

هر نقش که دستِ عقل بندد
بے نقش و نگار خوش نباشد

بایار شکرلب وگل اندام — بی بوس وکنار خوش نباشد

جان نقد محقرست حافظ

از بهر نثار خوش نباشد

گفتم غم تو دارم گفتا غمت سرآید — گفتم که ماه من شو گفتا اگر برآید

گفتم ز مهرورزان رسم وفا بیاموز — گفتا ز ماهرویان این کار کمتر آید

گفتم که بوی زلفت گمراه عالمم کرد — گفتا تو بندگی کن کو بنده پرور آید

گفتم دل رحیمت کی عزم صلح دارد — گفتا بکش جفا را تا وقت آن برآید

گفتم که بر خیالت راه نظر ببندم — گفتا که شبروست این از راه دیگر آید

گفتم خوش آن هوائی کز باغ خلد خیزد — گفتا خنک نسیمی کز کوی دلبر آید

گفتم که نوش لعلت ما را بآرزو کشت — گفتا تو بندگی کن کان بنده پرور آید

گفتم زمان عشرت دیدی که چون سرآید

گفتا خموش حافظ کاین غصه هم برآید

گوهر مخزن اسرار همان ست که بود — حقهٔ مهر بدان مهر و نشان ست که بود

از صبا پرس که ما را همه شب تا دم صبح — بوی زلف تو همان مونس جان ست که بود

طالب لعل و گهر نیست وگرنه خورشید — همچنان در عمل معدن و کان ست که بود

رنگِ خونِ دلِ ما را که نهان کرد خطت — همچنان از لبِ لعلِ تو عیان ست که بود

عاشقان بندهٔ اربابِ امانت باشند — لاجرم چشمِ گهربار همان ست که بود

کشتهٔ غمزهٔ خود را بزیارت می آی — زانکه بیچاره همان دل نگران ست که بود

زلفِ هندوی تو گفتم که دگر ره نزند — سالها رفت و بدان سیرت و شان ست که بود

حافظا باز نما قصهٔ خونابهٔ چشم — که درین چشمه همان آبِ روان ست که بود

کنون که در چمن آمد گل از عدم بوجود — بنفشه در قدمِ او نهاد سر بسجود

بنوش جامِ صبوحی بنالهٔ دف و چنگ — ببوس غبغبِ ساقی بنغمهٔ نی و رود

بباغ تازه کن آیینِ دینِ زردشتی — کنون که لاله برافروخت آتشِ نمرود

ز دستِ شاهدِ سیمین عذارِ عیسی دم — شراب نوش و رها کن حدیثِ عاد و ثمود

جهان چو خلدِ برین شد بدورِ سوسن و گل — ولی چه سود که دروی نه ممکن ست خلود

شد از فروغِ ریاحین چو آسمان گلشن — زمین باختر میمون و طالعِ مسعود

چو گل سوار شود بر هوا سلیمان وار — سحر که مرغ درآید بنغمهٔ داود

بدورِ گل منشین بی شراب و شاهد و چنگ — که همچو دورِ بقا هفته‌ای بود معدود

بیار جامِ لبالب بیادِ آصفِ عهد — وزیرِ ملکِ سلیمان عمادِ دین محمود

بود کہ مجلس حافظ بمین تربیتش
ہر انچہ می طلبد جملہ باشدش موجود

گفتم کہ خطا کردی و تدبیر نہ این بود
گفتا چہ توان کرد کہ تقدیر چنین بود

گفتم کہ خدا داد مرادت بوصالش
گفتا کہ مرادم بوصالش نہ ہمین بود

گفتم کہ قرین بدت افگند بدین روز
گفتا کہ مرا بخت بخویش قرین بود

گفتم ز من اے ماہ چرا مہر بریدی
گفتا کہ فلک با من بمہر بکین بود

گفتم کہ بسے جام طرب خوردی ازین پیش
گفتا کہ شفا در قدح بازپسین بود

گفتم کہ تو اے عمر چرا زود برفتی
گفتا کہ فلانی چکنم عمر ہمین بود

گفتم کہ بسے خط خطا بر تو کشیدند
گفتا ہمہ آن بود کہ بر لوح جبین بود

گفتم کہ نہ وقت سفرت بود چنین زود
گفتا کہ مگر مصلحت وقت چنین بود

گفتم کہ ز حافظ بچہ علت شدہ دور
گفتا کہ ہمہ وقت مرا داعیہ این بود

گرچہ بر واعظ شہر این سخن آسان نشود
تا ریا ورزد و سالوس مسلمان نشود

رندی آموز و کرم کن کہ نہ چندین ہنرست
حیوانے کہ ننوشد می انسان نشود

گوہر پاک بباید کہ شود قابل فیض
ورنہ ہر سنگ و گلے لولو و مرجان نشود

اسم اعظم بکند کار خود ای دل خوش باش
که به تلبیس و حیل دیو مسلمان نشود

درد مندیکه کند درد نهان پیش طبیب
درد او بی سببی قابل درمان نشود

عشق می ورزم و امید که این فن شریف
چون هنرهای دگر موجب حرمان نشود

دوش میگفت که فردا بدهم کام دلت
سببی ساز خدایا که پشیمان نشود

حسن خلقی ز خدا میطلبم روی ترا
تا دگر خاطر ما از تو پریشان نشود

هر کرد در پیش بتان از سر جان می لرزد
بی تکلف تن او لایق قربان نشود

ذره را تا نبود همت عالی حافظ
طالب چشمهٔ خورشید درخشان نشود

کارم ز دور چرخ بسامان نمیرسد
خون شد دلم ز درد و بدرمان نمیرسد

چون خاک راه پست شدم همچو باد و باز
تا آب رو نمیرود و نان نمیرسد

از دست برد جور زمان اهل فضل را
این غصه بسکه دست سوی جان نمیرسد

سیرم ز جان خود بدل راستان ولی
بیچاره را چه چاره که فرمان نمیرسد

تا صد هزار خار نمی روید از زمین
از گلبنی گلی بگلستان نمیرسد

یعقوب را دو دیده [ز] حسرت سفید شد
آوازه ز مصر بکنعان نمیرسد

بی پارهٔ نمیکنم از هیچ استخوان
تا صد هزار زخم بدندان نمیرسد

از حشمت اهل جهل بکیوان رسیده اند | جز آه اهل فضل بکیوان نمی رسد
صوفی بشوی زنگ دل خود بآب می | زین شست و شوی خرقهٔ غفران نمی رسد

حافظ صبور باش که در راه عاشقی
هر کس که جان نداد بجانان نمی رسد

مرا بر ندی عشق آن فضول عیب کند | که اعتراض بر اسرار علم غیب کند
کمال صدق محبت ببین نه نقص گناه | که هر که بی هنر افتد نظر بعیب کند
بجان بزد ره اسلام غمزهٔ ساقی | که اجتناب ز صهبا مگر صهیب کند
ز عطر حور بهشت آن زمان بر آید بوی | که خاک میکدهٔ ما عبیر جیب کند
کلید گنج سعادت قبول اهل دلست | مباد کس که درین نکته شک و ریب کند
شبان وادی ایمن گهی رسد بمراد | که چند سال بجان خدمت شعیب کند

ز دیده خون بچکاند فسانهٔ حافظ
چو یاد عهد شباب و زمان شیب کند

مژده ای دل که مسیحا نفسی می آید | که ز انفاس خوشش بوی کسی می آید
از غم و درد مکن ناله و فریاد که دوش | زده ام فالی و فریاد رسی می آید
ز آتش وادی ایمن نه منم خرم و بس | موسی اینجا بامید قبسی می آید

هیچکس نیست که در کوی تواش کاری نیست — هر کس اینجا بامید هوسی می آید

کس ندانست که منزلگهِ مقصود کجاست — این قدر هست که بانگِ جرسی می آید

جرعهٔ ده که بمیخانهٔ اربابِ کرم — هر حریفی ز پی ملتمسی می آید

خبرِ بلبلِ این باغ مپرسید که من — ناله می شنوم کز قفسی می آید

دوست را گر سرِ پرسیدنِ بیمارِ غم است — گو بیا خوش که هنوزش نفسی می آید

یار دارد سرِ صیدِ دلِ حافظ یاران
شاهبازی بشکار مگسی می آید

مطربِ عشق عجب ساز و نوائی دارد — نقشِ هر پرده که زد راه بجائی دارد

عالم از نالهٔ عشاق مبادا خالی — که خوش آهنگ و فرح بخش نوائی دارد

پیرِ دُردی کشِ ما گرچه ندارد زر و زور — خوش عطابخش و خطاپوش خدائی دارد

از عدالت نبود دور گرش پرسد حال — پادشاهی که بهمسایه گدائی دارد

محترم دار دلم کاین مگسِ قندپرست — تا هواخواهِ تو شد فرِّ همائی دارد

اشکِ خونین بطبیبان بنمودم گفتند — دردِ عشق است و جگرسوز دوائی دارد

ستم از غمزه میاموز که در مذهبِ عشق — هر عمل اجری و هر کرده جزائی دارد

نغز گفت آن بتِ ترسابچهٔ باده فروش — شادیِ روی کسی خور که صفائی دارد

خسروا حافظ درگاه نشین فاتحه خواند
وز زبان تو تمنای دعائی دارد

من و انکار شراب این چه حکایت باشد
غالباً این قدرم عقل کفایت باشد

منکه شبها ره تقوی زده ام با دف و چنگ
این زمان سر بره آرم چه حکایت باشد

زاهد ار راه برندی نبرد معذور است
عشق کاریست که موقوف هدایت باشد

تا بغایت ره میخانه نمیدانستم
ورنه مستوری ما تا بچه غایت باشد

بندهٔ پیر مغانم که ز جهلم برهاند
پیر ما هر چه کند عین رعایت باشد

زاهد و عجب و نماز و من و مستی و نیاز
تا خود او را ز میان با که عنایت باشد

دوش ازین غصه نخفتم که حکیمی میگفت
حافظ ار باده خورد جای شکایت باشد

مسلمانان مرا وقتی دلی بود
که با وی گفتمی گر مشکلی بود

دلی همدرد و یاری مصلحت بین
که استظهار هر اهل دلی بود

بگردابی چو می افتادم از غم
بتدبیرش امید ساحلی بود

ز من ضائع شد اندر کوی جانان
چه دامنگیر یارب منزلی بود

بحال این پریشان رحمت آرید
که وقتی کاروان کاملی بود

مرا تا عشق تعلیم سخن کرد　　حدیثم نکتهٔ هر محفلی بود

هنر بی عیب حرمان بود لیکن　　ز من محروم تر کی سائلی بود

سرشکم در طلب درها فشانید　　ولی از وصل او بی حاصلی بود

مگو دیگر که حافظ نکته دانست　　که ما دیدیم محکم غافلی بود

معاشران ز حریف شبانه یاد آرید　　حقوق بندگی مخلصانه یاد آرید

چو در میان مراد آورید دست امید　　ز عهد صحبت ما در میانه یاد آرید

چو عکس باده کند جلوه در رخ ساقی　　ز عاشقان بسرود و ترانه یاد آرید

بوقت سرخوشی از آه و نالهٔ عشاق　　بصوت نغمهٔ چنگ و چغانه یاد آرید

نمیخورید زمانی غم وفاداران　　ز بیوفائی دور زمانه یاد آرید

سمند دولت اگر چند سرکشست ولی　　ز همرهان بسر تازیانه یاد آرید

بوقت مرحمت ای ساکنان صدر جلال　　ز روی حافظ و آن آستانه یاد آرید

من و صلاح و سلامت کس این گمان نبرد　　که کس برند خرابات ظن آن نبرد

من این مرقع پشمینه بهر آن دارم　　که زیر خرقه کشم می کس این گمان نبرد

بباش غرّه بعلم و عمل فقیه زمان — که هیچکس ز قضای خدای جان نبرد

مشو فریفته رنگ و بو قدح درکش — که زنگ غم ز دلت جز می مغان نبرد

اگرچه دیده بود پاسبان تو ای گل — بهوش باش که نقد تو پاسبان نبرد

سخن بنزد سخندان ادا مکن حافظ
که تحفه کس دُر و گوهر بحر و کان نبرد

مرا می دگرباره از دست برد — بمن باز آورد می دستبرد

هزار آفرین بر می سرخ باد — که از روی ما رنگ زردی ببرد

بنازیم دستی که انگور چید — مریزاد پائی که درهم فشرد

بروزاهدا خورده برمن مگیر — که کار خدائی نه کاریست خرد

مرا از ازل عشق شد سرنوشت — قضای نبشته نشاید سترد

مزن دم ز حکمت که در وقت مرگ — ارسطو دهد جان چو بیچاره گرد

مکن رنج بیهوده خرسند باش — قناعت کن اینست اطلس چو برد

چنان زندگانی کن اندر جهان — که چون مرده باشی نگویند مرد

شود مست وحدت ز جام الست
هرآنکو چو حافظ می صاف خورد

مرا مهر سیه چشمان ز سر بیرون نخواهد شد — قضای آسمان است این و دیگرگون نخواهد شد

مرا روز ازل کاری بجز رندی نفرمودند — هر آن قسمت که آنجا شد کم و افزون نخواهد شد

مجال من همین باشد که پنهان مهر او ورزم — کنار و بوس و آغوشش چگویم چون نخواهد شد

شراب لعل و جای امن و یار مهربان ساقی — دلا کی به شود کارت اگر اکنون نخواهد شد

بیا تا در صف رندان به بانگ چنگ می نوشیم — که ساز شرع زین افسانه بی قانون نخواهد شد

شبی مجنون بلیلی گفت کای محبوب بی همتا — ترا عاشق شود پیدا ولی مجنون نخواهد شد

رقیب آزارها فرمود و جای آشتی نگذاشت — مگر آه سحر خیزان سوی گردون نخواهد شد

بیا تا در می صافیت راز دهر بنمایم — که کار عشق ازین افسانه بی افسون نخواهد شد

مشوی ای دیده نقش غم ز لوح سینهٔ حافظ
که زخم تیغ دلدار است و رنگ خون نخواهد شد

معاشران گره از زلف یار باز کنید — شبی خوشست باین قصه اش دراز کنید

حضور مجلس انس است و دوستان جمع اند — وان یکاد بخوانید و در فراز کنید

رباب و چنگ به بانگ بلند میگویند — که گوش هوش به پیغام اهل راز کنید

هر آنکسی که درین حلقه نیست زنده بعشق — برو چو مرده بفتوای من نماز کنید

میان عاشق و معشوق فرق بسیارست — چو یار ناز نماید شما نیاز کنید

بجانِ دوست که غم پرده بر شما ندرد | گر اعتماد بر الطافِ کارساز کنید

نخست موعظهٔ پیرِ میفروش این است | که از معاشرِ ناجنس احتراز کنید

اگر طلب کند انعامی از شما حافظ
حوالتش بلبِ یارِ دلنواز کنید

مرا بوصلِ تو گر زانکه دسترس باشد | دگر ز طالعِ خویشم چه ملتمس باشد

اگر بهر دو جهان یک نفس زنم با دوست | مراز هر دو جهان حاصل آن نفس باشد

بر آستانِ تو غوغای عاشقان چه عجب | که هر کجا شکرستان بود مگس باشد

رهِ خلاص کجا باشد آن غریقی را | که سیلِ محنتِ عشقش ز پیش و پس باشد

چه حاجت است بشمشیرِ قتلِ عاشق را | که نیم جانِ مرا یک کرشمه بس باشد

هزار بار شود آشنا و دیگر بار | مرا نبیند و گوید که این چه کس باشد

ازین سبب که مرا دستِ بخت کوتاه است | کیم بسرو بلندِ تو دسترس باشد

خوش است بادهٔ رنگین و صحبتِ جانان
مدام حافظِ بیدل درین هوس باشد

میزنم هر نفس از دستِ فراقت فریاد | آه اگر نالهٔ زارم نرساند بتو باد

چکنم گر نکنم ناله و فریاد و فغان | کز فراقِ تو چنانم که بداندیش مباد

روز و شب غصه و خون میخورم و چون نخورم | چون ز دیدار تو دورم بچه باشم دلشاد

تا از چشم من سوخته دل دور شدی | ای بسا چشمهٔ خونین که دل از دیده کشاد

از بن هر مژه صد قطره خون بیش چکید | خون بر آورد دل از دست فراق فریاد

حافظ دل شده مستغرق یادت شب و روز
تو ازین بندهٔ دل خسته بکلی آزاد

مژده ای دل که دگر باد صبا باز آمد | هدهد خوش خبر از طرف سبا باز آمد

برکش ای مرغ سحر نغمهٔ داودی را | که سلیمان گل از طرف هوا باز آمد

لاله بوی می نوشین بشنید از دم صبح | داغ دل بود بامید دوا باز آمد

عارفی کو که کند فهم زبان سوسن | تا بگوید که چرا رفت و چرا باز آمد

مردمی کرد و کرم بخت خدا دادهٔ من | کان بت سنگدل از راه وفا باز آمد

چشم من از پی این قافله بس آه کشید | تا بگوش دلم آواز درا باز آمد

گرچه با عهد شکستیم و گنه حافظ کرد
لطف او بین که بصلح از در ما باز آمد

نقد ها را بود آیا که عیاری گیرند | تا همه صومعه داران پی کاری گیرند

مصلحت دید من آنست که یاران همه کار | بگذارند و خم طرهٔ یاری گیرند

خوش گرفتند حریفان سر زلف ساقی
گر فلکشان بگذارد که قراری گیرند

یارب این بچهٔ ترکان چه دلیرند بخون
که به تیر مژه هر لحظه شکاری گیرند

رقص بر شعر تر و نالهٔ نی خوش باشد
خاصه رقصی که در آن دست نگاری گیرند

قوت بازوی پرهیز بخوبان مفروش
که درین خیل حصاری به سواری گیرند

زاغ چون شرم ندارد که نهد پا بر گل
بلبلان را سزد ار دامن خاری گیرند

آنکه اهل نظر خاک رهت کحل بصر
عمرها شد که سر راهگذاری گیرند

حافظ ابنای زمان را غم مسکینان نیست
زان میان گر بتوان به که کناری گیرند

نفس برآمد و کام از تو بر نمی‌آید
فغان که بخت من از خواب بر نمی‌آید

درین خیال بسر شد زمان عمر و هنوز
بلای زلف سیاهت بسر نمی‌آید

مقیم زلف تو شد دل که خوش سوادی دید
وزان غریب بلاکش خبر نمی‌آید

قد بلند ترا تا ببر نمی‌گیرم
درخت بخت مرادم ببر نمی‌آید

ز شست صدق گشادم هزار تیر دعا
ازان میانه یکی کارگر نمی‌آید

کمینه شرط وفا ترک سر بود حافظ
برو اگر ز تو این کار بر نمی‌آید

نه هر که چهره برافروخت دلبری داند / نه هر که آئینه سازد سکندری داند

نه هر که طرفِ کله کج نهاد و تند نشست / کلاه داری و آئینِ سروری داند

هزار نکتهٔ باریک‌تر ز مو اینجاست / نه هر که سر بتراشد قلندری داند

در آبِ دیدهٔ خود غرقه‌ام چه چاره کنم / که در محیط نه هر کس شناوری داند

غلامِ همتِ آن رندِ عافیت سوزم / که در گدا صفتی کیمیاگری داند

سوادِ نقطهٔ بینش ز خالِ تست مرا / که قدرِ گوهرِ یک دانه گوهری داند

بباختم دلِ دیوانه و ندانستم / که آدمی بچه‌ٔ شیوهٔ پری داند

بقد و چهره هر آنکس که شاهِ خوبان شد / جهان بگیرد اگر دادگستری داند

وفای عهد نکو باشد ار بیاموزی / وگرنه هر که تو بینی ستمگری داند

تو بندگی چو گدایان بشرطِ مزد مکن / که دوست خود روشِ بنده پروری داند

ز شعرِ دلکشِ حافظ کسی شود آگاه / که لطفِ طبع و سخن گفتنِ دری داند

نیست در شهر نگاری که دلِ ما ببرد / بختم ار یار شود رختم ازینجا ببرد

کو حریفی کشِ سرمست که پیشِ کرمش / عاشقِ سوخته دل نامِ تمنا ببرد

در خیال این همه لعبت بهوس می بازم / بو که صاحب نظری نامِ تماشا ببرد

راه عشق ارچه کمینگاه کمانداران است | هر که دانسته رود صرفه ز اعدا ببرد

سحر با معجزه پهلو نزند دل خوش دار | سامری کیست که دست از ید بیضا ببرد

جام مینائی می سد ره تنگدلیست | منه از دست که سیل غمت از جا ببرد

باغبانا ز خزان بیخبرت می بینم | آه از آن روز که بادت گل رعنا ببرد

رهزن دهر نخفته است مشو ایمن از او | اگر امروز نبردست که فردا ببرد

بانگ گاوی چه صدا باز دهد عشوه مخر | کی سها عکس ز خورشید مصفا ببرد

علم و فضلی که بچل سال دلم جمع آورد | ترسم آن نرگس مستانه بیغما ببرد

حافظ ار جان طلبد نرگس مستانهٔ او
خانه از غیر بپرداز و بهل تا ببرد

نفس باد صبا مشک فشان خواهد شد | عالم پیر دگرباره جوان خواهد شد

ارغوان جام عقیقی بسمن خواهد داد | چشم نرگس بشقایق نگران خواهد شد

گل عزیزست غنیمت شمریدش صحبت | که بباغ آمد ازین راه و ازان خواهد شد

این تطاول که کشید از غم هجران بلبل | تا سراپردهٔ گل نعره زنان خواهد شد

ای دل ار عشرت امروز بفردا فکنی | مایهٔ نقد بقا را که ضمان خواهد شد

ماه شعبان منه از دست قدح کاین خورشید | از نظر تا شب عید رمضان خواهد شد

مطرب مجلس انس است غزل خوان و سرود — چند گوئی که چنین ست و چنان خواهد شد
گر ز مسجد بخرابات شدم عیب مکن — مجلس وعظ دراز است و زمان خواهد شد

حافظ از بهر تو آمد سوی اقلیم وجود
قدمے نہ بوداعش که روان خواهد شد

نقد صوفی نه همه صافی و بیغش باشد — اے بسا خرقه که مستوجب آتش باشد
صوفیِ ما که ز وردِ سحری مست شدے — شامگاهش نگران باش که سرخوش باشد
خوش بود گر محکِ تجربه آید بمیان — تا سیه روے شود هر که درو غش باشد
ناز پرورد تنعم نبرد راه بدوست — عاشقی شیوهٔ رندانِ بلاکش باشد
خط ساقی گر ازین گونه زند نقش بر آب — اے بسا رخ که بخونابه منقش باشد
غم دنیاے دنی چند خوری باده بخور — حیف باشد دلِ دانا که مشوش باشد

دلق و سجادهٔ حافظ ببرد باده فروش
گر شرابش ز کف آن ساقی مهوش باشد

نسبتِ رویت اگر با ماه و پروین کرده اند — صورت نادیده تشبیهے تخمین کرده اند
شمهٔ از داستانِ عشقِ شور انگیز ماست — این حکایتها که از فرهاد و شیرین کرده اند
نکهتِ جانبخش دارد خاکِ کوے گلرخان — عارفان زانجا مشامِ عقل مشکین کرده اند

خاکیان بی بهره اند از جرعهٔ کاس الکرام ‌‌— این تطاول بین که با عشاق مسکین کرده اند

شهپر زاغ و زغن زیبای صید و قید نیست — کاین کرامت همرهٔ شهباز و شاهین کرده اند

ساقیا می ده که با حکم ازل تدبیر نیست — قابل تغییر نبود آنچه تعیین کرده اند

از خرد بیگانه شو چون جانبش اندر کشش — دختر رز را که نقد عقل کابین کرده اند

در سفالین کاسهٔ رندان بخواری منگرید — کاین حریفان خدمت جام جهان بین کرده اند

تیر مژگان دراز و غمزهٔ جادو نکرد — آنچه آن زلف دراز و خال مشکین کرده اند

یک شکر انعام با بود دولت خصت داد — هم تو انصافش بده شیرین لبان این کرده اند

شاهدان از آتش رخسار رنگین دمبدم — زاهدان را رخنه‌ها اندر دل و دین کرده اند

شعر حافظ را که یکسر مدح احسان شماست — هر کجا بشنیده اند از لطف تحسین کرده اند

واعظان کین جلوه بر محراب و منبر میکنند — چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند

مشکلی دارم ز دانشمند مجلس باز پرس — توبه فرمایان چرا خود توبه کمتر میکنند

گوییا باور نمیدارند روز داوری — کاین همه قلب و دغل در کار داور میکنند

یا رب این نو دولتان را بر خر خودشان نشان — کاین همه ناز از غلام ترک و استر میکنند

بندهٔ پیر خراباتم که درویشان او — گنج را از بی نیازی خاک بر سر میکنند

ای گدای خانقه بازآ که در دیرِ مغان
میدهند آبی و دلها را توانگر میکنند

حسنِ بی پایانِ او چندانکه عاشق میکشد
زمرهٔ دیگر بعشق از غیب سر بر میکنند

خانه خالی کن دلا تا منزلِ جانان شود
کین هوسناکان دل و جان جای دیگر میکنند

آه آه از دست صرافانِ گوهرناشناس
هر زمان خرمهره را با دُر برابر میکنند

بر درِ میخانهٔ عشق ای ملک تسبیح گوی
کاندر انجا طینتِ آدم مخمر میکنند

صبحدم از عرش می آمد خروشِ باز گفت
قدسیان گوئی که شعرِ حافظ از بر میکنند

هر که شد محرمِ دل در حرمِ یار بماند
وانکه این کار ندانست در انکار بماند

اگر از پرده برون شد دلِ من عیب مکن
شکرِ ایزد که نه در پردهٔ پندار بماند

صوفیان واستدند از گروِ می همه رخت
خرقهٔ ماست که در خانهٔ خمار بماند

خرقه پوشان همگی مست گذشتند و گذشت
قصهٔ ماست که در هر سرِ بازار بماند

داشتم دلقی و صد عیب مرا می پوشید
خرقه رهنِ می و مطرب شد و زنار بماند

از صدای سخنِ عشق ندیدم خوشتر
یادگاری که درین گنبدِ دوار بماند

هر میِ لعل کزان جامِ بلورین ستدم
آبِ حسرت شد و در چشمِ گهربار بماند

جز دلم کو ز ازل تا بابد عاشقِ اوست
جاودان کس نشنیدم که درین کار بماند

گشت بیمار که چون چشم تو گردد نرگس — شیوهٔ آن نشدش حاصل و بیمار بماند

بر جمال تو چنان صورت چین حیران شد — که حدیثش همه جا بر در و دیوار بماند

به تماشاگه زلفش دل حافظ روزی

شد که باز آید و جاوید گرفتار بماند

هر آنکو خاطر مجموع و یار نازنین دارد — سعادت همدم او گشت و دولت همنشین دارد

جناب عشق را درگه بسی بالاتر از عقل است — کسی آن آستان بوسد که جان در آستین دارد

بخواری منگر ای منعم ضعیفان و فقیران را — که صدر مسند عزت فقیر ره نشین دارد

دهان تنگ شیرینت مگر مهر سلیمان است — که نقش خاتم لعلش جهان زیر نگین دارد

چو بر روی زمین باشی توانائی غنیمت دان — که دوران ناتوانیها بسی زیر زمین دارد

بلاگردان جان و دل دعای مستمندانست — که بیند خیر از آن خرمن که ننگ از خوشه چین دارد

صبا از عشق من رمزی بگو با آن شه خوبان — که صد جمشید و کیخسرو غلام کمترین دارد

لب لعل و خط مشکین چو آنش هست و اینش نیز — بنازم دلبر خود را که حسنش آن و این دارد

اگر گوید نمیخواهم چو حافظ بندهٔ مفلس

بگوئیدش که سلطانی گدائے ره نشین دارد

هر آنکه جانب اهل وفا نگه دارد — خداش در همه حال از بلا نگه دارد

اگرت هواست که معشوق نگسلد پیوند — نگاه‌دار سر رشته تا نگه‌دارد

حدیث دوست نگویم مگر بحضرت دوست — که آشنا سخن آشنا نگه‌دارد

سر و زر و دل و جانم فدای آن محبوب — که حق صحبت مهر و وفا نگه‌دارد

دلا معاش چنان کن که گر بلغزد پای — فرشته‌ات بدو دست دعا نگه‌دارد

نگه‌داشت دل ما جای بحث نیست — ز دست بنده چه خیزد خدا نگه‌دارد

صبا در آن سر زلف ار دل مرا بینی — ز روی لطف بگویش که جا نگه‌دارد

غبار راهگذارت کجاست تا حافظ
بیادگار نسیم صبا نگه‌دارد

همای اوج سعادت بدام ما افتد — اگر ترا گذری بر مقام ما افتد

حباب وار براندازم از نشاط کلاه — اگر ز روی تو عکسی بجام ما افتد

بیارگاه تو چون باد را نباشد راه — کی اتفاق مجال سلام ما افتد

چو جان فدای لبت شد خیال می‌بستم — که قطره ز زلالت بکام ما افتد

خیال زلف تو گفتا که جان وسیله مساز — کزین شکار فراوان بدام ما افتد

ملوک را چو ره خاک بوس این در نیست — کی التفات جواب سلام ما افتد

بنا امیدی ازین در مرو بزن فالی — بود که قرعهٔ دولت بنام ما افتد

شبے کہ ماہِ مراد از افق طلوع کند — بود کہ پرتوِ نورے ببامِ ما افتد

زخاکِ کوے تو ہر گہ کہ دم زند حافظ
نسیمِ گلشنِ جان در مشامِ ما افتد

ہر کرا با خطِ سبزت سرِ سودا باشد — پای ازین دائرہ بیرون ننہد تا باشد

در قیامت کہ سر از خاکِ لحد بر گیرم — داغِ سوداے توام سرِّ سویدا باشد

ظلِّ ممدودِ خمِ زلفِ توام بر سر باد — کاندرین سایہ قرارِ دلِ شیدا باشد

چون دلِ من دمے از پردہ برون آی و درآ — کہ دگربارہ ملاقات نہ پیدا باشد

تا کے ای درِّ گرانمایہ روا خواہی داشت — کہ غمت دیدۂ مردم ہمہ دریا باشد

از بنِ ہر مژہ ام آب روانست بیا — اگرت میلِ لبِ جوی و تماشا باشد

[illegible]

چشمت از ناز بہ حافظ نکند میل آرے
سرگرانی صفتِ نرگسِ شہلا باشد

ہرگزم مہرِ تو از لوحِ دل و جان نرود — ہرگز از یادِ من آن سروِ خرامان نرود

آن چنان مہرِ توام در دل و جان جای گرفت — کہ گرم سر برود مہرِ تو از جان نرود

از دماغِ منِ سرگشتہ خیالِ رخِ دوست — بجفاے فلک و غصّۂ دوران نرود

آنچہ از بارِ غمت در دلِ مسکینِ منست — برود دل زمن و از دلِ من آن نرود

در ازل بست دلم با سرِ زلفت پیوند
تا ابد سر نکشد وز سرِ پیمان نرود

گر رود از پیِ خوبان دلِ من معذور است
درد دارد چکند کز پیِ درمان نرود

هر که خواهد که چو حافظ نشود سرگردان
دل بخوبان ندهد در پیِ ایشان نرود

هوسِ باد بهارم بسوی صحرا برد
باد بوی تو بیاورد و قرار از ما برد

هر کجا بود دلی چشمِ تو برد از راهش
نه دلِ خستهٔ بیمارِ مرا تنها برد

جامِ می دی ز لبت دم زد و آن بخششی زد
آبرو از لبِ جان‌بخشِ تو آن بخشا برد

راهِ ما غمزهٔ آن ترکِ کمان‌ابرو زد
رختِ ما هندوِ آن سروِ سیه‌بالا برد

دلِ سنگینِ ترا اشکِ من آورد براه
سنگ را سیل تواند به رهِ دریا برد

بحثِ بلبل برِ حافظ مکن از خوش‌نفسی
پیشِ طوطی نتوان صحبتِ هزارآوا برد

یاد باد آنکه نهانت نظری با ما بود
رقمِ مهرِ تو بر چهرهٔ ما پیدا بود

یاد باد آنکه چو چشمت بعتابم می‌کشت
معجزِ عیسویت در لبِ شکرخا بود

یاد باد آنکه مهِ من چو کُله بشکستی
در رکابش مهِ نو پیکِ جهان‌پیما بود

یاد باد آنکه رخت شمعِ طرب می‌افروخت
وین دلِ سوخته پروانهٔ بی‌پروا بود

یاد باد آنکه چو یاقوت قدح خنده زدی ... در میان من و لعل تو حکایتها بود

یاد باد آنکه دران بزمگه خلق و ادب ... آنکه او خندهٔ مستانه زدے صهبا بود

یاد باد آنکه صبوحی زده در مجلس انس ... جز من و یار نبودیم و خدا با ما بود

یاد باد آنکه خرابات نشین بودم و مست ... انچه در مجلسم امروز کم ست آنجا بود

یاد باد آنکه باصلاح شما میشد راست ... نظم هر گوهر ناسفته که حافظ را بود

یاد باد آنکه سر کوے توام منزل بود ... دیدهٔ روشنی از خاک درت حاصل بود

راست چون سوسن و گل از اثر صحبت پاک ... بر زبان بود مرا آنچه ترا در دل بود

دل چو از پیر خرد نقد معانی می جست ... عشق میگفت بشرح آنکه برو مشکل بود

آه ازین جور و تظلم که درین دامگه است ... وای ازان عیش و تنعم که دران منزل بود

در دلم بود که بی دوست نباشم هرگز ... چه توان گفت که سعی من و دل باطل بود

دوش بر یاد حریفان بخرابات شدم ... خم مے دیدم خون در دل و پا در گل بود

بس بگشتم که بپرسم سبب درد فراق ... مفتی عقل درین مسئله لایعقل بود

راستی خاتم فیروزهٔ بواسحاقی ... خوش درخشید و لے دولت مستعجل بود

دیدی آن قهقههٔ کبک خرامان حافظ ... که ز سرپنجهٔ شاهین قضا غافل بود

یاری اندر کس نمی بینیم یاران را چه شد
دوستی کو آخر آمد دوستداران را چه شد

آب حیوان تیره گون شد خضرِ فرخ پی کجاست
خون چکید از شاخِ گل بادِ بهاران را چه شد

صد هزاران گل شگفت و بانگِ مرغی بر نخاست
عندلیبان را چه پیش آمد هزاران را چه شد

لعلی از کانِ مروت بر نیامد سالهاست
تابشِ خورشید و سعی ابر و باران را چه شد

زهره سازِ خود نمیگیر دگر عودش بسوخت
کس ندارد شوقِ مستی میگساران را چه شد

کس نمیگوید که یاری داشت حقِ دوستی
حق شناسان را چه حال افتاد یاران را چه شد

گوی توفیق و کرامت در میان افگنده اند
کس بمیدان رو نمی آرد سواران را چه شد

حافظ اسرارِ الهی کس نمیداند خموش
از که می پرسی که دورِ روزگاران را چه شد

یک دو جامم دی سحرگه اتفاق افتاده بود
وز لبِ ساقی شرابم در مذاق افتاده بود

از سرِ مستی دگر با شاهدِ عهدِ شباب
رجعتی میخواستم لیکن طلاق افتاده بود

نقش می بستم که گیرم بوسه زان چشمِ مست
طاقت و صبر از خمِ ابروش طاق افتاده بود

ساقیا جامِ دمادم ده که در سیرِ طریق
هر که عاشق وش نباشد در نفاق افتاده بود

ای معبر مژده فرما که دوشم آفتاب
در شکر خوابِ صبوحی هم وثاق افتاده بود

در مقاماتِ طریقت هر کجا کردیم سیر
عافیت را با نظربازی فراق افتاده بود

گر نبودے شاہ یحیی نصرت الدین از کرم ‌ ‌ ردیف د ‌ ‌ کارِ ملک و دین ز نظم و اتفاق افتادہ بود

حافظ آن ساعت کہ این نظم پریشان می نوشت
طائرِ شوقش بدامِ اشتیاق افتادہ بود

یارم چو قدح بدست گیرد ‌ ‌ بازارِ بتان شکست گیرد
در بحر فتادہ ام چو ماہی ‌ ‌ تا یار مرا بشست گیرد
در پاش فتادہ ام بزاری ‌ ‌ آیا بود آنکہ دست گیرد
ہر کس کہ بدید چشمِ او گفت ‌ ‌ کو محتسبے کہ مست گیرد

خرم دل آنکہ ہمچو حافظ
جامے ز مے الست گیرد

بنویس دلا بیار کاغذ ‌ ‌ بفرست بآن نگار کاغذ
ای بادِ صبا ببر بآن شوخ ‌ ‌ از عاشقِ بیقرار کاغذ
ہرگز ننوید او جوابے ‌ ‌ گر بنویسم ہزار کاغذ
تا نامِ تو نقش شد برادمانند ‌ ‌ بر صفحۂ روزگار کاغذ

بنویس ز روی مہربانی
بر حافظِ دلفگار کاغذ

الا اے طوطی گویاے اسرار ‏ مبادا خالیت شکر ز منقار

سرت سبز و دلت خوش باد جاوید ‏ که خوش نقشے نمودی از خطِ یار

سخن سربستہ گفتی با حریفان ‏ خدا را زین معما پرده بردار

بروے ما زن از ساغر گلابی ‏ که خواب آلوده ایم ای بختِ بیدار

چه ره بود اینکه زد در پرده مطرب ‏ که می رقصند باہم مست و ہشیار

ازین افیون که ساقی در مے افگند ‏ حریفان را نه سر ماند نه دستار

خرد ہرچند نقدِ کائنات ست ‏ چه سنجد پیشِ عشقِ کیمیا کار

سکندر را نمی بخشند آبے ‏ بزور و زر میسر نیست این کار

بیا و حالِ اہلِ درد بشنو ‏ بلفظِ اندک و معنیِ بسیار

بمستوران مگو اسرارِ مستی ‏ حدیثِ جان مپرس از نقشِ دیوار

بتِ چینی عدوی دین و دلہاست ‏ خداوندا دل و دینم نگہدار

خداوندی بجاے بندگان کرد ‏ خداوندا ز آفاتش نگہدار

بیمنِ دولتِ منصور شاہی
علم شد حافظ اندر نظمِ اشعار

اے بادِ مشکبو بگذر سوی آن نگار ‏ بکشا گره ز زلفش بوسے بمن بیار

باد بگو کہ اے مہِ نامہربانِ من
بازا کہ عاشقانِ تو مردند ز انتظار

دل دادہ ایم و مہرِ تو از جان خریدہ ایم
بر ما جفا و جورِ فراقت روا مدار

کردی چو روزگار فراموش بندہ را
زنہار عہدِ یارِ وفادار گوش دار

ای دل بساز با غمِ ہجران و صبر کن
ای دیدہ زر فراق ازین بیش خون مبار

باری خیالِ دوست بہ پیشِ نظر شوے
چون بر وصالِ یار نداریم اختیار

حافظ تو تا بکے غمِ مالِ جہان خورے
بسیار غم مخور کہ جہان نیست پایدار

ای بردہ گوی حسن ز خوبانِ روزگار
قدت براستی چو سہی سروِ جویبار

الحق وجودِ نقش و نشانِ دہانِ تو
موہوم نقطہ ایست نہان نہ آشکار

دادیم دل بدستِ خط و زلف و خالِ تو
از دستِ ہجر تا چہ کشد این دلِ فگار

بادا ہزار دشمن اگر یار با من ست
دانم مصاف را و نترسم ز کارزار

عشقت چو در سراچۂ دل خانہ گیر شد
زین در اگر بدر شوم آیم باضطرار

گر سرو پیشِ قدِ تو سر میکشد مرنج
عقلِ طویل را نبود ہیچ اعتبار

منصوبۂ ہوای تو حافظ کنون چو باخت
در ششدرِ غمت دلش افتادہ مہرہ وار

اے خرم از فروغِ رخت لالہ زارِ عمر — باز آ کہ ریخت بے گلِ رویت بہارِ عمر

از دیدہ گر سرشک چو باران رود رواست — کاندر غمت چو برق بشد روزگارِ عمر

بے عمر زندہ ام من و این بس عجب مدار — روزِ فراق را کہ نہد در شمارِ عمر

اندیشہ از محیطِ فنا نیست ہرگزم — بر نقطۂ دہانِ تو باشد مدارِ عمر

در ہر طرف ز خیلِ حوادث کمینگہ است — زان رو عنان گسستہ دواند سوارِ عمر

این یک دو دم کہ دولتِ دیدار ممکن است — دریاب کارِ دل کہ نہ پیداست کارِ عمر

تا کے مےِ صبوح و شکرخوابِ صبحدم — بیدار گرد ہان کہ نماند اعتبارِ عمر

دی در گذار بود و نظر سوے ما نکرد — بیچارہ دل کہ ہیچ ندید از گذارِ عمر

حافظ سخن بگوے کہ در صفحۂ جہان
این نقش ماند از قلمت یادگارِ عمر

اے صبا نکہتے از خاکِ در یار بیار — ببر اندوہِ دل و مژدۂ دلدار بیار

نکتۂ روح فزا از دہنِ یار بگوے — نامۂ خوش خبر از عالمِ اسرار بیار

تا معطر کنم از لطفِ نسیمِ تو مشام — شمۂ از نفحاتِ نفسِ یار بیار

بوفاے تو کہ خاکِ رہِ آن یارِ عزیز — بے غبارے کہ پدید آید از اغیار بیار

روزگاریست کہ دل چہرۂ مقصود ندید — ساقیا این قدح آئینہ کردار بیار

گردی از رہگذر دوست بکوری رقیب — بہر آسایش این دیدۂ خونبار بیار

دل دیوانہ ز زنجیر نمی آید باز — حلقۂ از خم آن طرۂ طرار بیار

خامی و سادہ دلی شیوۂ جانبازان نیست — خبرے از بر آن دلبر عیار بیار

شکر آن را کہ تو در عشرتی ای مرغ چمن — باسیران قفس مژدۂ گلزار بیار

کام جان تلخ شد از صبر کہ کردم بی دوست — عشوۂ زان لب شیرین شکربار بیار

دلق حافظ بچہ ارزد بمیش رنگین کن — وانگہش مست و خراب از سر بازار بیار

اے صبا نکہتے از کوی فلانے بمن آر — زار و بیمارِ غمم راحت جانے بمن آر

قلب بیحاصل ما را بزن اکسیر مراد — یعنی از خاک در دوست نشانے بمن آر

در کمینگاہ نظر با دل خویشم جنگ است — ز ابرو و غمزۂ او تیر و کمانے بمن آر

در غریبی و فراق و غم دل پیر شدم — ساغرے ز کف تازہ جوانے بمن آر

منکران را ہم ازین می دو سہ ساغر بچشان — وگر ایشان نستانند روانے بمن آر

ساقیا عشرت امروز بفردا مفکن — یا ز دیوان قضا خط امانے بمن آر

دلم از پردہ بشد دوش کہ حافظ میگفت — ای صبا نکہتے از کوی فلانے بمن آر

دلا چندم بریزی خون ز دیده شرم دار آخر   تو نیز ای دیده خوابی کن مراد دل برآر آخر

منم یارب که جانان را ز عارض بوسه میچینم   دعای صبحدم دیدی که چون آمد بکار آخر

چو باد از خرمن خامان بودن خوشه تا چند   ز همت توشه بردار و خود تخمی بکار آخر

مراد دینی و عقبی بمن بخشید روزی بخش   بگوشم قول چنگ اول بدستم زلف یار آخر

نگارستان چین دائم نخواهد شد سرایت لیک   بنوک کلک رنگ آمیز نقشی می نگار آخر

دلا در ملک شبخیزی گر از اندوه نگریزی   دم صبحت بشارتها بیارد زان نگار آخر

بتی چون ماه زانو زد می چون لعل پیش آرد   تو گوئی تائبم حافظ ز ساقی شرم دار آخر

دیگر ز شاخ سرو سهی بلبل صبور   گلبانگ زد که چشم بد از روی گل بدور

ای گل بشکر آنکه شگفتی بکام دل   با بلبلان بیدل شیدا مکن غرور

زاهد اگر بحور و قصور است امیدوار   ما را شرابخانه قصور است و یار حور

از دست غیبت تو شکایت نمیکنم   تا نیست غیبتی نبود لذت حضور

گر دیگران بعیش و طرب خرمند و شاد   ما را غم نگار بود مایه سرور

می خور ببانگ چنگ و مخور غصه ور کسی   گوید ترا که باده مخور گو هو الغفور

حافظ شکایت از غم هجران چه میکنی   در هجر وصل باشد و در ظلمت است نور

روی بنما و مرا گو که دل از جان برگیر
پیش شمع آتش پروانه بجان گو درگیر

برلب تشنهٔ من بین ومدار آب دریغ
بر سر کشتهٔ خویش آی وز خاکش برگیر

چنگ بنواز و بساز ار نبود عود چه باک
آتشم عشق و دلم عود و تنم مجمر گیر

در سماع آی وز سر خرقه برانداز برقص
ورنه در گوشه نشین دلق ریا در برگیر

دست گو یار شو و هر دو جهان دشمن باش
بخت گو روی کن و روی زمین لشکر گیر

ترک درویش مگیر ار نبود سیم و زرش
در غمت سیم شمار اشک و رخش را زر گیر

میل رفتن مکن ای دوست دمی با ما باش
بر لب جو طرب جوی و بکف ساغر گیر

رفته گیر از برم این آتش و آب دل و چشم
گونه ام زرد و لبم خشک و دامانم تر گیر

صوف برکش ز سر و بادهٔ صافی درکش
سیم در باز و برو سیمبری در بر گیر

حافظ آراسته کن بزم و بگو واعظ را
که ببین مجلسم و ترک سر منبر گیر

روی بنما و وجود خودم از یاد ببر
خرمن سوختگان را همه گو باد ببر

ما که دادیم دل و دیده بطوفان بلا
گو بیا سیل غم و خانه ز بنیاد ببر

زلف چون عنبر خامش که ببوید هیهات
ای دل خام طمع این سخن از یاد ببر

سینه گو شعلهٔ آتشکدهٔ پارس بکش
دیده گو آب رخ دجلهٔ بغداد ببر

سعی ناکرده درین راه بجایی نرسی / مزد اگر میطلبی طاعتِ استاد ببر

دوش میگفت بمژگانِ درازت بکشم / یارب از خاطرش اندیشهٔ بیداد ببر

روزِ مرگم نفسی وعدهٔ دیدار بده / وانگهم تا بلحد فارغ و آزاد ببر

دولتِ پیرِ مغان باد که باقی سهلست / دیگری گو برو و نامِ من از یاد ببر

بعد ازین چهرهٔ زردِ من و خاکِ درِ دوست / باده پیش آر و بیکجا غمم از یاد ببر

حافظ اندیشه کن از نازکیِ خاطرِ یار / برو از درگهش این ناله و فریاد ببر

ساقیا مایهٔ شباب بیار / یک دو ساغر شرابِ ناب بیار

داروِ دردِ عشق یعنی می / کوست درمانِ شیخ و شاب بیار

آفتاب است و ماه باده و جام / در میانِ مه آفتاب بیار

غمِ دوران مخور که رفت ز رفت / نغمهٔ بربط و رباب بیار

میکند عقل سرکشی تمام / گردنش را ز می طناب بیار

بزن این آتشِ مرا آبی / یعنی آن آتشِ چو آب بیار

گل اگر رفت گو بشادی رو / بادهٔ ناب چون گلاب بیار

غلغلِ قمری ار نماند رواست / قلقلِ شیشهٔ شراب بیار

یا صوابست یا خطا خوردن	گر خطا هست و گر صواب بیا
وصل او جز بخواب نتوان دید	داروی کوست اصل خواب بیا
گرچه مستم سه چار جام دگر	تا بکلی شوم خراب بیا

یک دو رطل گران به حافظ ده
گر گناهست و گر ثواب بیا

شب قدرست وطی شد نامهٔ هجر	سلامٌ فیه حتی مطلع الفجر
دلا در عاشقی ثابت قدم باش	که در این ره نباشد کار بی اجر
من از رندی نخواهم کرد توبه	ولو آذیتنی بالهجر والحجر
دلم رفت و ندیدم روی دلدار	فغان از این تطاول آه ازین زجر
برآ ای صبح روشن دل خدا را	که بس تاریک می بینم شب هجر

وفا خواهی جفاکش باش حافظ
فان الربح والخسران فی التجر

صبا از منزل جانان گذر دریغ مدار	وز او بعاشق مسکین خبر دریغ مدار
بشکر آنکه شگفتی بکام دل ای گل	نسیم وصل ز مرغ سحر دریغ مدار
مراد ما همه موقوف یک کرشمهٔ تست	ز دوستان قدیم این قدر دریغ مدار

حریفِ بزمِ تو بودم چو ماهِ نو بودی — کنون که ماهِ تمامی نظر دریغ مدار
جهان و هرچه در وهست سهل و مختصرست — زاہلِ معرفت این مختصر دریغ مدار
مکارمِ تو بآفاق مے برد شاعر — ازو وظیفه و زادِ سفر دریغ مدار
چو ذکرِ خیر طلب مکنی سخن اینست — که در بہاے سخن سیم و زر دریغ مدار
کنون که چشمهٔ نوش ست لعلِ شیرینت — سخن بگوے و ز طوطی شکر دریغ مدار

غبارِ غم برود حال بہ شود حافظ
تو آبِ دیده ازین رهگذر دریغ مدار

عیدست و موسمِ گل و یاران در انتظار — ساقی بروی شاه ببین ماه و مے بیار
دل بر گرفته بودم از ایامِ گل و لے — کارے بکرد ہمتِ پاکانِ روزه‌دار
گر فوت شد سحور چه نقصان صبوح ہست — از مے کنند روزه کشا طالبانِ یار
جز نقدِ جان بدست ندارم شراب کو — کان نیز بر کرشمهٔ ساقی کنم نثار
خوش دولتیست خرّم و خوش خسروِ کریم — یارب ز چشمِ زخمِ زمانش نگاه دار
مے خور بشعرِ بنده که زیبے دگر دہد — جامِ مرصّعِ تو بدین دُرِّ شاہوار
دل در جہان مبند و ز مستی سوال کن — از فیضِ جام و قصّهٔ جمشیدِ کامگار
ای دل جنابِ عشق بلندست ہمتے — نیکو شنو حدیث و تو این قصّه گوش دار

زانجا که پرده پوشیِ لطفِ عمیمِ تست
بر نقدِ ما بپوش که قلبیست کم عیار

ترسم که روزِ حشر عنان بر عنان رود
تسبیحِ شیخ و خرقهٔ رندِ شرابخوار

حافظ چو رفت روزه و گل نیز میرود
ناچار باده نوش که از دست رفت کار

عاشقِ یارم مرا با کفر و با ایمان چه کار
تشنهٔ دردم مرا با وصل و با هجران چه کار

از لبِ جانان سنے یابم نشانِ زندگی
پس مرا ای جانِ من با جان و با جانان چه کار

کشتهٔ عشقم مرا از شحنهٔ دوران چه غم
مفلسِ عورم مرا با زمرهٔ دیوان چه کار

قبلهٔ محرابِ من ابروی دلدارست بس
این دلِ شوریده را با این چه و با آن چه کار

چونکه اندر هر دو عالم یار میباید مرا
با بهشت و دوزخ و با حور و با غلمان چه کار

هر که از خود شد مجرد در طریقِ عاشقی
از غم و دردش چه آگاهی و با درمان چه کار

صورتِ مردان چه خواهی سیرتِ مردان گزین
مردِ عاشق پیشه را با صورتِ ایوان چه کار

حافظا گر عاشقِ مستی دگر ره بازگوی
عاشقِ یارم مرا با کفر و با ایمان چه کار

گر بود عمر بمیخانه روم بارِ دگر
بجز از خدمتِ رندان نکنم کارِ دگر

خرم آن روز که با دیدهٔ گریان بروم
تا زنم آب درِ میکده یک بارِ دگر

معرفت نیست درین قوم خدا را مددی — تا برم گوهر خود را بخریدار دگر

عافیت میطلبد خاطرم ار بگذارند — غمزهٔ شوخش و آن طرهٔ طرار دگر

گر مساعد شودم دائرهٔ چرخ کبود — هم بچنگ آورمش باز بپرگار دگر

راز سربستهٔ ما بین که بدستان گفتند — هر زمان با دف و نی بر سر بازار دگر

یار اگر رفت و حق صحبت دیرین نشناخت — حاش لله که روم من ز پی یار دگر

هر دم از درد بنالم که فلک هر ساعت — کندم قصد دل زار بآزار دگر

باز گویم نه درین واقعه حافظ تنهاست — غرقه گشتند درین بادیه بسیار دگر

نصیحتی کنمت بشنو و بهانه مگیر — هر آنچه ناصح مشفق بگویدت بپذیر

ز وصل روی جوانان تمتعی بردار — که در کمینگه عمرست مکر عالم پیر

نعیم هر دو جهان پیش عاشقان بجوی — که این متاع قلیلست و آن بهای حقیر

معاشری خوش و رودی بساز میخواهم — که درد خویش بگویم بنالهٔ بم و زیر

بران سرم که ننوشم می و گنه نکنم — اگر موافق تدبیر من شود تقدیر

دل رمیدهٔ ما را که پیش میگیرد — خبر دهید بمجنون خسته در زنجیر

چو قسمت ازلی بی حضور ما کردند — گر اندکی نه بوفق رضاست خرده مگیر

بعزم توبه نهادم قدح ز کف صد بار
ولی کرشمهٔ ساقی نمی‌کند تقصیر

چو لاله در قدحم ریز ساقیا می ناب
که نقش خال نگارم نمی‌رود ز ضمیر

می دو ساله و محبوب چارده ساله
همین بس است مرا صحبت صغیر و کبیر

بگفتمت که حذر کن ز زلف او ای دل
که میکشند دران حلقه باد در زنجیر

بیار ساغر یاقوت و فیض در خوشاب
حسود گو کرم آصفی ببین و بمیر

بنوش باده و عزم وصال جانان کن
سخن بشنو که زنندت ز بام عرش صفیر

حدیث توبه درین بزمگه مگو واعظ
که ساقیان کمان ابروت زنند به تیر

چه جای گفتهٔ خواجو و شعر سلمان ست
که شعر حافظ شیراز به ز شعر ظهیر

ردیف الراء

یوسف گمگشته باز آید بکنعان غم مخور
کلبهٔ احزان شود روزی گلستان غم مخور

این دل غمدیده حالش به شود دل بد مکن
وین سر شوریده باز آید بسامان غم مخور

دور گردون گر دو روزی بر مراد ما نگشت
دائما یکسان نماند کار دوران غم مخور

گر بهار عمر باشد باز بر طرف چمن
چتر گل بر سر کشی ای مرغ خوشخوان غم مخور

هان مشو نومید چون واقف نه از سر غیب
باشد اندر پرده بازیهای پنهان غم مخور

هر که سرگردان بعالم گشت و غمخواری نیافت
آخر الامر او بغمخواری رسد هان غم مخور

در بیابان گر بشوقِ کعبه خواهی زد قدم | سرزنشها گر کند خارِ مغیلان غم مخور
حالِ ما در فرقتِ جانان و ابرامِ رقیب | جمله میداند خدای حال گردان غم مخور
ای دل ار سیلِ فنا بنیادِ هستی برکند | چون ترا نوحست کشتیبان ز طوفان غم مخور
گرچه منزل بس خطرناکست و مقصد ناپدید | هیچ راهی نیست کرا نیست پایان غم مخور

حافظا در کنجِ فقر و خلوتِ شبهای تار
تا بود وردت دعا و درسِ قرآن غم مخور

ای سروِ نازِ حسن که خوش میروی بناز | عشاق را بنازِ تو هر لحظه صد نیاز
فرخنده باد طالعِ نازت که در ازل | ببریده اند بر قدِ سروت قبای ناز
آن را که بوی عنبرِ زلفِ تو آرزوست | چون عود گو بر آتشِ سوزان بسوز و ساز
از طعنهٔ رقیب نگردد عیار کم | چون زر اگر برند مرا در دهانِ گاز
پروانه را ز شمع بود سوزِ دل ولی | بی شمعِ عارضِ تو دلم را بود گداز
دل کز طوافِ کعبهٔ کویت وقوف یافت | از شوقِ آن حریم ندارد سرِ حجاز
هر دم بخونِ دیده چه حاصل وضو چو نیست | بی طاقِ ابروی تو نمازِ مرا جواز
صوفی ما که توبه ز می کرده بود دوش | بشکست عهد چون درِ میخانه دید باز
چون باده مست بر سرِ خم رفت کف زنان | حافظ که دوش از لبِ ساغر شنید راز

براہِ میکدہ عشاق راست در تک و تاز | ہمان نیاز کہ حجاج را براہِ حجاز
چہ گویمت کہ ز سوزِ درون چہ می بینم | ز اشک پرس حکایت کہ من نیم غماز
غرض کرشمہٴ حسن ست ورنہ حاجت نیست | جمالِ دولتِ محمود را بزلفِ ایاز
بہیچ در نروم بعد ازین ز حضرتِ دوست | چو کعبہ یافتم آیم ز بت پرستی باز
شبے چنین بسحر گہ ز بخت میخواہم | کہ با تو شرحِ سرانجامِ خود کنم آغاز
تنم ز ہجرِ تو چشم از جہان فرو میدوخت | امیدِ دولتِ وصلِ تو داد جانم باز
چہ حلقہ ہا کہ زدم بر درِ دل از سرِ سوز | ببوے روزِ وصالِ تو در شبانِ دراز
چو غنچہ سرِ نہفتہ نہان کجا ماند | دلِ مرا کہ نسیمِ صباست محرمِ راز

ز شوقِ مجلسِ آن ماہ خرگہی حافظ
گرت چو شمع جفائے رسد بسوز و بساز

برنیامد از تمناے لبت کامم ہنوز | بر امیدِ جامِ لعلت دردے آشامم ہنوز
روزِ اول رفت دینم در سرِ زلفینِ تو | تا چہ خواہد شد درین سودا سرانجامم ہنوز
از خطا گفتم شبے موے ترا مشکِ ختن | میزند ہر لحظہ تیرے مو براندامم ہنوز
نامِ من رفتہ ست روزے بر لبِ جانان بسہو | اہلِ دل را بوے جان می آید از نامم ہنوز
پرتوِ روے ترا در خلوتم دید آفتاب | میدود چون سایہ ہردم بر لبِ بامم ہنوز

دراد دل واده است مارا ساقیِ لعلِ لبت | جرعهٔ جامے کہ من سرگرم آن جامم ہنوز
ساقیا یک جرعہ دہ زان آبِ آتشگون کہ من | در میان پختگانِ عشقِ او خامم ہنوز
ایکہ گفتی جان بدہ تا باشدت آرامِ دل | جان لغمہایش سپردم نیست آرامم ہنوز

در قلم آورد حافظ قصهٔ لعلِ لبش
آبِ حیوان میرود ہر دم ز اقلامم ہنوز

صبا بمقدمِ گل راحِ روح بخشد باز | کجاست بلبلِ خوشگوے گو برآر آواز
دلا ز ہجر مکن نالہ زانکہ در عالم | غم ست و شادی و خار و گل و نشیب و فراز
دوتا شدم چو کمان از غم و نمیگویم | ہنوز ترکِ کمان ابروان تیر انداز
حکایتِ شبِ ہجران بدشمنان مکنید | کہ نیست سینهٔ اربابِ کینہ محرمِ راز
ز طرّهٔ تو پریشانیِ دلم شد فاش | ز مشک نیست غریب ار رسد ار بود غماز
ہزار دیدہ بروے تو ناظر ند و تو خود | نظر بروے کسے برنمیکنی آغاز
اگر بسوز دت ای دل ز درد نالہ مکن | دم از محبّتِ او میزن و بدرد بساز

غبارِ خاطرِ ما چشمِ خصم کور کند
تو رُخ بخاک نہ اے حافظ از مقامِ نیاز

منم غریبِ دیار و توئی غریب نواز | دمے بحالِ غریبِ دیارِ خود پرداز

بهر کمند که خواهی بگیر و بازم بند
بشرط آنکه ز کارم نظر نگیری باز

بر آستین خیال تو میدهم بوسه
بر آستان وصالت چو نیست دست نیاز

نه این زمان من شوریده دل نهادم روی
بر آستان تو کاندر ازل نهادم باز

دلا منال ز شامے که صبح در پے اوست
که نیش و نوش بهم باشد و نشیب و فراز

گرم چو خاک زمین خوار میکنی سهل است
خرام میکن و بر خاک سایه می انداز

درون سینه دلم چون کبوتران طپید
چه آتشیست که بر جان ما نهادی باز

خیال قد بلند تو میکند دل من
تو دست کوته من بین و آستین دراز

حدیث درد من ای مدعی نه امروز است
که حافظ از ازل او رند بود و شاهد باز

منم که دیده بدیدار دوست کردم باز
چه شکر گویمت ای کارساز بنده نواز

نیاز مند بلا گو رخ از غبار مشوے
که کیمیای مرادست خاک کوی نیاز

بیک دو قطره که ایثار کردی اے خواجه
بسا که در رخ دولت کنی کرشمه و ناز

طهارت ار نه بخون جگر کند عاشق
بقول مفتی عشقش درست نیست نماز

ز مشکلات طریقت عنان متاب ای دل
که مرد راه نیندیشد از نشیب و فراز

درین مقام مجازی بجز پیاله مگیر
درین سراچه بازیچه غیر عشق مباز

من از نسیم سخن چین چه طرف بر بندم — چو سرو راست درین باغ نیست محرم راز
اگرچه حسن تو از عشق غیر مستغنی ست — من آن نیم که ازین عشقبازی آیم باز

غزل سرائی ناهید صرفه نبرد
دران مقام که حافظ برآورد آواز

هزار شکر که دیدم بکام خویشت باز — ترا بکام خود و با تو خویش را دمساز
روندگان حقیقت ره بلا سپرند — رفیق عشق چه غم دارد از نشیب و فراز
غم حبیب نهان به ز جستجوی رقیب — که نیست سینهٔ ارباب کینه محرم راز
چه فتنه بود که مشاطهٔ قضا انگیخت — که کرد نرگس مستش سیه بسرمهٔ ناز
بدین سپاس که مجلس منور ست بدوست — گرت چو شمع جفائی رسد بسوز و بساز
ملامتی که بروی من آمد از غم عشق — ز اشک پرس حکایت که من نیم غماز
امید قد تو میداشتم ز بخت بلند — نسیم زلف تو میخواستم ز عمر دراز
بنیم بوسه دعائی بخر ز اهل دلی — که کید دشمنت از جان و جسم دارد باز

فلک ز زمزمهٔ عشق در حجاز و عراق
نوای بانگ غزلهای حافظ شیراز

بیا و کشتی ما در شط شراب انداز — غریو و ولوله در جان شیخ و شاب انداز

مرا بکشتی باده درافکن ای ساقی
که گفته اند نکوئی کن و در آب انداز

زکوی میکده برگشته ام ز راه خطا
مرا دگر ز کرم در رهِ صواب انداز

بیار زان مئی گلرنگ مشکبو جامی
شرارِ رشک و حسد در دل گلاب انداز

اگرچه مست و خرابم تو نیز لطفی کن
نظر برین دلِ سرگشته خراب انداز

بنیم شب اگرت آفتاب میباید
ز روی دخترِ گلچهرِ رز نقاب انداز

مهل که روزِ وفاتم بخاک بسپارند
مرا بمیکده بر درِ خمِ شراب انداز

گر از تو یک سر مو سرکشد دلِ حافظ
بگیر و در خمِ زلفش به پیچ و تاب انداز

حالِ خونین دلان که گوید باز
وز فلک خونِ خم که جوید باز

جز فلاطون خم نشینِ شراب
سرِ حکمت بما که گوید باز

شرمش از چشمِ می پرستان باد
نرگسِ مست اگر بروید باز

هر که چون لاله کاسه گردان شد
زین جفا رخ بخون بشوید باز

بسکه در پرده چنگ گفت سخن
ببرش موی تا نموید باز

بگشاید دلم چو غنچه اگر
ساغرِ لاله گون ببوید باز

گرد بیت الحرام خم حافظ
گر نمیرد بسر بپوید باز

خیز و در کاسۂ زر آبِ طربناک انداز
پیش ازانے کہ شود کاسۂ سر خاک انداز

عاقبت منزلِ ما وادیِ خاموشانست
حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز

ملکِ این مزرعہ دانی کہ ثباتے نکند
آتشے از جگرِ جام درافلاک انداز

بسرِ سبزِ تو اے سرو کہ چون خاک شوم
ناز از سر بنہ و سایہ بران خاک انداز

دلِ ما را کہ ز مارِ سرِ زلفِ تو بخست
از لبِ خود بشفاخانۂ تریاک انداز

غسل در اشک زدم کاہلِ طریقت گویند
پاک شو اول و پس دیدہ بران پاک انداز

یا رب آن زاہدِ خودبین کہ بجز عیب ندید
دودِ آہیش در آئینۂ ادراک انداز

چشمِ آلودہ نظر از رخِ جانان دورست
بر رخِ او نظر از آئینۂ پاک انداز

چون گل از نکہتِ او جامہ قبا کن حافظ
وان قبا در رہِ آن قامتِ چالاک انداز

دلم ربودہ لولی وشیست شور انگیز
دروغ وعدہ و قتّال وضع و رنگ آمیز

فدائے پیرہنِ چاکِ ماہرویان باد
ہزار جامۂ تقوے و خرقۂ پرہیز

فرشتہ عشق نداند کہ چیست قصہ مخوان
بخواہ جامِ شرابے بخاکِ آدم ریز

غلامِ آن کلماتم کہ آتش افروزد
نہ آب سرد زند در سخن بر آتش تیز

فقیر و خستہ بدرگاہت آمدم رحمے
کہ جز ولائے توام نیست ہیچ دستاویز

بیا که حافظ میخانه دوش با من گفت — که در مقام رضا باش و از قضا مگریز

پیاله در کفنم بند تا سحرگه حشر — بمی ز دل ببرم هول روز رستاخیز

میان عاشق و معشوق هیچ حائل نیست
تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز

روز عیش و طرب و ماه صیام ست امروز — کام دل حاصل و ایام بکام ست امروز

گر عروس فلکی رخ ننماید از مشرق — که مرا دیدن آن ماه تمام ست امروز

زاهدی را که نبودی چو صوامع جائی — بین که در کنج خرابات مقام ست امروز

صبحدم بلبل مست ار چه سبب مینالد — کار او چون ز بهاران بنظام ست امروز

محتسب بیهده گوید مده رندان را — کانکه بی شاهد و می نیست کدام ست امروز

گو بگویند خلائق که همی حافظ را
چشم بر روی نگار و لب جام ست امروز

زلفین سیه خم بخم اندر زده باز — وقت من شوریده بهم بر زده باز

زان روی نکو چشم بدان دور که امروز — بر همه زده طعنه و بر خور زده باز

بر ساعد سیمین زده سنگ و لیکن — با تو چه توان گفت که ساغر زده باز

از دود دل خسته ام ای دوست حذر کن — کاتش بین سوخته دل بر زده باز

من سر چو قلم بر سر سودای تو دارم — با آنکه من سر زده را سر زده باز

نقد سرهٔ قلب که پالوده ام از چشم — بر سکهٔ روی همه بر زر زده باز

از غالیه بر هم زده خوش شکر خند — امروز همه بر گل و شکر زده باز

شهباز غمت راست کبوتر دل حافظ
هشدار که بر صید کبوتر زده باز

در آ که در دل خسته توان درآید باز — بیا که در دل مرده روان درآید باز

بیا که فرقت تو چشم من چنان بربست — که فتح باب وصالت مگر گشاید باز

به پیش آینهٔ دل هر آنچه میدارم — بجز خیال جمالت نمینماید باز

غمی که چون سپه زنگ ملک دل بگرفت — ز خیل شادی روم رخت زداید باز

ز خوف بادیه دل بد مکن ببند احرام — که مرد راه نیندیشد ار چه ناید باز

بدان مثل که شب آبستن آمده است بروز — ستاره می شمرم تا که شب چه زاید باز

بیا که بلبل مطبوع خاطر حافظ
بسوی گلشن وصل تو می سراید باز

ای صبا گر بگذری بر ساحل رود ارس — بوسه زن بر خاک آن وادی و مشکین کن نفس

منزل سلمی که بادش هر دم از ما صد سلام — پر صدای ساربانان بینی و آهنگ جرس

محمل جانان ببوس آنگه بزاری عرضه دار
کز فراقت سوختم اے مہربان فریاد رس

عشرت شبگیر کن مے نوش کاندر راه عشق
شبروان را آشنائیهاست با میر عسس

دل برغبت می سپارد جان بچشم مست یار
گرچه هشیاران ندادند اختیار خود بکس

من که قول ناصحان را خواندمے بانگ رباب
گوشمالی خوردم از هجران که اینم پند بس

طوطیان در شکرستان کامرانی میکنند
وز تحسر دست بر سر میزند مسکین مگس

عشقبازی کار بازی نیست اے دل سر بباز
زانکه گوی عشق نتوان زد بچوگان هوس

نام **حافظ** گر برآید بر زبان کلک دوست
از جناب حضرت شاهم بس است این ملتمس

جانان ترا که گفت که احوال ما مپرس
بیگانه گرد و قصهٔ هیچ آشنا مپرس

آنجا که لطف شامل و خلق کریم تست
جرم گذشته عفو کن و ماجرا مپرس

خواهی که روشنت شود احوال سر عشق
از شمع پرس قصه ز باد صبا مپرس

هیچ آگهی ز عالم درویشیش نبود
آن کس که با تو گفت که درویش را مپرس

از دلق پوش صومعه نقد طلب مجوے
یعنی ز مفلسان سخن کیمیا مپرس

در دفتر طبیب خرد باب عشق نیست
اے دل بدرد خو کن و نام دوا مپرس

نقش حقوق خدمت و اخلاص و بندگی
از لوح سینه محو کن و نام ما مپرس

ما قصهٔ سکندر و دارا نخوانده‌ایم | از ما بجز حکایت مهر و وفا مپرس

حافظ رسید موسم گل معرفت مخوان
دریاب نقد عمر و زچون و چرا مپرس

دارم از زلف سیاهت گله چندان که مپرس | که چنان زو شده‌ام بی سر و سامان که مپرس
کس بامید وفا ترک دل و دین مکناد | که چنانم من ازین کرده پشیمان که مپرس
بهر یک جرعه که آزار کسش در پی نیست | زحمتی میکشم از مردم نادان که مپرس
گوشه گیری و سلامت هوسم بود ولی | فتنهٔ میکند آن نرگس فتان که مپرس
زاهد از ما بسلامت بگذر کان می لعل | دل و دین میبرد از دست بدانسان که مپرس
گفتم از گوی فلک صورت حالی پرسم | گفت آن میکشم اندر خم چوگان که مپرس

گفتمش زلف بکین که کشادی گفتا
حافظ این قصه درازست بقرآن که مپرس

درد عشقی کشیده‌ام که مپرس | زهر هجری چشیده‌ام که مپرس
گشته‌ام در جهان و آخر کار | دلبری برگزیده‌ام که مپرس
آنچنان در هوای خاک درش | میرود آب دیده‌ام که مپرس
بی تو در کلبهٔ گدائی خویش | رنجهائی کشیده‌ام که مپرس

من بگوشِ خود از دهانش دوش — سخنانی شنیده‌ام که مپرس

سوی من لب چه میگزی که مگوی — لبِ لعلی گزیده‌ام که مپرس

همچو حافظ غریب در رهِ عشق
بمقامی رسیده‌ام که مپرس

در ضمیرِ ما نمیگنجد بغیر از دوست کس — هر دو عالم را بدشمن جو که ما را دوست بس

یارِ گندم گونِ ما گر میل کردی نیم جو — هر دو عالم پیشِ چشمِ ما نمودی یک عدس

میردی چون شمع و جمعی از پس و پیشت دوان — نی غلط گفتم نباشد شمع را خود پیش و پس

غافل ستان کو بشمشیر از تو می پیچد عنان — قندر الذّت گر نیسکو نپید امگس

خاطرم وقتی هوس کردی که بینم خیرِ — تا ترا دیدم نکردم جز بدیدارت هوس

مردمان را از عسس شب گر خیالی در سرست — من چنانم کز خیالم باز نشناسد عسس

کویت انتاشکم چو دریا گشت و میترسم کز آن — بر سر آید این رقیبانِ سبکسارت چو خس

حافظا این ره بپای لاشهٔ لنگِ تو نیست
بعد ازین بنشین که گردی بر نخیزد زین فرس

دلا رفیقِ سفر بختِ نیک خواهت بس — نسیمِ روضهٔ شیراز پیکِ راهت بس

دگر ز منزلِ جانان سفر مکن درویش — که سیرِ معنوی و کنجِ خانقاهت بس

بصدرِ مصطبه بنشین و ساغرِ مے نوش — کہ این قدر ز جہان کسبِ مال و جاہت بس
زیادتی مطلب کار بر خود آسان کن — کہ شیشۂ مے صاف و بتِ چو ماہت بس
فلک بمردمِ نادان دہد زمامِ مراد — تو اہلِ دانش و فضلی ہمین گناہت بس
دگر کمین بگشاید غمے ز کشورِ دل — حریمِ درگہِ پیرِ مغان پناہت بس
ہوائے مسکنِ مالوف و عہدِ یارِ قدیم — ز رہروانِ سفر کردہ عذرخواہت بس
بمنتِ دگران خو مکن کہ در دو جہان — رضائے ایزد و انعامِ پادشاہت بس

بہیچ وردِ دگر نیست حاجت اے حافظ
دعائے نیم شب و وردِ صبحگاہت بس

گلعذارے ز گلستانِ جہان ما را بس — زین چمن سایۂ آن سروِ روان ما را بس
من و ہمصحبتیِ اہلِ ریا دورم باد — از گرانانِ جہان رطلِ گران ما را بس
قصرِ فردوس بپاداشِ عمل می‌بخشند — ما کہ رندیم و گدا دیرِ مغان ما را بس
بنشین بر لبِ جوے و گذرِ عمر ببین — کاین اشارت ز جہانِ گذران ما را بس
نقدِ بازارِ جہان بنگر و آزارِ جہان — گر شما را نہ بس این سود و زیان ما را بس
یار با ماست چہ حاجت کہ زیادت طلبیم — دولتِ صحبتِ آن مونسِ جان ما را بس
از درِ خویش خدا را بہ بہشتم مفرست — کہ سرِ کوے تو از کون و مکان ما را بس

نیست ما را بجز از وصلِ تو در سر ہوسے | دین تجارت ز متاعِ دو جہان ما را بس

حافظ از مشرب قسمت گلہ بے انصافیست
طبع چون آب د غزلہاے روان ما را بس

اگر رفیق شفیقی درست پیمان باش | حریف حجرہ و گرمابہ و گلستان باش

شکنجِ زلفِ پریشان بدست باد مدہ | مگو کہ خاطر عشاق گو پریشان باش

گرت ہواست کہ با خضر ہمنشین باشی | نہان ز چشم سکندر چو آب حیوان باش

زبورِ عشق نوازی نہ کار ہر مرغیست | بیا و نو گلِ این بلبل غزلخوان باش

طریقِ خدمت و آئینِ بندگی کردن | خداے را کہ رہا کن بیا و سلطان باش

دگر بصید حرم تیغ بر مکش زنہار | از انچہ با دلِ ما کردۂ پشیمان باش

تو شمعِ انجمنی یکزبان و یکدل شو | خیالِ کوشش پروانہ بین و خندان باش

کمالِ دلبری و حسن در نظر بازیست | بشیوۂ نظر از نادرانِ دوران باش

خموش حافظ و از جور یار نالہ مکن
ترا کہ گفت کہ بر روی خوب حیران باش

اے دل غلامِ شاہِ جہان باش و شاہ باش | پیوستہ در حمایتِ لطفِ الٰہ باش

از خارجی ہزار بیک جو نمی خرند | گو کوہ تا بکوہ منافق سپاہ باش

چون احمدم شفیع بود در روز رستخیز
گو این تن بلاکش من پرگناه باش

آن را که دوستی علی نیست کافرست
گو زاهد زمانه و گو شیخ راه باش

امروز زنده ام بولای تو یا علی
فردا بروح پاک امامان گواه باش

قبر امام هشتم سلطان دین رضا
از جان ببوس و بر در آن بارگاه باش

دستت نمیرسد که بچینی گلی ز شاخ
باری بپای گلبن ایشان گیاه باش

مرد خدا که زاهد تقوی طلب بود
خواهی سفید جامه و خواهی سیاه باش

حافظ طریق بندگی شاه پیشه کن
وانگاه در طریق چو مردان راه باش

بازآی و دل تنگ مرا مونس جان باش
وین سوخته را محرم اسرار نهان باش

زان باده که در مصطبه عشق فروشند
ما را دو سه ساغر بده و گو رمضان باش

در خرقه چو آتش زدی ای عارف سالک
جهدی کن و سر حلقه رندان جهان باش

آن یار که گفتا بتو ام دل نگران ست
گو میرسم اکنون بسلامت نگران باش

خون شد دلم از حسرت آن لعل روان بخش
ای درج محبت بهمان مهر و نشان باش

تا بر دلش از غصه غباری ننشیند
ای سیل سرشک از عقب نامه روان باش

حافظ که هوس میکندش جام جهان بین
گو در نظر آصف جمشید مکان باش

باغبان گر پنج روزی صحبتِ گل بایدش
بر جفای خارِ هجران صبرِ بلبل بایدش

ای دل اندر بندِ زلفش از پریشانی منال
مرغِ زیرک چون بدام افتد تحمّل بایدش

با چنین زلف و رخش بادش نظربازی حرام
هر که روی یاسمین و جعدِ سنبل بایدش

رندِ عالم سوز را با مصلحت بینی چه کار
کارِ ملک ست آنکه تدبیر و تحمّل بایدش

تکیه بر تقوی و دانش در طریقت کافریست
راهرو گر صد هنر باشد توکّل بایدش

نازها زین نرگسِ مستانه میباید کشید
این دلِ شوریده گر آن زلف و کاکل بایدش

ساقیا در گردشِ ساغر تعلّل تا بچند
دور چون با عاشقان افتد تسلسل بایدش

کیست حافظ تا نوشد باده بی آوازِ چنگ
عاشقِ مسکین چرا چندین تحمّل بایدش

ببرد از من قرار و طاقت و هوش
بتِ سنگین دلِ سیمین بناگوش

نگاری چابکی شوخی پریوش
حریفی مهوشی ترکی قباپوش

ز تابِ آتشِ سودای عشقش
بسانِ دیگ دائم میزنم جوش

چو پیراهن شوم آسوده خاطر
گرش همچون قبا گیرم در آغوش

اگر پوسیده گردد استخوانم
نگردد مهرش از جانم فراموش

دل و دینم دل و دینم ببردست
بر و دوشش بر و دوشش بر و دوش

دوای تو دوای تست حافظ
لب نوشش لب نوشش لب نوشش

بجد و جهد چو کاری نمیرود از پیش / بکردگار رها کرده به مصالح خویش
بپادشاهی عالم فرو نیارد سر / اگر ز سر قناعت خبر شود درویش
ز سنگ تفرقه خواهی که منحنی نشوی / مشو بسان ترازو تو در پی کم و بیش
ریای زاهد سالوس جان من فرسود / قدح بیار و بزن مرهمی برین دل ریش
بنوش باده که قسام صنع قسمت کرد / در آفرینش از انواع نوشدارو نیش
ریا حلال شمارند و جام باده حرام / نهی طریقت و ملت نهی شریعت و کیش
بدلربائی اگر خود سر آمدی چه عجب / که نور حسن تو بود از اساس عالم پیش

دهان تنگ تو دلخواه جان حافظ شد
بجان بود خطرم زین دل محال اندیش

بدور لاله قدح گیر و بی ریا میباش / ببوی گل نفسی همدم صبا میباش
نگویمت که همه سال می پرستی کن / سه ماه می خور و نه ماه پارسا میباش
چو پیر سالک عشقت بمی حواله کند / بنوش و منتظر رحمت خدا میباش
گرت هواست که چون جم بسر غیب رسی / بیا و همدم جام جهان نما میباش

چو غنچه گرچه فروبستگیست کار جهان | تو همچو باد بهاری گره‌گشا میباش
وفا مجوی ز کس ور سخن نمی‌شنوی | بهرزه طالب سیمرغ و کیمیا میباش

مرید طاعت بیگانگان مشو حافظ
ولے معاشر رندان آشنا میباش

من خرابم ز غم یار خراباتی خویش | میزند غمزهٔ او ناوک غم بر دل ریش
با تو پیوستم و از غیر تو دل ببریدم | آشنای تو ندارد سر بیگانه و خویش
بعنایت نظرے کن که من دلشده را | نرود بے مدد لطف تو کارے از پیش
آخر اے پادشه حسن و ملاحت چه شود | گر لب لعل تو ریزد نمکے بر دل ریش
خرمن صبر من سوخته دل داد بباد | چشم مست تو که بگشاد کمین از پس و پیش
گر چلیپاے سر زلف ز هم بگشاید | بس مسلمان که شود کشتهٔ آن کافر کیش
پس زانو منشین و غم بیهوده مخور | که ز غم خوردن تو رزق نگردد کم و بیش
چونکه این کوشش بیفایده سودے ندهد | پس میازار دل خود ز غم اے دوراندیش
پرسش حال دل سوخته کن بهر خدا | نیست از شاه عجب گر بنوازد درویش

حافظ از نوش لب لعل تو کامے نگرفت
کزند بر دل ریشش دو هزاران سر نیش

چو برشکست صبا زلفِ عنبر افشانش — بہر شکستہ کہ پیوست تازہ شد جانش

کجاست ہمنفسے تا کہ شرحِ غصہ دہم — کہ دل چہ میکشد از روزگارِ ہجرانش

نسیمِ صبح وفا نامہ کہ بُرد بدوست — ز خونِ دیدۂ ما بود مہرِ عنوانش

زمانہ از ورقِ گل مثالِ روی تو بست — ولے ز شرمِ تو در غنچہ کرد پنہانش

بسے شدیم و نشد عشق را کرانہ پدید — تبارک اللہ ازین رہ کہ نیست پایانش

جمالِ کعبہ مگر عذرِ رہروان خواہد — کہ جانِ زندہ دلان سوخت در بیابانش

دلم کہ مہرِ تو از غیرِ تو نہان میداشت — ببین کہ دیدہ کند فاش پیشِ یارانش

بدین شکستہ بیت الحزن کہ می آرد — نشانِ یوسفِ دل از چہِ زنخدانش

بگیرم آن سرِ زلف و بدستِ خواجہ دہم — کہ دادِ من بستاند مگر ز دستانش

سحر بطرفِ چمن می شنیدم از بلبل
نواے حافظِ خوش لہجۂ غزلخوانش

چو جامِ لعلِ تو نوشم کجا بماند ہوش — چو چشمِ مستِ تو بینم بجا نماند گوش

منم غلامِ تو ورزانکہ از من آزادے — مرا بکوزہ فروشِ شرابخانہ فروش

بیوے آنکہ ز میخانہ کوزۂ یابم — روم سبوی خراباتیان کشم بر دوش

مرا مگوے کہ خاموش باش و دم درکش — کہ در چمن نتوان یافت مرغ را خاموش

اگر نشان تو جویم کدام صبر و قرار — وگر حدیث تو گویم کدام طاقت و هوش

شراب پخته بجامان دل فسرده ده — که باده آتش تیزست و نپختگان در جوش

نعیم روضه جنت بذوق آن نرسد — که یار نوش کند باده و تو گوئی نوش

مرا چو خلعت سلطان عشق میدادند
ندا زدند که حافظ خموش باش خموش

خوشا شیراز و وضع بیمثالش — خداوندا نگهدار از زوالش

ز رکناباد ما صد لوحش الله — که عمر خضر می بخشد زلالش

میان جعفرآباد و مصلی — عبیرآمیز مے آید شمالش

بشیراز آی و فیض روح قدسی — بخواه از مردم صاحب کمالش

که نام قند مصری برد آنجا — که شیرینان ندادند انفعالش

صبا زان لولی شنگول سرمست — چه داری آگهی چونست حالش

مکن بیدار ازین خوابم خدارا — که دارم عشرتی خوش با خیالش

گر آن شیرین پسر خونم بریزد — دلا چون شیر مادر کن حلالش

چرا حافظ چو می ترسیدی از هجر
نکردی شکر ایام وصالش

در عهد پادشاه خطا بخش جرم پوش | حافظ قرابه کش شد و مفتی پیاله نوش

صوفی ز کنج صومعه در پای خم نشست | تا دید محتسب که سبو میکشد بدوش

احوال شیخ و قاضی و شرب الیهودشان | کردم سوال صبحدم از پیر میفروش

گفتا نه گفتنیست سخن گر چه محرمی | درکش زبان و پرده نگهدار و می بنوش

ساقی بهار میرسد و جام می نماند | فکری بکن که خون دل آمد ز غم بجوش

عشق است و مفلسی و جوانی و نو بهار | عذرم پذیر و جرم بذیل کرم بپوش

ای پادشاه صورت و معنی که مثل تو | نادیده هیچ دیده و نشنیده هیچ گوش

چندان بمان که خرقهٔ ازرق کند قبول | بخت جوانت از فلک پیر ژنده پوش

تا چند همچو شمع زبان آوری کنی | پروانهٔ مراد رسید ای محب خموش

دیشب ندا ز غیب بگوش دلم رسید
حافظ تو غصه کم خور و بنشین و می بنوش

دلم رمیده شد و غافلم من درویش | که آن شکاری سرگشته را چه آمد پیش

چو بید بر سر ایمان خویش می لرزم | که دل بدست کمان ابروییست کافر کیش

خیال حوصلهٔ بحر میپزم هیهات | چهاست در سر این قطرهٔ محال اندیش

بکوی میکده گریان و سر فکنده روم | چرا که شرم همی آیدم ز حاصل خویش

نه عمر خضر بماند نه ملک اسکندر — نزاع بر سر دنیای دون مکن درویش

بنازم آن مژهٔ شوخ عافیت کش را — که موج میزندش آب نوش بر سر نیش

ز آستین طبیبان هزار خون بچکد — گرم بتجربه دستی نهند بر دل ریش

تو بنده گله از پادشه مکن ای دل — که شرط عشق نباشد شکایت از کم و بیش

بدان کمر نرسد دست هر گدا حافظ — خزینهٔ بکف آور ز گنج قارون بیش

سحر ز هاتف غیبم رسید مژده بگوش — که دور شاه شجاع است می دلیر بنوش

شد آنکه اهل نظر بر کناره میرفتند — هزار گونه سخن بر دهان و لب خاموش

ببانگ چنگ بگوییم آن حکایتها — که از نهفتن او دیگ سینه میزد جوش

شراب خانگی از بیم محتسب خوردن — بروی یار بنوشیم و بانگ نوشانوش

ز کوی میکده دوشش بدوش می بردند — امام شهر که سجاده میکشید بدوش

دلا دلالت خیرت کنم براه نجات — مکن بفسق مباهات و زهد هم مفروش

محل نور تجلیست رای انور شاه — چو قرب او طلبی در صفای نیت کوش

بجز ثنای جلالش مساز ورد ضمیر — که هست گوش دلش محرم پیام سروش

رموز مصلحت ملک خسروان دانند — گدای گوشه نشینی تو حافظا مخروش

شراب تلخ میخواهم که مرد افگن بود زورش
که تا یکدم بیاسایم ز دنیا و شر و شورش

بیاور مے که نتوان شد ز مکرِ آسمان ایمن
بلعب زهرهٔ چنگی و بهرام سلحشورش

کمندِ صید بهرامے بیفگن جامِ جم بردار
که من پیمودم این صحرا نه بهرام است نه گورش

نظر کردن بدرویشان منافیِ بزرگی نیست
سلیمان با چنان حشمت نظرها بود با مورش

بیا تا در مےِ صافیت راز دهر بنمایم
بشرطِ آنکه ننمائی بکج طبعانِ دلِ کورش

شرابِ لعل مینوشم من از جامِ زمردگون
که زاهد افعی وقتست میسازم ازین کورش

سماطِ عهدِ دون پرور ندارد شهدِ آسایش
مذاقِ حرص و آز ای دل بشوی از تلخ و از شورش

کمانِ ابروی جانان نمی پیچد سر از حافظ
ولیکن خنده می آید برین بازوے بےزورش

صوفی گلے بچین و مرقع بخار بخش
وین زهدِ خشک را بمےِ خوشگوار بخش

طامات و زرق در رهِ آهنگِ چنگ نه
تسبیح و طیلسان بمے و میگسار بخش

زاهد گران که ساقی و شاهد نمی خرند
در حلقهٔ چمن بنسیمِ بهار بخش

راهم شرابِ لعل زد ای میرِ عاشقان
خونِ مرا بچاهِ زنخدانِ یار بخش

یارب بوقتِ گل گنهِ بنده عفو کن
وین ماجرا بسرو لبِ جویبار بخش

اے آنکه ره بمشربِ مقصود بردهٔ
زین بحر قطرهٔ بمنِ خاکسار بخش

شکرانه که روے ترا چشم بد ندید | مارا بعفو و لطف خداوندگار بخش

ساقی چو شاه نوش کند باده صبوح
گو جام زر بہ حافظِ شب زنده دار بخش

فکر بلبل همه آنست که گل شد یارش | گل در اندیشه که چون عشوه کند در کارش
دلربائی همه آن نیست که عاشق بکشند | خواجه آنست که باشد غمِ خدمتگارش
جای آنست که خون موج زند در دلِ لعل | زین تغابن که خزف می شکند بازارش
بلبل از فیضِ گل آموخت سخن ورنه نبود | این همه قول و غزل تعبیه در منقارش
آن سفر کرده که صد قافله دل همرهِ اوست | هر کجا هست خدایا بسلامت دارش
اگر از وسوسهٔ نفس و هوا دور شدی | بیشکی ره ببری در حرمِ دیدارش
اے که از کوچهٔ معشوقهٔ ما میگذری | با خبر باش که سر می شکند دیوارش
صحبتِ عافیت گرچه خوش افتاد ای دل | جانبِ عشق عزیزست فرو مگذارش
صوفی از سرِ خوش ازینست که کج کرد کلاه | بدو جامِ دگر آشفته شود دستارش

دلِ حافظ که بدیدار تو خوگر شده است
ناز پرورد وصالست مجو آزارش

کنار آب پاے بید و طبع شعر و یارِ خوش | معاشر دلبرِ شیرین و ساقی گلعذار خوش

الا ای دولتی طالع که قدر وقت میدانی ‌‌‌‌‌ گوارا بادت این عشرت که داری روزگاری خوش
عروس طبع را زیور ز فکر بکر می بندم ‌‌‌‌‌ بود کز نقش ایامم بدست افتد نگاری خوش
شب صحبت غنیمت دان و داد خوشدلی بستان ‌‌‌‌‌ که مهتاب دل افروز است و طرف لاله زاری خوش
چه می در کاسهٔ چشم ست ساقی را بنامیزد ‌‌‌‌‌ که مستی میکند با عقل و می آرد خماری خوش
هر آنکس را که بر خاطر ز عشق دلبری باریست ‌‌‌‌‌ سپندی گو بر آتش نه که داری کار و باری خوش

بغفلت عمر شد حافظ بیا با ما بمیخانه
که شنگولان سرمستت بیاموزند کاری خوش

ما آزموده ایم درین شهر بخت خویش ‌‌‌‌‌ باید برون کشید ازین ورطه رخت خویش
از بسکه دست می گزم و آه میکشم ‌‌‌‌‌ آتش زدم چو گل بتن لخت لخت خویش
دوشم ز بلبلی چه خوش آمد که می سرود ‌‌‌‌‌ گل گوش پهن کرده ز شاخ درخت خویش
کای دل صبور باش که آن یار تندخو ‌‌‌‌‌ بسیار تندخوی نشیند ز بخت خویش
گر موج خیز حادثه سر بر فلک زند ‌‌‌‌‌ عارف بآب تر نکند رخت بخت خویش
خواهی که سخت و سست جهان بر تو بگذرد ‌‌‌‌‌ بگذر ز عهد سست و سخنهای سخت خویش

ای حافظ ار مراد میسر شدی مدام
جمشید نیز دور نماندی ز تخت خویش

مجمع خوبی و لطف ست عذار چو مهش لیکنش مهر و وفا نیست خدایا بدهش

دلبرم شاهد و طفل ست ببازی روزی بکشد زارم و در شرع نباشد گنهش

چارده ساله بتی چابک و شیرین دارم که بجان حلقه بگوش ست مه چاردهش

من همان به که از و نیک نگهدارم دل که بد و نیک ندیده است و ندارد نگهش

بوی شیر از لب همچون شکرش مے آید گرچه خون میچکد از شیوه چشم سیهش

در پے آن گل نورسته دل ما یارب خود کجا شد که ندیدیم درین چند گهش

یار دلدار من ار قلب بدینسان شکند ببرد زود بسر داری خود پادشهش

جان بشکرانه کنم صرف گر آن دانهٔ دُر صدف دیدهٔ حافظ شود آرامگهش

مرا کاریست مشکل با دل خویش که گفتن می نیارم مشکل خویش

خیالت داند و جان من از غم که هر شب در چه کارم با دل خویش

ز واپس ماندگان یادے کن آخر چه رانی تند یارا محمل خویش

بسے گشتم چو مجنون کوه و صحرا نگر یابم سراغ از منزل خویش

مرا در اول منزل ره افتاد کم آمد کشتیم در ساحل خویش

چه فرصتها که گم کردم درین راه ز بخت خوابناک غافل خویش

کم از جولانی اختر در رہِ ما
چو حافظ خاک کرد آبِ گلِ خویش

هاتفی از گوشهٔ میخانه دوش
گفت ببخشند گنه مے بنوش

عفوِ الٰهی بکند کارِ خویش
مژدهٔ رحمت برساند سروش

این خردِ خام بمیخانه بر
تا مے لعل آوردش خون بجوش

عفوِ خدا بیشتر از جرمِ ماست
نکتهٔ سربسته چه گوئی خموش

گرچه وصالش نه بکوشش دهند
هر قدر اے دل که توانی بکوش

گوشِ من و حلقهٔ گیسوے یار
روے من و خاکِ درِ میفروش

داورِ دین شاهِ شجاع آنکه کرد
روحِ قدس حلقهٔ امرش بگوش

اے ملک العرش مرادش بده
وز خطرِ چشمِ بدش دار گوش

رندیِ حافظ نه گناهیست صعب
با کرمِ پادشهِ عیب پوش

یارب آن نوگلِ خندان که سپردی بمنش
می سپارم بتو از چشمِ حسودِ چمنش

همرهِ اوست دلم باد بهر جا که رود
همتِ اهلِ کرم بدرقهٔ جان و تنش

گر بسر منزلِ سلمے رسی ای بادِ صبا
چشم دارم که سلامے برسانی ز منش

بادب نافه گشائی کن ازان زلفِ سیاه ‌ ‌ ‌ جای دلهاے عزیزست بهم برمزنش

چون دلم حقِ وفا با خط و خالش دارد ‌ ‌ ‌ محترم دار دران طرهٔ عنبرشکنش

گرچه از کوے وفا گشت بصد مرحله دور ‌ ‌ ‌ دور باد آفتِ دورِ فلک از جان و تنش

در مقامیکه بیادِ لبِ او می نوشند ‌ ‌ ‌ سفله آن مست که باشد خبر از خویشتنش

عرض و مال از درِ میخانه نشاید اندوخت ‌ ‌ ‌ هر که این آب خورد رخت بدریا فگنش

هر که ترسد ز ملال اندهِ عشقش نه حلال ‌ ‌ ‌ سرِ ما و قدمش یا لبِ ما و دهنش

شعرِ حافظ همه بیت الغزلِ معرفتست
آفرین بر نفسِ دلکش و لطفِ سخنش

ای همه شکلِ تو مطبوع و همه جاے تو خوش ‌ ‌ ‌ دلم از عشوهٔ شیرینِ شکرخاے تو خوش

همه گلبرگ طرے هست وجودِ تو لطیف ‌ ‌ ‌ همچو سروِ چمنی هست سراپاے تو خوش

هم گلستانِ خیالم ز تو پر نقش و نگار ‌ ‌ ‌ هم مشامِ دلم از زلفِ سمنساے تو خوش

شیوهٔ نازِ تو شیرین خط و خالِ تو ملیح ‌ ‌ ‌ چشم و ابروے تو زیبا قدِ بالاے تو خوش

پیشِ چشمِ تو بمیرم که بدان بیماری ‌ ‌ ‌ میکند دردِ مرا از رخِ زیباے تو خوش

در رهِ عشق که از سیلِ فنا نیست گذار ‌ ‌ ‌ میکنم خاطرِ خود را بتمناے تو خوش

در بیابانِ فنا گرچه ز هر سو خطرست ‌ ‌ ‌ میرود حافظِ بیدل بتولاے تو خوش

دوش با من گفت پنهان رازدانی تیزهوش | کز شما پنهان نشاید داشت راز می‌فروش

گفت آسان گیر بر خود کارها کز روی طبع | سخت میگیرد جهان بر مردمان سخت‌کوش

وانگهم درداد جامی کز فروغش بر فلک | زهره در رقص آمد و بربط‌زنان میگفت نوش

تا نگردی آشنا زین پرده بوئی نشنوی | گوش نامحرم نباشد جای پیغام سروش

در حریم عشق نتوان زد دم از گفت و شنید | زانکه آنجا جمله اعضا چشم باید بود و گوش

در بساط نکته‌دانان خودفروشی شرط نیست | یا سخن دانسته گو ای مرد بخرد یا خموش

با دل خونین لب خندان بیاور همچو جام | نی گرت زخمی رسد آئی چو چنگ اندر خروش

گوش کن پند ای پسر از بهر دنیا غم مخور | گفتمت چون دُر حدیثی گر توانی دار گوش

ساقیا می ده که رندیهای حافظ عفو کرد
خسرو صاحبقران جرم‌بخش عیب‌پوش

از رقیبت دلم نیافت خلاص | زانکه القاص لا یحب القاص

محتسب خم شکست و من سر او | سن بالسن والجروح قصاص

مطرب ما همی بزد که سپهر | مشتری همچو زهره شد رقاص

گوهر از بحر کی برون آرد | ترک سر تا نمی‌کند غواص

نقدی از عشق جوی نه از عقل | تا که خالص شوی چو زر خلاص

حافظ اوّل ز مصحف رخ دوست
خواند الحمد و سورهٔ اخلاص

نیست کس را زکمند سر زلف تو خلاص
میکشی عاشق مسکین نترسی ز قصاص

عاشق سوخته دل تا به بیابان فنا
نرود در حرم دل نشود خاص الخاص

جان نهادم بمیان شمع صفت از سر شوق
کردم ایثار تن خویش ز روی اخلاص

آتشی در دل دیوانهٔ ما در زده
که چو دود دیم همیشه بهوایت رقاص

کیمیای غم عشق تو تن خاکی را
زر خالص کند ارچند بود همچو رصاص

بهواداری آن شمع چو پروانه وجود
تا نسوزی نشوی از خطر عشق خلاص

ناوک غمزهٔ او دست ببرد از رستم
حاجب ابروی او برد گرو از وقاص

قیمت دُرّ گرانمایه چه دانند عوام
حافظا گوهر یکدانه مده جز بخواص

بیا که میشنوم بوی جان ازان عارض
که یافتم دل خود را نشان ازان عارض

بگل بمانده قد سرو ناز ازان قامت
خجل شده است گل گلستان ازان عارض

معانیی که ز حوران بشرح میگویند
ز حسن و لطف بپرس این بیان ازان عارض

گرفته نافه چنین بوی مشک ازان گیسو
گلاب یافته بوی جنان ازان عارض

بشرم رفتہ تن یاسمین ازان اندام
زمہر روے تو خورشید گشتہ غرق عرق

بجون نشستہ گل ارغوان ازان عارض
نزار ماندہ مہ آسمان ازان عارض

زنظم دلکش حافظ چکیدہ آب حیات
چنانکہ خوی شدہ جانان چکان ازان عارض

حسن وجمال تو جہان جملہ گرفت طول وعرض
از رخ تست مقتبس خور زچہارم آسمان
دیدن حسن روی تو بر ہمہ خلق واجبست
گر لب روح پرورت گلشکرے نبخشدم

شمس فلک خجل شدہ از رخ خوب عارض
ہمچو زمین ہفتمین ماندہ بزیر بار قرض
سجدہ درگہ تو شد بر ہمہ شاہ ارض فرض
کے تن دردمند من رستہ شود ازین مرض

بوسہ بخاک پاے او دست کجا دہد ترا
قصہ شوق حافظ خود کہ رساندش بعرض

گرد عذار یار من تا بنوشت حسن خط
از ہوس لبش کہ آن زاب حیات خوشترست
خال سیاہ را بران عارض سیم رنگ مین
موے کشادہ کردہ خوے تا چمن درآمدی
گر بہواش میدہم گرد مثال جان ودل

ماہ زحسن روے او راست فتادہ در غلط
گشت روان ز دیدہ ام چشمۂ آب ہمچو شط
راست زمشک ماندان بر رخ ماہ یک نقط
شد رخ گل چو زعفران مشک گلاب شد سقط
گاہ بآب میکشیم آتش عشق ہمچو بط

اگر بغلامی خودم شاه قبول میکند | تا بسپارکی دهم بنده به بندگیش خط

آب حیات حافظا گشته خجل ز نظم تو
کس بهوای عشق او شعر نگفته زین نمط

زچشم بد رخ خوب تو احسن الله حافظ | که کرد جمله نکوئی بجای ما حافظ
اگر چه خون دلت خورد لعل و بستان | بکام دل ز لبش بوسه خونبها حافظ
بزلف و خال بتان دل مبند دیگربار | اگر بجستی ازین بند و این بلا حافظ
بیا که نوبت صلح است و دوستی و صفا | که با تو نیست مرا جنگ و ماجرا حافظ
تو از کجا و امید وصال او ز کجا | بدامنش نرسد دست هر گدا حافظ
چه ذوق یافت دل من ز وصل آن محبوب | مراست تحفه جان بخش غمزدا حافظ

بیا بخوان غزل خوب و طرفه و پرسوز
که شعر تست فرح بخش و جانفزا حافظ

قسم بحشمت جاه و جلال شاه شجاع | که نیست باکسم از بهر مال و جاه نزاع
بفیض جرعه جام تو تشنه ایم ولی | نمی کنیم دلیری نمیدهیم صداع
خدای را بمیئم شست و شوی خرقه کنید | که من نمی شنوم بوی خیر ازین اوضاع
ببین که رقص کنان میرود بناله چنگ | کسیکه اذن نمیداد ی استماع سماع

بعاشقان نظرے کن بشکر این نعمت
کہ من غلامِ مطیعم تو پادشاہِ مطاع

برو ادیب و نصیحت مگو کہ دیگر تو
نبینیم پس ازین ہیچگہ بکنج بقاع

ز زہد حافظ و طاماتِ او ملول شدم
بساز رود و غزل گوے بر سرود و سماع

بفرِ دولتِ گیتی فروز شاہِ شجاع
کہ ہست در نظرِ من جہان حقیر متاع

صراحیے و حریفے خوشم ز دنیا بس
کہ غیر ازین ہمہ اسباب تفرقہ است و صداع

ز مسجدم بخرابات میفرستد عشق
بسر ہمیروم اے جان نمیکنم نزاع

بس است وردِ شبانہ مےِ مغانہ بیار
حریف بادہ رسید اے رفیق توبہ وداع

ہنر نمی خرد ایام و غیر ازینم نیست
کجا روم بتجارت باین کسادِ متاع

بیار مے کہ چو خورشید مشعل افروزد
رسد بکلبۂ درویش نیز فیضِ شعاع

جبین و چہرۂ حافظ خدا جدا مکناد
ز خاکِ بارگہ کبریاے شاہِ شجاع

بامدادان کہ ز خلوتگہِ کاخِ ابداع
شاہ خاور فگند بر ہمہ اطراف شعاع

برکشد آینہ از جیبِ افق چرخ زمان
بنماید رخِ گیتی بہزاران انواع

در زوایاے طربخانۂ جمشیدِ فلک
ارغوان ساز کند زہرہ بآہنگِ سماع

چنگ در غلغله آید که کجا شد منکر / جام در قهقهه آید که کجا شد مناع

وضع دوران بنگر ساغر عشرت برگیر / که بهر حال همین ست بهین اوضاع

طرهٔ شاهد دنیا همه مکرست و فریب / عارفان بر سر این نکته نجویند نزاع

عمر خسرو طلب ار نفع جهان می طلبی / که وجودیست عطابخش و کریم نفاع

مظهر لطف ازل روشنی چشم امل / جامع علم و عمل جان جهان شاه شجاع

حافظا باده خوری با صنم گلرخ خور / که ازین به نبود در دو جهان هیچ متاع

در وفای عشق تو مشهور خوبانم چو شمع / شب نشین کوی سربازان و رندانم چو شمع

کوه صبرم نرم شد چون موم از دست غمت / تا در آب و آتش عشقت گدازانم چو شمع

بی جمال عالم آرای تو روزم چون شب ست / با کمال عشق تو در عین نقصانم چو شمع

رشتهٔ صبرم بمقراض غمت ببریده شد / همچنان در آتش هجر تو سوزانم چو شمع

گر کمیت اشک گلگونم نبودی تندرو / کی شدی پیدا بگیتی راز پنهانم چو شمع

روز و شب خوابم نمی آید بچشم غم پرست / بسکه در بیماری هجر تو گریانم چو شمع

در میان آب و آتش همچنان سرگرم تست / این دل زار و نزار و اشکبارانم چو شمع

در شب هجران مرا پروانهٔ وصلی فرست / ورنه از آهی جهانی را بسوزانم چو شمع

سرفرازم کن شبی از وصلِ خود ای ماه رو … تا منور گردد از دیدارت ایوانم چو شمع

همچو صبحم یک نفس باقیست بی دیدار تو … چهره بنما دلبرا تا جان بیفشانم چو شمع

آتشِ مهرِ ترا حافظ عجب در سر گرفت
آتشِ دل کی بآبِ دیده بنشانم چو شمع

سحر چو بلبلِ بیدل دمی شدم در باغ … که تا چو بلبلِ بیدل کنم علاجِ دماغ

بچهرهٔ گلِ سوری نگاه میکردم … که بود در شبِ تاری بروشنی چو چراغ

چنان بحسن و جوانی خویشتن مغرور … که داشت از دلِ بلبل هزارگونه فراغ

کشاده نرگسِ رعنا بحسرت آب ز چشم … نهاده لاله حمرا بجان و دل صد داغ

زبان کشیده چو تیغی بسرزنش سوسن … دهان کشاده شقایق چو مردمانِ بناغ

یکی چو باده پرستان صراحی اندر دست … یکی چو ساقیِ مستان بکف گرفته ایاغ

نشاط و عیشِ جوانی چو گل غنیمت دان
که حافظا نبود بر رسول غیر بلاغ

طالع اگر مدد کند دامنش آورم بکف … گر بکشم زهی طرب ور بکشد زهی شرف

طرفِ کرم ز کس نبست این دلِ پر امیدِ من … گرچه صبا همی برد قصهٔ من بهر طرف

چند بناز پرورم مهرِ بتانِ سنگدل … یاد پدر نمیکنند این پسرانِ ناخلف

از خم ابروی توام هیچ گشایشی نشد | وه که درین خیال کج عمر عزیز شد تلف
من بخیال زاهدی گوشه نشین و طرفه آنکه | مغبچهٔ ز هر طرف میزندم بچنگ و دف
ابروی دوست کے شود دست کش خیال من | کس نزدست زین کمان تیر مراد بر هدف
بیخبرند زاهدان نقش بخوان و لا تقل | مست ریاست محتسب باده بنوش و لا تخف
صوفی شهر بین که چون لقمهٔ شبهه می خورد | پالدمش دراز باد این حیوان خوش علف
من بکدام دل خوشی مے خورم و طرب کنم | کز پس و پیش خاطرم لشکر غم کشیده صف

حافظ اگر قدم زنی در ره خاندان عشق
بدرقهٔ رهت شود همت شحنهٔ نجف

زبان خامه ندارد سر بیان فراق | وگرنه شرح دهم با تو داستان فراق
رفیق خیل خیالیم و همرکاب شکیب | قرین محنت و اندوه و همقران فراق
دریغ مدت عمرم که بر امید وصال | بسر رسید و نیامد بسر زمان فراق
سری که بر سر گردون بفخر مے سودم | ز روی عجز نهادم بر آستان فراق
چگونه باز کنم بال در هوای وصال | که ریخت مرغ دلم پر در آشیان فراق
بسے نماند که کشتی عمر غرقه شود | ز موج شوق تو در بحر بیکران فراق
فلک چو دید سرم را اسیر چنبر عشق | ببست گردن صبرم بریسمان فراق

کنون چه چاره که در بحر غم بگردابی
فتاده کشتی صبرم ز بادبان فراق

چگونه دعوی وصلت کنم بجان که شدست
تنم وکیل قضا و دلم ضمان فراق

فراق و هجر که آورد در جهان یارب
که روز هجر سیه باد و خانمان فراق

بپای شوق گر این ره بسر شدی حافظ
بدست هجر ندادی کسی عنان فراق

مباد کس چو من خسته مبتلای فراق
که عمر من همه بگذشت در بلای فراق

غریب و عاشق و بیدل فقیر و سرگردان
کشیده محنت ایام و دردهای فراق

اگر بدست من افتد فراق را بکشم
بآب دیده دهم باز خونبهای فراق

کجا روم چکنم حال دل کرا گویم
که داد من بستاند دهد جزای فراق

ز درد هجر و فراقم دمی خلاصی نیست
خدای را بستان داد ده سزای فراق

فراق را بفراق تو مبتلا سازم
چنانکه خون بچکانم ز دیدهای فراق

من از کجا و فراق از کجا و غم ز کجا
مگر که زاد مرا مادر از برای فراق

بداغ عشق تو حافظ چو بلبل سحری
زند بروز و شبان خونفشان نوای فراق

مقام امن و می بیغش و رفیق شفیق
گرت مدام میسر شود زهی توفیق

جهان و کارِ جهان جمله هیچ در هیچ ست
هزار بار من این نکته کرده ام تحقیق

دریغ و درد که تا این زمان ندانستم
که کیمیای سعادت رفیقِ بود رفیق

بمامنے رو و فرصت شمر غنیمت وقت
که در کمینگهِ عمرند قاطعانِ طریق

کجاست اهلِ دلے تا کند دلالتِ خیر
که ما بدوست نبردیم رہ بهیچ طریق

فدائے غمزهٔ ساقی هزار جان آن دم
که ترک کند لبِ لعل از شراب همچو عقیق

حلاوتے که ترا در چهِ زنخدان ست
بکنهِ او نرسد صد هزار فکرِ عمیق

اگرچه موے میانت بچون منے نرسد
خوش ست خاطرم از فکرِ این خیالِ دقیق

ازان برنگِ عقیق ست اشکِ من همه وقت
که مهرِ خاتمِ چشمِ من ست همچو عقیق

بیا که توبه ز لعلِ نگار و خندهٔ جام
تصوریست که عقلش نمیکند تصدیق

بخنده گفت که حافظ غلامِ طبعِ توام
ببین که تا بچه قدرم همیکند تحمیق

اگر شراب خوری جرعهٔ فشان بر خاک
ازان گناه که نفعے رسد بغیر چه باک

بزن براوجِ فلک خیمه یا سرادقِ عشق
که خود برد اجلت ناگهان بتیرِ مغاک

مخور دریغ و بخور مے بشاهد و دف و چنگ
که بے دریغ زند روزگار تیغِ هلاک

بخاکِ پائے توائے سروِ نازپرورِ من
که روزِ واقعه پا وامگیر از سرِ خاک

چه دوزخی چه بهشتی چه آدمی چه ملک | بمذهب همه کفر طریقت است امساک
فریب دختر رز طرفه میزند ره عشق | مباد تا بقیامت خراب طارم تاک

براهِ میکده حافظ خوش از جهان رفتی
دعاے اہل دلت باد مونس دلِ پاک

اے دل ریش مرا با لب تو حق نمک | حق نگهدار که من میروم الله معک
تو ئی آن گوهر پاکیزه که در عالم قدس | ذکرِ خیرِ تو بود حاصلِ تسبیح ملک
در خلوص منت ار هست شکے تجربه کن | کس عیار زرِ خالص نشناسد چو محک
گفته بودی که شوم مست و دو بوست بهم | وعده از حد بشد و ما نه دو دیدیم و نه یک
بگشا پسته خندان و شکر ریزی کن | خلق را از دهن خویش مینداز بشک
چرخ بر هم زنم ار جز بمرادم گردد | من نه آنم که زبونی کشم از چرخ فلک

چون بر حافظ خویشش نگذاری بارے
اے رقیب از برِ او یک دو قدم پیشتر ک

اے پیک پے خجسته چه نامی فدیت لک | هرگز سیاه چرده ندیدم بایں نمک
خوبان مست زد که بر درت آیند جملگے | وانگاه خاک پائے تو بوسند یک بیک
هم ظاهر از دو چشم تو در دیده مردمی | هم روشن از دو لعلِ تو در دیده مردمک

آدم ز حسن روی تو گر بهره داشتی
از دیدنش بسجده نپرداختی ملک

صورتگران چین گر آن چهره بنگرند
نقش نگارخانهٔ چین افکنند حک

از طرف بام روی چو ماه تو هر شبی
مانند آفتاب همی تابد از فلک

در دوستی حافظ اگر نیستت یقین
زر خالص است و باک ندارد ز محک

هزار دشمنم ار میکنند قصد هلاک
گرم تو دوستی از دشمنان ندارم باک

مرا امید وصال تو زنده میدارد
وگرنه هردمم از هجر تست بیم هلاک

نفس نفس اگر از باد نشنوم بویت
زمان زمان کنم از غم چو گل گریبان چاک

رود بخواب دو چشم از خیال تو هیهات
بود صبور دل اندر فراق تو حاشاک

بضرب سیفک قتلی حیاتنا ابداً
فان روحی قد طاب ان یکون فداک

اگر تو زخم زنی به که دیگری مرهم
وگر تو زهر دهی به که دیگری تریاک

ترا چنانکه توئی هر نظر کجا بیند
بقدر بینش خود هر کسی کند ادراک

عنان مپیچ اگر میزنی بشمشیرم
سپر کنم سر و دستت ندارم از فتراک

بچشم خلق عزیز آنگهی شوی حافظ
که بر درش بنهی روی مسکنت بر خاک

اگر بکوی تو باشد مرا مجال وصول — رسد ز دولت وصل تو کار من بحصول

قرار برده ز من آن دو سنبل مشکین — خراب کرده مرا آن دو نرگس مکحول

دل از جواهر مهر تو صیقلی دارد — بود ز زنگ حوادث هر آئنه مصقول

من شکسته بدحال زندگی یابم — دران زمان که بتیغ غمت شوم مقتول

چه جرم کرده ام ای جان و دل بحضرت تو — که طاعت من بیدل نمی شود مقبول

چو بر در تو من بینوای بی زر و زور — بهیچ باب ندارم ره خروج و دخول

کجا روم چکنم حال دل کرا گویم — که گشته ام ز غم و جور روزگار ملول

خراب تر ز دل من غم تو جای نیافت — که ساخت در دل تنگم قرارگاه نزول

بدرد عشق بساز و خموش شو حافظ
رموز عشق مکن فاش پیش اهل عقول

ای برده دلم را تو بدین شکل و شمایل — پروای کست نیست جهانی بتو مایل

گه آه کشم از دل و گه تیر تو از جان — پیش تو چه گویم که چها میکشم از دل

وصف لب لعل تو چگویم برقیبان — نیکو نبود معنی نازک بر جاهل

هر روز چو حسنت ز دگر روز فزونست — مه را نتوان کرد بروی تو مقابل

دل بردی و جان میدهمت غم چه فرستی — چون نیک حریفیم چه حاجت بمحصل

حافظ چو تو پا در حرمِ عشق نهادی
در دامنِ او دست زن و از همه بگسل

باقی

ای رخت چون خلد و لعلت سلسبیل	سلسبیلت کرده جان و دل سبیل
سبز پوشانِ خطت بر گردِ لب	همچو مورانند گردِ سلسبیل
ناوکِ چشمِ تو در هر گوشهٔ	همچو من افتاده دارد صد قتیل
یارب این آتش که در جانِ من است	سرد کن زانسان که کردی بر خلیل
من نمی یابم مجال ای دوستان	گرچه او دارد جمالی بس جمیل
پای مالنگ است و منزل بس دراز	دستِ ما کوتاه و خرما بر نخیل
حسنِ این نظم از بیان مستغنی است	بر فروغِ خور کسی جوید دلیل
آفرین بر کلکِ نقاشی که داد	بکرِ معنی را چنان حسنِ جمیل
معجز است این شعر یا سحرِ حلال	هاتف آورد این سخن یا جبرئیل
کس نداند گفت شعری زین نمط	کس نیارد سُفت دری زین قبیل

حافظ از سرپنجهٔ عشقِ نگار
همچو مور افتاده زیرِ پای پیل

بعدِ گل شدم از توبهٔ شراب خجل	که کس مباد ز کردارِ ناصواب خجل

صلاحِ من همه جامِ مَیست و من زین بحث | نیم ز شاهد و ساقی بهیچ باب خجل
ز خون که رفت مرا دوش در سراچهٔ چشم | شدیم در نظرِ رهروانِ خواب خجل
تو خوبروی‌تری ز آفتاب شکرِ خدا | که نیستم ز تو در روی آفتاب خجل
رواست نرگسِ مست ار فگند سر در پیش | که شد ز شیوهٔ آن چشمِ پر عتاب خجل
بود که یار نپرسد گنه ز خلقِ کریم | که از سوال ملولیم و از جواب خجل
بزیرِ لب چه رود جام زهر خنده زند | اگر نه از لبِ لعلِ تو شد شراب خجل
رخ از جنابِ تو عمریست تا نتافته‌ام | نیم بیاریِ توفیق ازین جناب خجل
ازان نهفته رخِ خویش در نقابِ صدف | که شد ز نظمِ خوشش لؤلؤِ خوشاب خجل

حجابِ ظلمت ازان بست آبِ خضر که گشت
ز نظمِ حافظ و این طبعِ همچو آب خجل

خوش‌خبر باش ای نسیمِ شمال | که بما میرسد زمانِ وصال
ما لسلمی و من بذی سلم | این جیراننا و کیف الحال
عرصهٔ بزمگاه خالی ماند | از حریفان و از رطلِ مالامال
عفت الدار بعد عافیة | فاسئلوا حالها عن الاطلال
سایه افگند حالیا شبِ هجر | تا چه بازند شبروانِ خیال

قصة العشق لا انفصام لها — وصمت ههنا لسان الحال

ترک ما سوی کس نمی نگرد — آه ازین کبریا و جاه و جلال

یا بریدا لحمی حماک الله — مرحبا مرحبا تعال تعال

حافظا عشق و صابری تا چند
ناله عاشقان خوش است بنال

دارای جهان نصرت دین خسرو کامل — یحیی بن مظفر ملک عالم عادل

ای آنکه در اسلام پناه تو کشوده — بر روی جهان روزنهٔ جان و در دل

تعظیم تو بر جان و خرد واجب و لازم — انعام تو بر کون و مکان فایض و شامل

روز ازل از کلک تو یک قطره سیاهی — بر روی مه افتاد که شد حل مسائل

خورشید چو آن خال سیه دید بدل گفت — ای کاش که من بودمی آن بندهٔ مقبل

شاها فلک از بزم تو در رقص و سماع است — دست طرب از دامن این سلسله مگسل

می نوش و جهان بخش که از خم کمندت — شد گردن بدخواه گرفتار سلاسل

چون دور فلک یکسره بر منهج عدل است — خوش باش که ظالم نبرد راه بمنزل

حافظ قلم شاه جهان مقسم رزق است
از بهر معیشت مکن اندیشهٔ باطل

رهروان را عشق بس باشد دلیل — آب چشم اندر رهش کردم سبیل
موج اشک ما کی آرد در حساب — آنکه کشتی راند در خون قتیل
اختیاری نیست بدنامی ما — ضلّنی فی العشق من یهدی السبیل
بی می و مطرب بفردوسم مخوان — راحتی فی الراح لا فی السلسبیل
آتش روی بتان بر خود مزن — ورنه از آتش گذر کن چون خلیل
یا مکن با پیلبانان دوستی — یا بنا کن خانهٔ درخورد پیل
یا بنه بر خود که مقصد کم کنی — یا منه پای اندرین ره بی دلیل
یا مکش بر چهره نیل عاشقی — یا فرو بر جامهٔ تقوی به نیل
شاه عالم را بقا و عز و مال — باد و هر چیزی که خواهد زین قبیل

حافظا گر معنی داری بیار
ورنه دعوی نیست غیر از قال و قیل

هر نکته‌ای که گفتم در وصف آن شمائل — هر کس شنید گفتا لله در قائل
دل داده‌ام بیاری عاشق کشی نگاری — مرضیة السجایا محمودة الخصائل
تحصیل عشق و رندی آسان نمود اول — جانم بسوخت آخر در کسب این فضائل
گفتم که کی ببخشی بر جان ناتوانم — گفت آن زمان که نبود جان در میانه حائل

حلاج بر سر دار این نکته خوش سراید — از شافعی نپرسید امثال این مسائل

در داکه بر در خود بارم نداد دلبر — چندانکه از جوانب انگیختیم وسائل

در عین گوشه گیری بودم چو چشم مستت — اکنون شدم چو مستان ابرو تو مائل

از آب دیده صد ره طوفان نوح دیدم — از لوح سینه هرگز نقشت نگشت زائل

ای دوست دست حافظ تعویذ چشم زخم است
یارب بود که بینم در گردنت حمائل

ح

هر کس که نذارد بجهان مهر تو در دل — حقا که بود طاعت او ضایع و باطل

برداشتن از عشق تو دل فکر محال است — از جان خود آسان بود از عشق تو مشکل

از عشق تو ناصح چه مرا منع نماید — ای دوست مگر هم تو کنی حل مسائل

گشتیم جهان را که ببینیم ندیدیم — همچون تو کسی زیبا در شکل و شمائل

ای زاهد خودبین بدر میکده بگذر — آن دلبر من بین که بود میر قبائل

از وصل تو نشستند رقیبان ز طمع دست — چون گشت مرا کام دل از لعل تو حاصل

حافظ تو برو بندگی پیر مغان کن
بر دامن او دست زن و از همه بگسل

بسحر چشم تو ای لعبت خجسته خصال — برمز خط تو ای آیت همایون فال

بنوش لعل تو اے آبِ زندگانی من
برنگ و بوی تو اے نوبهارِ حسن و جمال

بآن صحیفهٔ عارض که گشت گلشنِ چشم
بآن حدیقهٔ بینش که شد مثالِ خیال

بآن عقیق که مارا است مهرِ خاتمِ چشم
بآن گهر که شمار است در بلیغ مثال

بطیبِ خلقِ تو و نفحهٔ شمامهٔ گل
بوے زلفِ تو و نکهتِ نسیمِ شمال

بجلوهاے تو و شیوهاے رفتنِ چشم
بعشوهاے تو و غمزهاے چشمِ غزال

بگردِ راهِ تو یعنی بسایهٔ امید
بخاکِ پاے تو یعنی برشکِ آبِ زلال

بسروِ ماهِ نمایت بآفتابِ بلند
بآستانِ رفیعت بآسمانِ جلال

که بے رضاے تو حافظ گر التفات کند
بعمر باز نماند چه جاے مال و منال

شمت روح وداد و شمت برق وصال
بیا که بوے ترا میرم اے نسیمِ شمال

احادیا بجمالِ الحبیب قف وانزل
که نیست صبرِ جمیلم در اشتیاقِ جمال

حکایتِ شبِ هجران فرو گذارای دل
بشکرِ آنکه برافکند پرده روزِ وصال

چو یار بر سرِ صلح ست و عذر میخواهد
توان گذشت ز جورِ رقیب در همه حال

بیا که پردهٔ گلریز هفت خانهٔ چشم
کشیده ایم بتحریر کارگاهِ خیال

بجز خیالِ دهانِ تو نیست در دلِ تنگ
که کس مباد چو من در پیِ خیالِ محال

ملال مصلحتی می نمایم از جانان
که کس بعهد نماند ز جانِ خود بملال

مرا دلیست پریشان مست غم پامال
چنانکه هیچکسش نیست واقفِ احوال

قتیلِ عشقِ تو شد حافظِ غریب ولے
بخاک ماگذرے کن که خونِ مات حلال

ساقی بیار باده که آمد زمانِ گل
تا بشکنیم توبه دگر در میانِ گل

کوری خار خنده زنان تا چمن رویم
چون بلبلان نزول کنیم آشیانِ گل

در صحنِ بوستان قدح باده نوش کن
کایاتِ خوشدلی برسد از زبانِ گل

گل در چمن رسید مشو ایمن از فراق
یار و شراب خواه و سرا بوستانِ گل

حافظ وصالِ گل طلبی همچو بلبلان
جان کن فدائے خاکِ رہ باغبانِ گل

آنکه پامالِ جفا کرده چو خاکِ رهم
خاک مے بوسم و عذرِ کرتش میخواهم

من نه آنم که بجور از تو بنالم حاشا
چاکرِ معتقد و بنده دولتخواهم

ذرهٔ خاکم و در کوی توام وقت خوش است
ترسم اے دوست که بادے ببرنا گاهم

صوفیِ صومعهٔ عالمِ قدسم لیکن
حالیا دیرِ مغانست حوالت گاهم

بسته ام در خمِ گیسوے تو امید دراز
آن مبادا که کند دستِ طلب کوتاهم

پیر میخانه سحر جامِ جهان بینم داد
واندران آینه از حسنِ تو کرد آگاهم

با من راه نشین خیز و سوی میکده آی
تا ببینی که دران حلقه چه صاحب جاهم

بر سرِ شمع قدت شعله صفت می لرزم
گرچه دانم که هوای تو کشد ناگاهم

خوشم آمد که سحر خسروِ خاور میگفت
با همه پادشهی بندهٔ توران شاهم

مست بگذشتی و از حافظت اندیشه نبود
آه اگر دامنِ حسنِ تو بگیرد آهم

بارها گفته ام و بارِ دگر میگویم
که منِ دلشده این ره نه بخود می پویم

در پسِ آینه طوطی صفتم داشته اند
آنچه استادِ ازل گفت بگو می گویم

من اگر خارم اگر گل چمن آرایی هست
که ازان دست که می پروردم می رویم

دوستان عیبِ منِ بیدل حیران مکنید
گوهری دارم و صاحب نظری می جویم

گرچه با دلقِ ملمع می گلگون عیب است
مکنم عیب کزو رنگِ ریا می شویم

خنده و گریهٔ عشاق ز جای دگر است
می سرایم بشب و وقتِ سحر می مویم

حافظم گفت که خاکِ درِ میخانه مبوی
گو مکن عیب که من مشکِ ختن می بویم

باز آی ساقیا که هواخواهِ خدمتم
مشتاقِ بندگی و دعاگوی دولتم

زانجا که فیض جام سعادت فروغ تست — بیرون شدن نمای ز ظلمات حیرتم

هر چند غرق بحر گناهم ز شش جهت — تا آشنای عشق شدم ز اهل رحمتم

عیبم مکن برندی و بدنامی ای فقیه — کاین بود سرنوشت ز دیوان فطرتم

می خور که عاشقی نه بکسب است و اختیار — این موهبت رسید ز ایوان قسمتم

گردم زنی ز طرهٔ مشکین آن نگار — شکری کن ای صبا ز مکافات غیرتم

در ابرو تو تیر نظر تا بگوش هوش — آورده و کشیده و موقوف فرصتم

من کز وطن سفر نگزیدم بعمر خویش — در عشق دیدن تو هواخواه غربتم

دریا و کوه در ره و من خسته و ضعیف — ای خضر پی خجسته مدد کن به همتم

دورم بصورت از در دولتسرای دوست — لیکن بجان و دل ز مقیمان حضرتم

حافظ به پیش چشم تو خواهد سپرد جان
در این خیالم ار بدهد عمر مهلتم

برخیز تا طریق تکلف رها کنیم — دکان معرفت بدو جو بر بها کنیم

بر دیگران نگار قباپوش بگذرد — ما نیز جامه‌های صبوری قبا کنیم

هفتاد زلت از نظر خلق در حجاب — بهتر ز طاعتی که بروی و ریا کنیم

آنکو بغیر سابقه چندین نواخت کرد — ممکن بود که عفو کند گر خطا کنیم

گریک شبی بدست من افتد نگارمن	مشکل بودکه دامنش ازکف رها کنیم
گفتم نگشت کام دلم حاصل از لبت	گفتا تو صبر کن که مرادت روا کنیم

حافظ وفا نمیکند ایام سست عهد
این چند روزه عمر بیا تا وفا کنیم

بشری اذا السلامة حلت بذی سلم	لله حمد معترف غایة النعم
آن خوش خبر کجاست کزین فتح مژده داد	تا جان فشانمش چو زر و سیم در قدم
از بازگشت شاه چه خوش طرفه نقش بست	آهنگ خصم او بسراپرده عدم
پیمان شکن هرآینه گردد شکسته دل	ان العهود عند ملوک النهی ذمم
در نیل غم فتاد سپهرش بطعنه گفت	الآن قد ندمت وما ینفع الندم
می جست از سحاب امل رحمتی ولی	جز دیده اش معاینه بیرون نداد نم
ساقی بیا که دور گل است و زمان عیش	پیش آر جام و هیچ مخور غم ز بیش و کم
ای دل تو جام جم طلب ملک جم مخواه	کین بود قول بلبل بستانسرای جم
چون خون خصم همچو صراحی بریختی	با دوستان بعیش و طرب گیر جام جم
بشنو ز جام باده که این زال نوعروس	بسیار کشت شوهر چون کیقباد و جم
حافظ بکنج میکده دارد قرارگاه	کالطیر فی الحدیقة واللیث فی الاجم

بعزمِ توبه سحر گفتم استخاره کنم — بهارِ توبه شکن میرسد چه چاره کنم

سخن درست بگویم نمیتوانم دید — که می خورند حریفان و من نظاره کنم

بدورِ لاله دماغِ مرا علاج کنید — گر از میانهٔ اهلِ طرب کناره کنم

اگر شبی بزبانم حدیثِ توبه رود — ز بی طهارتی آن را بمی غراره کنم

بتختِ گل بنشانم بتی چو سلطانی — ز سنبل و سمنش ساز طوق و یاره کنم

مرا که نیست ره و رسم لقمه پرهیزی — همان به است که میخانه را اجاره کنم

ز روی دوست مرا چون گلِ مراد شگفت — حوالهٔ سرِ دشمن بسنگِ خاره کنم

گدای میکده ام لیک وقتِ مستی بین — که ناز بر فلک و حکم بر ستاره کنم

اگر ز لعلِ لبِ یار بوسه یابم — جوان شوم ز سر و زندگی دوباره کنم

چو غنچه با لبِ خندان بیادِ مجلسِ شاه — پیاله گیرم و از شوق جامه پاره کنم

نه قاضیم نه مدرس نه محتسب نه فقیه — مرا چه سود که منعِ شرابخواره کنم

ز باده خوردنِ پنهان ملول شد حافظ
ببانگِ بربط و نی رازش آشکاره کنم

بغیر از آنکه بشد دین و دانش از دستم — دگر بگو که ز عشقت چه طرف بربستم

اگر چه خرمنِ عمرم غمِ تو داد بباد — بخاکِ پای عزیزت که عهد نشکستم

چو ذره گرچه حقیرم ببین بدولت عشق | که در هوای رخت چون بمهر پیوستم

بیار باده که عمریست تا من از سر مهر | بکنج عافیت از بهر عیش ننشستم

اگر ز مردم هشیاری ای نصیحت‌گو | سخن بخاک میفکن چرا که من مستم

چگونه سر ز خجالت برآورم بر دوست | که خدمتی بسزا برنیامد از دستم

بسوخت حافظ و آن یار دلنواز نگفت

که مرهمی بفرستم چو خاطرش خستم

بگذار تا بشارع میخانه بگذریم | کز بهر جرعه‌ای همه محتاج این دریم

جائیکه تخت و مسند جم میرود بباد | گر غم خوریم خوش نبود به که می خوریم

تا بو که دست در کمر او توان زدن | در خون دل نشسته چو یاقوت احمریم

روز نخست چون دم رندی زدیم و عشق | شرط آن بود که جز ره این شیوه نسپریم

واعظ مکن نصیحت شوریدگان که ما | با خاک کوی دوست بفردوس ننگریم

زان پیشتر که عمر گرانمایه بگذرد | بگذار تا قیامت روی تو بنگریم

چون صوفیان بحالت رقصند در سماع | ما نیز هم بشعبده دستی برآوریم

از جرعهٔ تو خاک زمین قدر لعل یافت | بیچاره ما که پیش تو از خاک کمتریم

حافظ چو ره بکنگرهٔ کاخ وصل نیست | با خاک آستانهٔ این در بسر بریم

به تیغم گر زند دستش نگیرم ‌ ‌ ‌ وگر تیرم زند منت پذیرم

کمان ابروی ما را گو مزن تیر ‌ ‌ ‌ که پیش دست و بازویت بمیرم

غم گیتی چو از پایم درآورد ‌ ‌ ‌ بجز ساغر نباشد دستگیرم

برآی ای آفتاب صبح امید ‌ ‌ ‌ که در دست شب هجران اسیرم

چو طفلان تا کی ای واعظ فریبی ‌ ‌ ‌ بسیب بوستان و جوی شیرم

من آن مرغم که هر شام و سحرگاه ‌ ‌ ‌ رسد تا سدره آواز صفیرم

بفریادم رس ای پیر خرابات ‌ ‌ ‌ بیک جرعه جوانم کن که پیرم

بگیسوی تو خوردم دوش سوگند ‌ ‌ ‌ که از پای تو من سر برنگیرم

بسوز این خرقهٔ تقوی چو حافظ

که گر آتش شوم در وی نگیرم

به مژگان سیه کردی هزاران رخنه در دینم ‌ ‌ ‌ بیا کز چشم بیمارت هزاران درد برچینم

الا ای همنشین دل که یارانت برفت از یاد ‌ ‌ ‌ مرا روزی مباد آن دم که بی یاد تو بنشینم

ز تاب آتش دوری شدم غرق عرق چون گل ‌ ‌ ‌ بیار ای باد شبگیری نسیمی زان عرق چینم

شب رحلت هم از بستر روم تا قصر حورالعین ‌ ‌ ‌ اگر در وقت جان دادن تو باشی شمع بالینم

صباح الخیر زد بلبل کجائی ساقیا برخیز ‌ ‌ ‌ که غوغا میکند در سر خمار خمر دوشینم

[illegible]

اگر برجای من غیرے گزیند دوست حاکم اوست — حرامم باد اگر من جان بجای دوست بگزینم

جهان پیرست بی بنیاد ازین فرهادکش فریاد — که کرد افسون و نیرنگش ملول از جان شیرینم

جهانِ فانی و باقی فدای شاهد و ساقی — که سلطانیِ عالم را طفیلِ عشق می‌بینم

رموزِ عشق و سرمستی ز من بشنو نه از واعظ — که با جام و قدح هر شب قرینِ ماه و پروینم

حدیثِ آرزومندی که درین نامه ثبت افتاد
همانا بی غلط باشد که حافظ داد تلقینم

بیا تا گل برافشانیم و می در ساغر اندازیم — فلک را سقف بشکافیم و طرحِ نو دراندازیم

اگر غم لشکر انگیزد که خونِ عاشقان ریزد — من و ساقی بهم سازیم و بنیادش براندازیم

چو در دست است رودی خوش بزن مطرب سرودی خوش — که دست افشان غزل خوانیم و پاکوبان سر اندازیم

صبا خاکِ وجودِ ما بآن عالیجناب انداز — بود کان شاهِ خوبان را نظر بر منظر اندازیم

یکے از عشق می لافد دگر طامات می بافد — بیا کاین داوریها را به پیشِ داور اندازیم

بهشتِ عدن اگر خواهی بیا با ما بمیخانه — که از پای خمت یکسر بحوضِ کوثر اندازیم

شرابِ ارغوانی را گلاب اندر قدح ریزیم — نسیمِ عطرگردان را شکر در مجمر اندازیم

بیا جانا منور کن ز رویت مجلسِ ما را — که در پیشت غزلخوانیم و در پایت سر اندازیم

سخندانی و خوشخوانی نمی ورزند در شیراز — بیا حافظ که ما خود را بملکِ دیگر اندازیم

بی تو ای سروِ روان با گل و گلشن چه کنم
زلفِ سنبل چه کشم عارضِ سوسن چه کنم

آه کز طعنهٔ بدخواه ندیدم رویت
نیست چون آینه ام روی ز آهن چه کنم

برو ای زاهد و بر دردکشان خورده مگیر
کارفرمای قدر میکند این من چه کنم

برقِ غیرت چو چنین می جهد از مکمنِ غیب
تو بفرما که منِ سوخته خرمن چه کنم

مدد ای گر به چراغی نکند آتشِ طور
چارهٔ تیره شبِ وادیِ ایمن چه کنم

شاهِ ترکان چو پسندید و بچاهم انداخت
دستگیر ار نشود لطفِ تهمتن چه کنم

خونِ من ریختی از ناوکِ دل دوزِ فراق
خود بگو با تو من ای دیدهٔ روشن چه کنم

حافظا خلدِ برین خانهٔ موروثِ منست
اندرین منزلِ ویرانه نشیمن چه کنم

تا سایهٔ مبارکت افتاد بر سرم
دولت غلامِ من شد و اقبال چاکرم

شد سالها که از سرِ من بخت رفته بود
از دولتِ وصالِ تو باز آمد از درم

بیدار در زمانه ندیدی کسی مرا
در خواب اگر خیالِ تو گشتی مصورم

من عمر در غمِ تو بپایان برم ولی
باور مکن که بی تو زمانی بسر برم

زان شب که باز در دلِ تنگم درآمدی
صد شمع در گرفت دماغِ معطرم

از دردِ مرا طبیب نداند دوا که من
بی دوست خسته خاطرم و با دوست خوشترم

گفتی بیار رختِ اقامت بکوے ما
من خود بجانِ خود کہ ازین کوے نگذرم

هر کس غلامِ شاهی و مملوکِ صاحبیست
حافظ کمینه بندهٔ سلطانِ کشورم

مرا می بینی و دردم زیادت میکنی دردم
ترا می بینم و شوقم زیادت می شود هر دم

بساما نم نمی پرسی نمیدانم چه سر داری
بدر مانم نمی کوشی نمیدانی مگر دردم

نه راهست اینکه بگذاری مرا بر خاک و بگریزی
گذاری آر و بازم پرس تا خاکِ رهت گردم

ندارم دست از دامن بجز در خاک و آن دم هم
چو بر خاکم گذار آری بگیرد دامنت گردم

فرو رفت از غمِ عشقت دمم دم میدهی تا کے
دمار از من بر آوردی نمیگوئی بر آوردم

شبے دل را بتاریکی ز زلفت باز می جستم
رخت میدیدم و جامے ز لعلت باز میخوردم

کشیدم در برت ناگاه و شد در تاب گیسویت
نهادم بر لبت لب را و جان و دل فدا کردم

تو خوش میباش با حافظ برو گو خصم جان میده
چو گرمی از تو می بینم چه باک از خصمِ دم سردم

تو همچو صبحی و من شمعِ خلوتِ سحرم
تبسمے کن و جان بین که چون همی سپرم

چنین که در دلِ من داغِ زلفِ سرکشِ تست
بنفشه زار شود تربتم چو در گذرم

بر آستانِ امیدت کشاده‌ام درِ چشم
که یک نظر فگنی چون فگندے از نظرم

غلام مردم چشمم که با سیاه دلی — هزار قطره ببارد چو درد دل شمرم

چه شکر گویمت ای خیل غم عفاک الله — که روز بیکسی آخر نمیروی ز سرم

بهر نظر بت ما جلوه میکند لیکن — کس آن کرشمه نبیند که من همی نگرم

بخاک حافظ اگر یار بگذرد چو نسیم
چو غنچه در لحد تنگ خود کفن بدرم

چرا نه در پی عزم دیار خود باشم — چرا نه خاک کف پای یار خود باشم

غم غریبی و غربت چو بر نمی تابم — بشهر خود روم و شهریار خود باشم

ز محرمان سراپرده وصال شوم — ز بندگان خداوندگار خود باشم

چو کار عمر نه پیداست باری آن اولی — که روز واقعه پیش نگار خود باشم

ز دست بخت گران خواب و کار بی سامان — اگر کنم گلهٔ راز دار خود باشم

همیشه پیشه من عاشقی و رندی بود — دگر بکوشم و مشغول کار خود باشم

بود که لطف ازل رهنمون شود حافظ
وگرنه تا بابد شرمسار خود باشم

چهل سال بیش رفت که من لاف میزنم — کز چاکران پیر مغان کمترین منم

هرگز بیمن عاطفت پیر میفروش — ساغر تهی نشد ز می صاف روشنم

در حقِ من بدُردکشی ظنِ بد مبر ... کالوده گشت خرقه ولے پاکدامنم

شهبازِ دستِ پادشهم این چه حالتست ... کز یاد برده اند هواے نشیمنم

حیف ست بلبلے چو من اکنون درین قفس ... با این لسانِ عذب که خامش چو سوسنم

آب و هوای پارس عجب سفله پرورست ... کو همرهے که خیمه ازین خاک برکنم

توران شهِ خجسته که در من مزید فضل ... شد منتِ مواهبِ او طوقِ گردنم

حافظ بزیرِ خرقه قدح تا بکے کشی
در بزمِ خواجه پرده زکارت برافگنم

حاشا که من بموسمِ گل ترکِ مے کنم ... من لافِ عقل میزنم این کارِ کے کنم

مطرب کجاست تا همه محصولِ زهد و علم ... در کارِ بانگِ بربط و آوازِ نے کنم

از قال و قیلِ مدرسه حالے دلم گرفت ... یک چند نیز خدمتِ معشوق و مے کنم

کو پیکِ صبح تا گله هاے شبِ فراق ... با آن خجسته طالعِ فرخنده پے کنم

کے بود در زمانه وفا جامِ مے بیار ... تا من حکایتِ جم و کاؤس و کے کنم

از نامهٔ سیاه نترسم که روزِ حشر ... با فیضِ لطفِ او صد ازین نامه طے کنم

خاکِ مرا چو در ازل از مے سرشته اند ... با مدعی بگو که چرا ترکِ مے کنم

این جانِ عاریت که بحافظ سپرد دوست ... روزے رخش ببینم و تسلیمِ وے کنم

حالیا مصلحت وقت در آن می بینم — که کشم رخت بمیخانه و خوش بنشینم

جز صراحی و کتابم نبود یار و ندیم — تا حریفان دغا را بجهان کم بینم

بسکه در خرقهٔ سالوس زدم لاف صلاح — شرمسار رخ ساقی و می رنگینم

جام می گیرم و از اهل ریا دور شوم — یعنی از اهل جهان پاکدلی بگزینم

سر بآزادگی از خلق برآرم چون سرو — گر دهد دست که دامن ز جهان برچینم

سینهٔ تنگ من و بار غم او هیهات — مرد این بار گران نیست دل مسکینم

دل و جانم بخیال سر زلف تو خوشست — در گوا بادیت اینک نفس مشکینم

بر دلم گرد ستمهاست خدا را مپسند — که مکدر شود آئینهٔ مهرآئینم

بندهٔ آصف عهدم دلم آزرده مکن — که اگر دم زنم از چرخ بخواهد کینم

من اگر رند خراباتم وگر حافظ شهر — این متاعم که تو می بینی و کمتر زینم

حجاب چهرهٔ جان می شود غبار تنم — خوشا دمی که ازین چهره پرده برفکنم

چنین قفس نه سزای من خوش الحانست — روم بگلشن رضوان که مرغ آن چمنم

عیان نشد که چرا آمدم کجا بودم — دریغ و درد که غافل ز کار خویشتنم

چگونه طوف کنم در فضای عالم قدس — چو در سراچهٔ ترکیب تخته بند تنم

اگر ز خون دلم بوی عشق می آید / عجب مدار که همدرد نافهٔ ختنم
مرا که منظر حور است مسکن و ماوی / چرا بکوی خراباتیان بود وطنم
طراز پیرهن زرکشم مبین چون شمع / که سوزهاست نهانی درون پیرهنم

بیا و هستی حافظ ز پیش او بردار
که با وجود تو کس نشنود ز من که منم

خرم آن روز کزین منزل ویران بروم / راحت جان طلبم وز پی جانان بروم
گرچه دانم که بجائی نبرد راه غریب / من به بوی خوش آن زلف پریشان بروم
چون صبا با دل بیمار و تن بی طاقت / بهواداری آن سرو خرامان بروم
دلم از وحشت زندان سکندر بگرفت / رخت بربندم و تا ملک سلیمان بروم
در ره او چو قلم گر بسرم باید رفت / با دل دردکش و دیدهٔ گریان بروم
نذر کردم که گر این غم بسر آید روزی / تا در میکده شادان و غزلخوان بروم
بهواداری او ذره صفت رقص کنان / تا لب چشمهٔ خورشید درخشان بروم
نازکان را غم حال گرفتاران نیست / ساربانان مددی تا خوش و آسان بروم

ور چو حافظ نبرم ره ز بیابان بیرون
همره کوکبهٔ آصف دوران بروم

خیالِ روی تو در کارگاه دیده کشیدم　　بصورتِ تو نگاری ندیدم و نشنیدم
امید خواجگیم بود بندگیِ تو کردم　　هوای سلطنتم بود خدمتِ تو گزیدم
اگرچه در طلبت همعنانِ بادِ شمالم　　بگردِ سروِ خرامانِ قامتت نرسیدم
امید در سرِ زلفت بروزِ عهد ببستم　　طمع بدورِ دهانت ز کامِ دل ببریدم
گناهِ چشمِ سیاهِ تو بود و ناوکِ غمزه　　که من چو آهوی وحشی ز آدمی برمیدم
ز شوقِ چشمهٔ نوشت چه قطرها که فشاندم　　ز لعلِ روح‌فزایت چه عشوها که خریدم
ز غمزه بر دلِ ریشم چه تیرها که گشادی　　ز غصه بر سرِ کویت چه بارها که کشیدم
ز کوی یار بیار ای نسیمِ صبح غباری　　که بوی خونِ دلِ ریش از آن غبار شنیدم
چو غنچه بر سرم از کوی او گذشت نسیمی　　که پرده بر دلِ خونین بهوای او بدریدم

بخاکِ پای تو سوگند و نورِ دیدهٔ حافظ
که بی رخِ تو فروغ از چراغِ دیده ندیدم

خیالِ روی تو گر بگذرد بگلشنِ چشمم　　دل از پی نظر آید بسوی روزنِ چشمم
بیا که لعل و گهر در نثارِ مقدمِ تو　　ز گنجِ خانهٔ دل میکشم بمخزنِ چشمم
مقامِ تکیه‌گهت منظری نمی‌بینم　　منم بعالم و این گوشهٔ معینِ چشمم
سحر سرشکِ روانم سرِ خرابی داشت　　گرم نه خونِ جگر می‌گرفت دامنِ چشمم

نخست روز کہ دیدم رخِ تو دل می گفت ‖ اگر رسد خللے خونِ من بگردنِ چشم

ببوے مژدۂ وصلِ تو تا سحر ہمہ شب ‖ براہِ باد نہادم چراغِ روشنِ چشم

بمردمی کہ دلِ دردمندِ حافظ را
مزن بناوکِ دل دوز مردم افگنِ چشم

خیز تا از درِ میخانہ گشادے طلبیم ‖ بر درِ دوست نشینیم و مرادے طلبیم

زادِ راہِ حرمِ دوست نداریم مگر ‖ بگدائی ز درِ میکدہ زادے طلبیم

اشکِ آلودۂ ما گرچہ روانست ولے ‖ برسالت سوئے آن پاک نہادے طلبیم

لذتِ داغِ غمت بر دلِ ما باد حرام ‖ اگر از جورِ غمِ عشقِ تو دادے طلبیم

نقطۂ خالِ تو بر لوحِ بصر نتوان زد ‖ مگر از مردمکِ دیدہ مدادے طلبیم

عشوۂ از لبِ شیرینِ تو دل خواست بجان ‖ بشکر خندہ لبت گفت مزادے طلبیم

تا بود نسخۂ عطری دلِ سودازدہ را ‖ از خطِ غالیہ ساے تو سوادے طلبیم

چون غمت را نتوان یافت مگر در دلِ شاد ‖ ما بامیدِ غمت خاطرِ شادے طلبیم

بر درِ مدرسہ تا چند نشینی حافظ
خیز تا از درِ میخانہ کشادے طلبیم

خیز تا خرقۂ صوفی بخرابات بریم ‖ زرق و طامات ببازارِ خرافات بریم

تا ہمہ خلوتیانِ جامِ صبوحی گیرند — چنگ صبحی بدرِ پیرِ مناجات بریم
ور نهد در رہِ ما خارِ ملامت زاہد — از گلستانش بزندانِ مکافات بریم
شرم می آیدم از خرقۂ آلودۂ خویش — کہ برین فضل و ہنر نامِ کرامات بریم
قدرِ وقت ار نشناسد دل و کاری نکند — بس خجالت کہ ازین حاصلِ اوقات بریم
سوے رندانِ قلندر برہ آوردِ سفر — دلقِ پشمینہ و سجادۂ طامات بریم
با تو آن عہد کہ در وادیِ ایمن بستیم — ہمچو موسیٰ ارنی گوی بمیقات بریم
فتنہ میبارد ازین طاقِ مقرنس خیز — تا بمیخانہ پناہ از ہمہ آفات بریم
در بیابانِ فنا گم شدن آخر تا چند — رہ بپرسیم مگر پے بمہمات بریم
بادہ نوشیدنِ پنہان نشانِ کرمست — این میانجی بر اربابِ کرامات بریم
خاکِ کوی تو بصحراے قیامت فردا — ہمہ بر فرقِ سر از بہرِ مکافات بریم

حافظ آبِ رخِ خود بر درِ ہر سفلہ مریز
حاجت آن بہ کہ بر قاضیِ حاجات بریم

در خراباتِ مغان گر گذر افتد بازم — حاصلِ خرقہ و سجادہ روان در بازم
حلقۂ توبہ گر امروز چو زہاد زنم — خازنِ میکدہ فردا نکند در بازم
ور چو پروانہ دہد دست فراغ بالی — جز بدان عارضِ شمعی نبود پروازم

ماجراے دل سرگشته نگویم با کس | زانکه جز تیغ غمت نیست کسے دمسازم

صحبت حور نخواهم که بود عین قصور | با خیال تو اگر با دگرے پردازم

سر سوداے تو در سینه بماندے پنهان | چشم تر دامن اگر فاش نکردے رازم

مرغ سان از قفس خاک هوائی گشتم | بامیدے که مگر صید کند شهبازم

همچو چنگم بکنار آر و بده کام دلم | یا چو نے از لب خود یک نفسے بنوازم

گر بهر موے سرے بر تن حافظ باشد

همچو زلفت همه را در قدمت اندازم

در خرابات مغان نور خدا مے بینم | وین عجب بین که چه نورے ز کجا مے بینم

کیست دردی کش این میکده یارب که درش | قبله حاجت و محراب دعا مے بینم

جلوه بر من مفروش اے ملک الحاج که تو | خانه مے بینی و من خانه خدا مے بینم

سوز دل اشک روان آه سحر ناله شب | این همه از اثر لطف شما مے بینم

خواهم از زلف بتان نافه گشائی کردن | فکر دور است همانا که خطا مے بینم

هر دم از روے تو نقشے زندم راه خیال | با که گویم که درین پرده چها مے بینم

کس ندیدست ز مشک ختن و نافه چین | آنچه من هر سحر از باد صبا مے بینم

نیست در دائره یک نقطه خلاف از کم و بیش | که من این مسئله بے چون و چرا مے بینم

دوستان عیب نظربازی حافظ مکنید
که من او را از محبان خدا می‌بینم

درد از یار است و درمان نیز هم — دل فدای او شد و جان نیز هم
آنکه می‌گویند آن بهتر ز حسن — یار ما این دارد و آن نیز هم
هر دو عالم یک فروغ روی اوست — گفتمت پیدا و پنهان نیز هم
داستان در پرده می‌گویم ولی — گفته خواهد شد بدستان نیز هم
یار باز اکنون بقصد جان ما — عهد را بشکست و پیمان نیز هم
خون ما آن نرگس مستانه ریخت — وان سر زلف پریشان نیز هم
عاشق از مفتی نترسد می بیار — بلکه از یرغوی سلطان نیز هم
اعتمادی نیست بر کار جهان — بلکه بر گردون گردان نیز هم
چون سرآمد دولت شبهای وصل — بگذرد ایام هجران نیز هم

محتسب داند که حافظ می‌خورد
واصف ملک سلیمان نیز هم

از غم خویشش چنان شیفته کردی بازم — کز خیال تو بجز دیدن نمی‌پردازم
هر که از ناله شبگیر من آگاه شود — هیچ شک نیست که چون مرغ بدانداز ازم

گفته بودی که خبر ده که ز هجرم چونی
آنچنانم که به بینی و ندانی بازم

بعد ازین با رخ خوب تو نظر خواهم باخت
گو همه خلق بدانند که شاهد بازم

عهد کردی که بسوزی ز غم خویش مرا
هیچ غم نیست تو می سوز که من می سازم

آنچنان بر دل من ناز تو خوش می آید
که حلالت بکنم گر بکشی از نازم

اگر از دام تو خود نیز خلاصم بخشی
هم بخاک سر کوی تو بود پروازم

حافظ ار جان ندهد بهر تو چون پروانم
پیش روی تو چو شمعش نفسی بگدازم

در نهانخانهٔ عشرت صنمی خوش دارم
کز سر زلف و رخش نعل در آتش دارم

گر بکاشانهٔ رندان قدمی خواهی زد
نقل شیر و شکرین و می بیغش دارم

ور تو زین دست مرا بی سر و سامان داری
من به آه سحرت زلف مشوش دارم

عاشق و رندم و میخواره بآواز بلند
این همه منصب از آن شوخ پریوش دارم

ور چنین جلوه نماید خط زنگاری دوست
من رخ زرد بخونابه منقش دارم

ناوک غمزه بیار و زره زلف که من
جنگها با دل مجروح بلاکش دارم

یک سر موی بدست من و یک سر با دوست
سالها بر سر این موی کشاکش دارم

حافظا چون غم و شادی جهان گذر است
بهتر آنست که من خاطر خود خوش دارم

دوستان وقتِ گل آن به که بعشرت کوشیم / سخن پیر مغان ست بجان می نوشیم

نیست در کس کرم و وقت طرب میگذرد / چاره آنست که سجاده به می بفروشیم

خوش هوائیست فرح بخش خدایا بفرست / نازنینی که برویش می گلگون نوشیم

ارغنون ساز فلک رهزن اهل هنرست / چون ازین غصه ننالیم و چرا نخروشیم

گل بجوش آمد و از می نزدیمش آبی / لاجرم ز آتشِ حرمان هوس میجوشیم

حافظ این حال عجب با که توان گفت که ما / بلبلانیم که در موسم گل خاموشیم

دوش بیماری چشم تو ببرد از دستم / لیکن از لطفِ لبت صورت جان می بستم

عشق من با خطِ مشکین تو امروزی نیست / دیرگاه است کزین جامِ هلالی مستم

عافیت چشم مدار از منِ میخانه نشین / که دم از خدمتِ رندان زده ام تا هستم

در رهِ عشق ازان سوی فنا صد خطرست / تا نگوئی که چو عمرم بسر آمد رستم

بوسه بر درج عقیقِ تو حلال ست مرا / که بافسونِ جفا عهدِ وفا نشکستم

بعد ازینم چه غم از تیرِ کج اندازِ حسود / که بمحبوبِ کمان ابروِ خود پیوستم

از ثباتِ خودم این نکته خوش آمد که بجور / بر سرِ کوی تو از پای طلب ننشستم

صنمِ لشکریم غارتِ دل کرد و برفت / آه اگر عاطفتِ شاه نگیرد دستم

رتبتِ دانشِ حافظ بفلک برشده بود
کرد غمخواری بالای بلندت پستم

دوش سودای رخت گفتم ز سر بیرون کنم	گفت کو زنجیر تا تدبیر این مجنون کنم
قامتش را سرو گفتم سر کشید از من بخشم	دوستان از راست می رنجد نگارم چون کنم
نکتهٔ ناسنجیده گفتم دلبرا معذور دار	عشوهٔ فرمای تا من طبع را موزون کنم
زردروئی می کشم زان طبعِ نازک بی گناه	ساقیا جامی بده تا چهره را گلگون کنم
من که ره بردم بگنجِ حسنِ بی پایانِ دوست	صد گدای همچو خود را بعد ازین قارون کنم
ای نسیمِ حضرتِ سلمی خدا را تا بکی	ربع را برهم زنم اطلال را جیحون کنم

ای مه مهربان از بنده حافظ یاد کن
تا دعای دولت آن حسنِ روزافزون کنم

دیده دریا کنم و رخت بصحرا فکنم	واندرین کار دلِ خویش بدریا فکنم
از دلِ تنگِ گنهکار برآرم آهی	کاتش اندر گنه آدم و حوا فکنم
خورده ام تیرِ فلک باده بده تا سرمست	عقده در بندِ کمرِ ترکشِ جوزا فکنم
جرعهٔ جام برین تختِ روان افشانم	غلغلِ چنگ درین گنبدِ مینا فکنم
مایهٔ خوشدلی آنجاست که دلدار آنجاست	میکنم جهد که خود را مگر آنجا فکنم

بند برقع بگشا اے مہ خورشید لقا
تا چو زلفت سر سودا زده در پا فگنم

حافظا تکیه بر ایام چو سهوست و خطا
من چرا عشرت امروز بفردا فگنم

دوشب سیل اشک ره خواب میزدم
نقشی بیاد خط تو بر آب میزدم

روی نگار در نظرم جلوه می نمود
وز دور بوسه بر رخ مهتاب میزدم

ابروی یار در نظر و خرقه سوخته
جامی بیاد گوشه محراب میزدم

چشمم بروی ساقی و گوشم بقول چنگ
فالی بچشم و گوش درین باب میزدم

نقش خیال روی تو تا وقت صبحدم
بر کارگاه دیده بیخواب میزدم

هر مرغ فکر کز سر شاخ غزل بجست
بازش ز طره تو بمضراب میزدم

ساقی بصوت این غزلم کاسه می گرفت
می گفتم این سرود و می ناب میزدم

خوش بود وقت حافظ و فال مراد کام
بر نام عمر و دولت احباب میزدم

روز عیدست و من امروز در آن تدبیرم
که دهم حاصل سی روزه و ساغر گیرم

چند روزیست که دورم ز رخ ساقی و جام
بس خجالت که پدید آید ازین تقصیرم

من بخلوت ننشینم پس ازین ور مثل
زاهد صومعه پای نهد زنجیرم

پند پیرانه دهد واعظ شهرم لیکن — من نه آنم که دگر پند کسی بپذیرم
آنکه بر خاک در میکده جا داشت کجاست — تا نهم بر قدم او سر و پیشش میرم
یکشیدم می و سجادهٔ تقوی بردوش — آه اگر خلق شود آگه ازین تزویرم

خلق گویند که حافظ سخن پیر نیوش
سال خورده نیم امروز به از صد پیرم

روزگاری شد که در میخانه خدمت میکنم — در لباس فقر کار اهل دولت میکنم
تا مگر در دام وصل آرم تذرو خوشخرام — در کمینم انتظار وقت فرصت میکنم
واعظ ما بوی حق نشنید بشنو این سخن — در حضورش نیز میگویم نه غیبت میکنم
چون صبا افتان و خیزان میروم تا کوی دوست — وز رفیق راه استمداد همت میکنم
خاک کویت برنتابد زحمت ما بیش ازین — لطفها کردی بتا تخفیف زحمت میکنم
زلف دلبر دام راه و غمزه اش تیر بلاست — یاد داری دل که چندینت نصیحت میکنم
دیده بدبین بپوشان ای کریم عیب پوش — زین دلیریها که من در کنج خلوت میکنم
حاش لله کز حساب روز حشرم باک نیست — فال فردا میزنم امروز عشرت میکنم
از یمین عرش آمین میکند روح الامین — چون دعای پادشاه ملک و ملت میکنم
خسروا امید جاه و مال دارم زین سبب — التماس آستان بوسی حضرت میکنم

حافظم در مجلسی دُردی کشم در مجلسی
بنگر این شوخی که چون با خلق صنعت می‌کنم

زدستِ کوتهٔ خود زیر بارم	که از بالابلندان شرمسارم
مگر زنجیرِ زلفت گیردم دست	وگرنه سر بشیدائی برآرم
زچشمِ من بپرس اوضاعِ گردون	که شب تا روز اختر می‌شمارم
چه مَی خوردم من از میخانهٔ عشق	که هشیاری و بیداری ندارم
باین شکرانه می‌بوسم لبِ جام	که کرد آگه ز دورِ روزگارم
من از بازوی خود دارم بسی شکر	که زورِ مردم آزاری ندارم
اگر گفتم دعای میفروشان	چه باشد شکرِ نعمت می‌گذارم
مکن عیبم ز خون خوردن درین دشت	که کار آموزِ آهوی تتارم
تو از حسنا کم نخواهی برگرفتن	بجای اشک اگر گوهر ببارم

سری دارم چو حافظ مست لیکن
بلطفِ آن پری امید دارم

زلف بر باد مده تا ندهی بربادم	ناز بنیاد مکن تا نکنی بنیادم
رخ برافروز که فارغ کنی از برگِ گلم	قد برافراز که از سرو کنی آزادم

زلف را حلقه مکن تا نکنی دربندم
چهره را آب مده تا ندهی بربادم

شهرهٔ شهر مشو تا ننهم سر در کوه
شورِ شیرین منما تا نکنی فرهادم

مے مخور با دگران تا نخورم خونِ جگر
سر مکش تا نکشد سر بفلک فریادم

سرم از دست بشد وصلِ تو ننمود جمال
دست گیرم که ز هجرِ تو زپا افتادم

یار بیگانه مشو تا نبری از خویشم
غمِ اغیار مخور تا نکنی ناشادم

رحم کن بر منِ مسکین و بفریادم رس
تا بخاکِ درِ آصف نرسد فریادم

چون فلک جور مکن تا نه کشی زار مرا
رام شو تا بدهد طالعِ فرخ زادم

حافظ از جور تو حاشا که بنالد روزی
من ازان روز که در بندِ توام آزادم

سالها پیروی خدمتِ رندان کردم
تا بفتوای خرد حرص بزندان کردم

من بسر منزلِ عنقا نه بخود بردم راه
قطعِ این مرحله با مرغِ سلیمان کردم

از خلاف آمد عادت بطلب کام که من
کسب جمعیت ازان زلفِ پریشان کردم

سایه بر دلِ ریشم فگن اے گنجِ مراد
که من این خانه بسودای تو ویران کردم

توبه کردم که نبوسم لبِ ساقی و کنون
می گزم لب که چرا گوش بنادان کردم

نقشِ مستوری و مستی نه بدستِ من و تست
آنچه استادِ ازل گفت بکن آن کردم

دارم از لطف ازل منزلِ فردوس طمع   گرچه دربانیِ میخانه فراوان کردم

اینکه پیرانه سرم صحبتِ یوسف بنواخت   اجر صبریست که در کلبهٔ احزان کردم

گر بدیوانِ غزل صدرنشینم چه عجب   سالها بندگیِ صاحبِ دیوان کردم

هیچکس را نرسد در خمِ محرابِ فلک   آن تنعم که من از همت سلطان کردم

صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ   هرچه کردم همه از دولت قرآن کردم

سرم خوشست و ببانگِ بلند می گویم   که من نسیمِ حیات از پیاله می جویم

عبوسِ زهد بوجهِ خمار ننشیند   مریدِ همتِ دردی کشانِ خوشخویم

گرم نه پیرِ مغان در بروی بگشاید   کدام ره بزنم چاره از کجا جویم

مکن درین چمنم سرزنش بخودروئی   چنانچه پرورشم میدهند میرویم

تو خانقاه و خرابات در میانه مبین   خدا گواست بهرجا که هست با اویم

ز شوقِ نرگسِ مست و بلند بالائی   چو لاله با قدح افتاده بر لبِ جویم

شدم فسانه بسرگشتگی و ابرو دوست   کشیده در خمِ چوگانِ خویش چون گویم

غبارِ راهِ طلب کیمیای بهروزیست   غلامِ دولتِ آن خاکِ عنبرین بویم

نصیحتم چه کنی ناصحا چه میدانی   که من نه معتقدِ مردِ عافیت جویم

بیار مے کہ بفتواے حافظ از دلِ پاک
غبارِ زرق بفیضِ قدح فرو شوئیم

صنما با غمِ عشقِ تو چہ تدبیر کنم — تا بکے در غمِ تو نالۂ شبگیر کنم
دلِ دیوانہ ازان شد کہ نپذیرد درمان — مگرش ہم ز سرِ زلفِ تو زنجیر کنم
انچہ در مدتِ ہجرِ تو کشیدم ہیہات — در دو صد نامہ محال ست کہ تحریر کنم
با سرِ زلفِ تو مجموع پریشانی خویش — کو مجالے کہ یکایک ہمہ تقریر کنم
رند یکرنگم و با شاہد و مے ہم صحبت — نتوانم کہ دگر حیلہ و تزویر کنم
آن زمان کارزوِ دیدنِ جانم باشد — در نظر نقشِ رخِ خوبِ تو تصویر کنم
گر بدانم کہ وصالِ تو بدین دست دہد — دل و دین را ہمہ در بازم و توفیر کنم
دور شو از برم اے واعظ و افسانہ مگو — من نہ آنم کہ دگر گوش بتزویر کنم

نیست امکانِ خلاص از غمِ او ای حافظ
چونکہ تقدیر چنین بود چہ تدبیر کنم

صوفی بیا کہ خرقۂ سالوس برکشیم — وین دلقِ زرق را خطِ بطلان بسر کشیم
نذر و فتوحِ صومعہ در وجہِ مے نہیم — دلقِ ریا بآبِ خرابات برکشیم
سرِ قضا کہ در تتقِ غیب منزویست — مستانہ اش نقاب ز رخسار برکشیم

بیرون جهیم سرخوش و از بزم مدعی | غارت کنیم باده و شاهد ببر کشیم
کام جهان برآر که بخشد خدا گناه | روزے که رخت جان بجهان دگر کشیم
گو عشوه ز ابرو تو تا به چو ماه نو | گوے سپهر در خم چوگان بزر کشیم
فردا اگر نه روضه رضوان بما دهند | غلمان ز غرفه حور ز جنت بدر کشیم

حافظ نه حد تست چنین لافها زدن
پا از گلیم خویش چرا پیشتر کشیم

عاشق روے جوانے خوش و نوخاسته ام | وز خدا صحبت او را بدعا خواسته ام
عاشق و رند و نظربازم و میگویم فاش | تا بدانی که بچندین هنر آراسته ام
شرمم از خرقه آلوده خود مے آید | که بهر پاره دو صد شعبده آراسته ام
خوش بسوز از غمش اے شمع که امشب من نیز | بهمین کار کمر بسته و برخاسته ام
با چنین حیرتم از دست بشد صرفه کار | بر غم افزوده ام آنچه از دل و جان کاسته ام
پاسبان حرم دل شده ام شب همه شب | بو که سیرے بکند آن مه ناکاسته ام

همچو حافظ بخرابات روم جامه قبا
بو که در بر کشد آن دلبر نوخاسته ام

عشقبازی و جوانی و شراب لعل فام | مجلس انس و حریف همدم و شرب مدام

ساقی شکر دہان و مطرب شیرین سخن
همنشینی نیک کردار و حریف نیکنام

شاهدی در لطف و پاکی رشک آب زندگی
دلبری در حسن و خوبی غیرت ماه تمام

باده گلرنگ تلخ و تیز و خوشخوار و سبک
نقلی از لعل نگار و نقلی از یاقوت خام

بزمگاهی دلنشین چون قصر فردوس برین
گلشنی پیرامنش چون روضه دار السلام

صف نشینان نیکخواه و پیشکاران بادب
دوستداران صاحب اسرار و حریفان دوستکام

غمزه ساقی بیغمای خرد آهخته تیغ
زلف دلبر از برای صید دل گسترده دام

هر که این صحبت بجوید خوشدلی بر وی حلال
وانکه این عشرت نخواهد زندگی بر وی حرام

نکته دانی بذله گو چون حافظ شیرین سخن
بخشش آموزی جهان افروز چون حاجی قوام

عمریست تا براه غمت رو نهاده ایم
روی و ریای خلق بیکسو نهاده ایم

هم جان بدان دو نرگس جادو سپرده ایم
هم دل بدان دو سنبل هندو نهاده ایم

با ملک عافیت نه بلشکر گرفته ایم
با تخت سلطنت نه ببازو نهاده ایم

در گوشه امید چو نظارگان ماه
چشم طلب بران خم ابرو نهاده ایم

بی بوی زلف تو سر سودائی از ملال
همچون بنفشه بر سر زانو نهاده ایم

تنها ده ایم بار جهان بر دل ضعیف
وین کار بار بسته بیکسو نهاده ایم

تا سحرِ چشمِ یار چه بازی کند که باز | بنیاد بر کرشمهٔ جادو نهاده ایم

طاق و رواق مدرسه و قیل و قالِ فضل | زینها بخاک کو تیار و نهاده ایم

عمرے گذشت و ما بامیدِ اشارتے | چشمے بران دو نرگسِ جادو نهاده ایم

ناموسِ چند سالهٔ اجدادِ نیک نام | در راهِ جام و ساقیِ مهرو نهاده ایم

هشیار و عاقلیم که بر دست و پا دل | زنجیر و بند زان خمِ گیسو نهاده ایم

ای دل العقل کوش که با نقدِ عقل و هوش | در راهِ یار سلسلهٔ گیسو نهاده ایم

فرما اشارتے که دو چشمِ امیدوار | پیوسته بر دو گوشهٔ ابرو نهاده ایم

گفتی که حافظا دلِ سرگشته ات کجاست
در حلقه هاے آن خمِ گیسو نهاده ایم

غمِ زمانه که هیچش کران نمی بینم | دواش جز مئ چون ارغوان نمی بینم

نشانِ مردِ خدا عاشقی ست با خود دار | که در مشایخِ شهر این نشان نمی بینم

درین خمار کسم جرعهٔ نمی بخشد | ببین که اهلِ دلے در جهان نمی بینم

ز آفتابِ قدح ارتفاعِ عیش بگیر | چرا که طالعِ وقت آن چنان نمی بینم

نشانِ موے میانش که دل درو بستم | ز من مپرس که خود در میان نمی بینم

برین دو دیدهٔ حیرانِ من هزار افسوس | که با دو آینه رویش عیان نمی بینم

قدِ تو تا بشد از جویبارِ دیدهٔ من
بجاے سرو جز آبِ روان نمی بینم

من و سفینهٔ حافظ که اندرین دریا
بضاعتِ سخنِ دُرفشان نمے بینم

فاش میگویم و از گفتهٔ خود دلشادم
بندهٔ عشقم و از هر دو جهان آزادم

طائرِ گلشنِ قدسم چه دهم شرحِ فراق
که درین دامگهِ حادثه چون افتادم

من ملک بودم و فردوسِ برین جایم بود
آدم آورد درین دیرِ خراب آبادم

سایهٔ طوبیٰ و دلجوئیِ حور و لبِ حوض
بہواے سرِ کوے تو برفت از یادم

نیست بر لوحِ دلم جز الفِ قامتِ یار
چکنم حرفِ دگر یاد نداد استادم

کوکبِ بختِ مرا هیچ منجم نشناخت
یا رب از مادرِ گیتی بچه طالع زادم

تا شدم حلقه بگوشِ درِ میخانهٔ عشق
هر دم آید غمے از نو بمبارکبادم

گر خورد خونِ دلم مردمکِ دیده رواست
که چرا دل بجگر گوشهٔ مردم دادم

پاک کن چهرهٔ حافظ بسرِ زلف زاشک
ورنه این سیلِ دمادم بکَنَد بنیادم

فتوی پیرِ مغان دارم و عهدیست قدیم
که حرامست می آن را که نه یارست ندیم

چاک خواهم زدن این دلقِ ریائی چکنم
روح را صحبتِ ناجنس عذابیست الیم

تا اگر جرعه فشاند لبِ جانان بر من — سالها زان شده‌ام بر درِ میخانه مقیم

گرش صحبتِ دیرینِ من از یاد برفت — ای نسیمِ سحری یاد دهش عهدِ قدیم

بعدِ صد سال اگر بر سرِ خاکم گذری — سر برآرد ز گِلم رقص کنان عظمِ رمیم

فکرِ بهبودِ خود ای دل ز درِ دیگر کن — دردِ عاشق نشود به ز مداوای حکیم

گوهرِ معرفت اندوز که با خود ببری — که نصیبِ دگران ست نصابِ زر و سیم

دام سخت ست مگر یار شود لطفِ خدا — ورنه آدم نبرد صرفه ز شیطانِ رجیم

غنچه گو تنگدل از کارِ فروبسته مباش — کز دمِ صبح مدد یابی و انفاسِ نسیم

دلبر از ما بصد امید گرفت اول دل — ظاهرا عهد فرامش نکند خلقِ کریم

حافظ ار سیم و زرت نیست برو شاکر باش
چه به از دولتِ لطفِ سخن و طبعِ سلیم

گر ازین منزلِ غربت بسوی خانه روم — نذر کردم که هم از راه بمیخانه روم

زین سفر گر بسلامت بوطن باز رسم — دگر آنجا که روم عاقل و فرزانه روم

تا بگویم که چه کشفم شد ازین سیر و سلوک — بر درِ میکده با بربط و پیمانه روم

آشنایانِ رهِ عشق گرم خون بخورند — کافرم گر بشکایت برِ بیگانه روم

بعد ازین دستِ من و زلف چو زنجیرِ نگار — تا بکی از پیِ کامِ دلِ دیوانه روم

گرچه بینم خم ابروی چو محرابش باز | سجدهٔ شکر کنم در پی شکرانه روم

خرم آن دم که چو حافظ بتولای وزیر
سرخوش از میکده با دوست بکاشانه روم

گرچه از آتشِ دل چون خُمِ مُی در جوشم | مهر بر لب زده خون می خورم و خاموشم

قصد جانست طمع در لبِ جانان کردن | تو مرا بین که درین کار بجان میکوشم

من کی آزاد شوم از غم دل چون هردم | هندوِ زلفِ بتے حلقه کند در گوشم

حاش لله که نیم معتقدِ طاعتِ خویش | این قدر هست که گه گه قدحے مینوشم

هست امیدم که علی الرغم عدو روزِ جزا | فیضِ عفوش ننهد بارِ گنه بر دوشم

پدرم روضهٔ رضوان بدو گندم بفروخت | ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم

خرقه پوشی من از غایتِ دینداری نیست | پردهٔ بر سرِ صد عیبِ نهان می پوشم

مَی نخواهم که بنوشم بجز از راوقِ مے | چکنم گر سخنِ پیرِ مغان مَی نوشم

گر ازین دست زند مطربِ مجلس رهِ عشق
شعرِ حافظ ببرد وقتِ سماع از هوشم

گرچه افتاد ز زلفش گرہے در کارم | همچنان چشم امید از کرمش میدارم

بطرب حمل مکن سرخی رویم که چو جام | خونِ دل عکس برون میدهد از رخسارم

پردهٔ مطربم از دست برون خواهد برد — آه اگر زانکه دران پرده نباشد بارم

منم آن شاعرِ ساحر که بافسونِ سخن — از نیِ کلک همه شهد و شکر می‌بارم

بصد امید نهادیم درین بادیه پاے — اے دلیلِ دلِ گمگشته فرومگذارم

چون منش در گذرِ بادِ نمی‌یارم دید — با که گویم که بگوید سخنے با یارم

دیدهٔ بخت بافسانهٔ او شد در خواب — کو نسیمے ز عنایت که کند بیدارم

دوش میگفت که حافظ همه رویست و ریا — بجز از خاکِ درت با که بگو در کارم

گرچه ما بندگانِ پادشهیم — پادشاهانِ ملکِ صبحگهیم

گنج در آستین و کیسه تهے — جامِ گیتی نما و خاکِ رهیم

هوشیارِ حضور و مستِ غرور — بحرِ توحید و غرقهٔ گنهیم

شاهدِ بخت چون کرشمه کند — ماش آئینهٔ رخ چو مهیم

شاهِ بیداربخت را هر شب — ما نگهبانِ افسر و کلهیم

گو غنیمت شمار صحبتِ ما — که تو در خواب و ما بدیده گهیم

شاهِ منصور واقف ست که ما — روے همت بهر کجا که نهیم

دشمنان را ز خون کفن سازیم — دوستان را قباے فتح دهیم

رنگِ تزویر پیشِ ما نبود — شیرِ سرخیم و افعیِ سیهیم

وامِ حافظ بگو که باز دهند
کرده‌ٔ اعتراف و ما گواهیم

گر دست دهد خاکِ کفِ پاے نگارم — بر لوح بصر خطِّ غبارے بنگارم

پروانهٔ او گر برسد در طلبِ جان — چون شمع همان دم بدمے جان بسپارم

گر قلب دلم را ننهد دوست عیارے — من نقدِ روان دَر دَمش از دیده بشمارم

دامن مفشان بر منِ خاکی که پس از مرگ — زین در نتوانند که برد باد غبارم

از بوے کنارِ تو شدم غرقه امید — از موجِ سرشکم که رساند بکنارم

زلفینِ سیاهِ تو بدلداریِ عشّاق — دادند قرارے و ببردند قرارم

امروز مکش سر ز وفاے من و اندیش — زان شب که من از غم بدعا دست برآرم

اے ساقی ازان باده یکے جرعه بیاور — کان بوے شفا میدهد از رنجِ خمارم

حافظ لبِ لعلش چو مرا جان عزیزست
عمرے بود آن لحظه که جان را بلب آرم

گر دست دهد در خمِ زلفینِ تو بازم — چون گوے چه سرها که بچوگانِ تو بازم

زلفِ تو مرا عمرِ عزیزست و لے نیست — در دست سرِ موی ازان زلف درازم

پروانه راحت بده ای شمع که امشب
از آتش دل پیش تو چون شمع گدازم

چون نیست نماز من آلوده نمازی
در میکده زان کم نشود سوز و گدازم

در مسجد و میخانه خیالت اگر آید
محراب و کمانخانهٔ ابروی تو سازم

گر خلوت ما را شبی از رخ بفروزی
چون صبح در آفاق جهان سر بفرازم

آن دم که بیک خنده دهم جان چو صراحی
مستان تو خواهم که گذارند نمازم

محمود بود عاقبت کار درین راه
در سر برود در سر سودای ایازم

حافظ غم دل با که بگویم که درین دور
جز جام نشاید که بود محرم رازم

گر من از سرزنش مدعیان اندیشم
شیوهٔ مستی و رندی نرود از پیشم

زهد رندان نوآموخته راهی بدهیست
من که بدنام جهانم چه صلاح اندیشم

شاه شوریده سران خوان من بی‌سامان را
زانکه در کم خردی از همه عالم بیشم

بر جبین نقش کن از خون دل من خالی
تا بدانند که قربان تو کافرکیشم

اعتمادی بنما و بگذر بهر خدا
تا بدانی که درین خرقه چه نادرویشم

شعر خونبار من ای دوست بر یار بخوان
که ز مژگان سیه بر رگ جان زد نیشم

دامن از رشحهٔ خون دل ما درهم چین
که اثر در تو کند گر بخراشی ریشم

من اگر رندم و گر شیخ چه کارم با کس
حافظ راز خود و عارف وقت خویشم

ما بر آریم شبی دست و دعایی بکنیم
غم هجران ترا چاره ز جایی بکنیم

دل بیمار شد از دست رفیقان مددی
تا طبیبش بسر آریم و دوایی بکنیم

خشک شد بیخ طرب راه خرابات کجاست
تا در آن آب و هوا نشو و نمایی بکنیم

آنکه بی جرم برنجید و بتیغم زد و رفت
باز پس آرید خدا را که صفایی بکنیم

در ره نفس کزو سینهٔ ما بتکده شد
تیر آهی بگشاییم و غزایی بکنیم

مدد از خاطر رندان طلب ای دل ورنه
کار صعب است مبادا که خطایی بکنیم

سایهٔ طایر کم حوصله کاری نکند
طلب سایهٔ میمون همایی بکنیم

دلم از پرده بشد حافظ خوش لهجه کجاست
تا بقول و غزلش ساز و نوایی بکنیم

ما سرخوشان مست دل از دست داده ایم
همراز عشق و همنفس جام باده ایم

بر ما بسی کمان ملامت کشیده اند
تا کار خود ز ابروی جانان گشاده ایم

ای گل تو دوش جام صبوحی کشیده ای
ما آن شقایقیم که با داغ زاده ایم

پیر مغان ز توبهٔ ما گر ملول شد
گو باده صاف کن که بعذر ایستاده ایم

کار از تو می رود مددے اے دلیلِ راہ
انصاف میدهیم که ازره فتاده ایم

چون لاله می مبین قدح درمیانِ کار
این داغ بین که بر دل خونین نهاده ایم

گفتی که حافظ این همه رنگ و خیال چیست
نقشے غلط مخوان که همان لوح ساده ایم

ما درد سحر بر درِ میخانه نهادیم
اوقات دعا در رهِ جانانه نهادیم

سلطانِ ازل گنجِ غمِ عشق بما داد
تا روے درین منزلِ ویرانه نهادیم

در خرقهٔ صد عاقل و زاهد زند آتش
این داغ که ما بر دلِ دیوانه نهادیم

در دل ندهم ره پس ازین مهرِ بتان را
مهرِ لبِ او بر درِ این خانه نهادیم

آن بوسه که زاهد ز پیش داد بما دست
از روی صفا بر لبِ جانانه نهادیم

چون میرود این کشتیِ سرگشته که آخر
جان در سرِ این گوهرِ یکدانه نهادیم

المنة لله که چو ما بیدل و دین بود
آن را که خرد پرور و فرزانه نهادیم

در خرقه ازین بیش منافق نتوان بود
بنیادش ازین شیوهٔ رندانه نهادیم

قانع بخیالے ز تو بودیم چو حافظ
یارب چه گدا همت و شاهانه نهادیم

ما درین در نه پیِ حشمت و جاه آمده ایم
از بدِ حادثه اینجا به پناه آمده ایم

رهرو منزل عشقیم و ز سرحد عدم / تا باقلیم وجود این همه راه آمده ایم

سبزهٔ خط تو دیدیم و ز بستان بهشت / بطلبکاری این مهرگیاه آمده ایم

با چنین گنج که شد خازن او روح امین / بگدائی بدر خانهٔ شاه آمده ایم

لنگر حلم تو ای کشتی توفیق کجاست / که درین بحر کرم غرق گناه آمده ایم

آبرو میرود ای ابر خطاپوش ببار / که بدیوان عمل نامه سیاه آمده ایم

حافظ این خرقهٔ پشمینه بینداز که ما / از پی قافله با آتش و آه آمده ایم

ما ز یاران چشم یاری داشتیم / خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم

تا درخت دوستی کی بر دهد / حالیا رفتیم و تخمی کاشتیم

گفتگو آئین درویشی نبود / ورنه با تو ماجراها داشتیم

شیوهٔ چشمت فریب جنگ داشت / ما غلط کردیم و صلح انگاشتیم

نکته‌ها رفت و شکایت کس ندید / جانب حرمت فرو نگذاشتیم

گلبن حسنت نه خود شد دلفریب / ما دم همت برو بگماشتیم

چون نهادی دل بمهر دیگران / ما امید از وصل تو برداشتیم

گفت خود دادی بما دل حافظا / ما محصل بر کسی نگماشتیم

تا نگوئیم بد و میل بناحق نکنیم
جامهٔ کس سیه و دلق خود ازرق نکنیم

رقم مغلطه بر دفتر دانش نکشیم
سرّ حق با ورق شعبده ملحق نکنیم

عیب درویش و توانگر بکم و بیش بد است
کار بد مصلحت آنست که مطلق نکنیم

خوش برانیم جهان در نظر راهروان
فکر اسپ سیه و زین مغرّق نکنیم

آسمان کشتی ارباب هنر می‌شکند
تکیه آن به که برین بحر معلّق نکنیم

شاه اگر جرعهٔ رندان نه بحرمت نوشد
التفاتش بمی صاف مروّق نکنیم

گر بدی گفت حسودی و رفیقی رنجید
گو تو خوش باش که ما گوش باحمق نکنیم

حافظ ار خصم خطا گفت نگیریم برو
ور بحق گفت جدل با سخن حق نکنیم

مرا عهدیست با جانان که تا جان در بدن دارم
هواداران کویش را چو جان خویشتن دارم

صفای خلوت خاطر ازان شمع چگل جویم
فروغ چشم و نور دل ازان ماه ختن دارم

بکام و آرزوی دل چو دارم خلوتی حاصل
چه فکر از خبث بدگویان میان انجمن دارم

شراب خوشگوارم هست و یار مهربان ساقی
ندارد هیچکس یاری چنین یاری که من دارم

مرا در خانه سروی هست کاندر سایهٔ قدش
فراغ از سرو بستانی و شمشاد چمن دارم

سزد کز خاتم لعلش زنم لاف سلیمانی
چو اسم اعظمم باشد چه باک از اهرمن دارم

خدارا ای رقیب امشب زمانی دیده برهم نه	که من با لعل خاموشش نهانی صد سخن دارم
گرم صد لشکر از خوبان بقصد دل کمین سازند	بحمدالله والمنة بتی لشکرشکن دارم
الا ای پیر فرزانه مکن عیبم ز میخانه	که من در ترک پیمانه دلی پیمان‌شکن دارم
چو در گلزار اقبالش خرامانم بحمدالله	نه میل لاله و نسرین نه برگ یاسمن دارم

برندی شهره شد حافظ پس از چندین ورع اما
چه غم دارم چو در عالم امین‌الدین حسن دارم

مرحبا طایر فرخ رخ فرخنده پیام	خیر مقدم چه خبر یار کجا راه کدام
یا رب این قافله را لطف ازل بدرقه باد	که از او خصم بدام آید و معشوق بکام
ماجرای من و معشوق مرا پایان نیست	هرچه آغاز ندارد نپذیرد انجام
چشم خونبار مرا خواب نه در خور باشد	من له القتل دداء عجبا کیف ینام
تو ترحم نکنی بر من بیدل دائم	ذاک دعوای وهاانت و تلک الایام
گل ز حد برد تنعم ز کرم رخ بنمای	سرو می‌نازد و خوش نیست خدارا بخرام
مرغ روحم که همی زد ز سر سدره صفیر	عاقبت دانهٔ خال تو فکندش در دام
زلف دلدار چو زنار همی فرماید	برو ای شیخ که شد بر تن ما خرقه حرام
حافظ ار میل بابروی تو دارد شاید	جای در گوشهٔ محراب کنند اهل کلام

مرو که در غمِ هجرِ تو از جهان بُریم — بیا که پیشِ تو از خویش هر زمان بُریم

سخن بگوی که پیشِ لبِ تو جان بدهیم — رها مکن که درین حسرت از جهان بُریم

روا مدار که جان بر لبست و ما ز جهان — ندیده کامِ دل از آن لبِ دهان بُریم

خوش آن زمان که بینیم بر دهان لبِ تو — تو خود بگوی که ما از تربت چسان بُریم

گدای کوی شماییم و حاجتی داریم — روا مدار که محروم از آستان بُریم

نشانِ وصل بباده بهر طریق که هست — که باری از پیِ وصلِ تو با نشان بُریم

بگو که حافظ ازین در برو برای خدا — که هر چه رای تو باشد جز این بران بُریم

مزن بر دل ز ناوکِ غمزه تیرم — که پیشِ چشمِ بیمارت بمیرم

نصابِ حسن در حدِّ کمال است — زکاتم ده که مسکین و فقیرم

قدح پُر کن که من از دولتِ عشق — جوان بختِ جهانم گرچه پیرم

چنان پُر شد فضای سینه از دوست — که فکرِ خویش گم شد از ضمیرم

مبادا جز حسابِ مطرب و می — اگر حرفی کشد کلکِ دبیرم

دران غوغا که کس کس را نپرسد — من از پیرِ مغان منت پذیرم

چو طفلان تا کی ای زاهد فریبی — بسیبِ بوستان و شهد و شیرم

من آن مرغم کہ ہر شام و سحرگاہ — ز بامِ عرش مے آید صفیرم
قرارے کردہ ام بامئے فروشان — کہ روزِ غم بجز ساغر نگیرم
خوشا آن دم کہ استغنای مستی — فراغت بخشد از شاہ و وزیرم
فراوان گنجِ غم در سینہ دارم — اگرچہ مدعی بیند فقیرم

من آندم بر گرفتم دل ز حافظ
کہ ساقی گشت یارِ نا گزیزم

مژدۂ وصلِ تو کو کز سرِ جان برخیزم — طائرِ قدسم و از دامِ جہان برخیزم
یارب از ابرِ ہدایت برسان بارانے — پیشتر زانکہ چو گردی ز میان برخیزم
بولاے تو کہ گر بندۂ خویشم خوانی — از سرِ خواجگیِ کون و مکان برخیزم
بر سرِ تربتِ من بے مئ و مطرب منشین — تا ببویت ز لحد رقص کنان برخیزم
گرچہ پیرم تو شبے تنگ در آغوشم گیر — تا سحرگہ ز کنارِ تو جوان برخیزم
تو مپندار کہ از خاکِ سرِ کوے تو من — بجفاے فلک و جورِ زمان برخیزم

سرو بالا بنما اے بتِ شیرین حرکات
کہ چو حافظ ز سرِ جان و جہان برخیزم

من ترکِ عشقبازی و ساغر نمی کنم — صد بار توبہ کردم و دیگر نمی کنم

باغ بهشت و سایۂ طوبی و قصر حور / با خاکِ کوی دوست برابر نمی کنم

تلقینِ درسِ اهلِ نظر یک اشارتست / کردم اشارتی و مکرر نمی کنم

هرگز نمی شود ز سرِ خود خبر مرا / تا در میانِ میکده سر بر نمی کنم

شیخم بطنز گفت حرامست می مخور / گفتم بگو که گوش بهر خر نمی کنم

پیرِ مغان حکایتِ منقول می کند / معذورم ار محال تو باور نمی کنم

این تقویم بس است که چون زاهدانِ شهر / ناز و کرشمه بر سرِ منبر نمی کنم

زاهد بطعنه گفت برو ترکِ عشق کن / محتاجِ جنگ نیست برادر نمی کنم

[illegible]

حافظ جناب پیرِ مغان مامنِ وفاست / من ترکِ خاک بوسیِ این در نمی کنم

من دوستدار روی خوش و موی دلکشم / مدهوشِ چشمِ مست و مے صاف بیغشم

در عاشقی گزیر نباشد ز سوز و ساز / استاده ام چو شمع مترسان ز آتشم

من آدمِ بهشتیم اما درین سفر / حالی اسیرِ عشقِ جوانانِ مهوشم

بخت ار مدد کند که کشم رخت سوی دوست / گیسوے حور گرد فشاند ز مفرشم

شیراز معدنِ لبِ لعلست و کانِ حسن / من جوهریِ مفلسم ازان رو مشوشم

ازبسکه چشمِ مست درین شهر دیده ام / حقا که مے نمی خورم اکنون و سرخوشم

شهریست پر کرشمه و خوبان ز شش جهت
چیزیم نیست ورنه خریدار هر ششم

گفتی ز سرّ عهد ازل نکته‌ای بگوی
آنگه بگویمت که دو پیمانه درکشم

حسن عروس طبع مرا جلوه آرزوست
آیینه‌ای ندارم از آن آه می‌کشم

حافظ ز تاب فکرت بی‌حاصلی بسوخت
ساقی کجاست تا زند آبی بر آتشم

من که باشم که بر آن خاطر عاطر گذرم
لطفها میکنی ای خاک درت تاج سرم

دلبرا بنده نوازیت که آموخت بگو
که من این ظن برقیبان تو هرگز نبرم

همتم بدرقهٔ راه کن ای طائر قدس
که دراز است ره مقصد و من نوسفرم

ای نسیم سحری بندگی ما برسان
که فراموش مکن وقت دعای سحرم

خرم آن روز کزین مرحله بربندم رخت
در سر کوی تو پرسند رفیقان خبرم

پایهٔ نظم بلند است و جهانگیر بگو
تا کند پادشه بحر دهان پرگهرم

راه خلوتگه خاصم بنما تا پس ازین
می خورم با تو و دیگر غم دنیا نخورم

حافظا شاید اگر در طلب گوهر وصل
دیده دریا کنم از اشک و در او غوطه خورم

من نه آن رندم که ترک شاهد و ساغر کنم
محتسب داند که من این کارها کمتر کنم

چون صبا مجموعهٔ گل را بآب لطف شست / کج دلم خوان گر نظر بر صفحهٔ دفتر کنم

لاله ساغر گیر و نرگس مست و بر ما نام فسق / داوری دارم بسے یا رب کرا داور کنم

عشق دردانہ ست و من غواص و دریا میکده / سر فرو بردم در انجا تا کجا سر بر کنم

گرچه گرد آلود فقرم شرم باد از همتم / گر بآب چشمهٔ خورشید دامن تر کنم

من که دارم در گدائی گنج سلطانی بدست / کے طمع در گردش گردون دون پرور کنم

عاشقان را گر در آتش می پسندد لطف دوست / تنگ چشمم گر نظر بر چشمهٔ کوثر کنم

عهد و پیمان فلک را نیست چندان اعتبار / عهد با پیمانه بندم شرط با ساغر کنم

باز کش یکدم عنان ای ترک شهر آشوب من / تا ز اشک و چهره راهت پر زر و گوهر کنم

با وجود بینوائی روسیه بادم چو ماه / گر قبول فیض خورشید بلند اختر کنم

من که امروزم بهشت نقد حاصل میشود / وعدهٔ فردا ے زاهد را چرا باور کنم

شیوهٔ رندی نه لائق بود وضعم را ولے / چون در افتادم چرا اندیشهٔ دیگر کنم

دوش لعلت عشوها میداد عاشق را ولے / من نه آنم کز وے این افسانها باور کنم

گوشهٔ محراب ابروے تو میخواهم ز بخت / تا در انجا همچو مجنون درس عشق از بر کنم

وقت گل گوئی که زاهد شو بچشم و جان و دل / می روم تا مشورت با شاهد و ساغر کنم

زهد وقت گل چه سودی نیست حافظ گوش دار / تا اعوذے خوانم و اندیشهٔ دیگر کنم

نماز شام غریبان چو گریه آغازم / بمویه‌های غریبانه قصه پردازم

بیاد یار و دیار آنچنان بگریم زار / که از جهان ره و رسم سفر براندازم

من از دیار حبیبم نه از بلاد غریب / مهیمنا برفیقان خود رسان بازم

خدای را مددی ای دلیل راه که من / بکوی میکده دیگر علم برافرازم

خرد ز پیری من کی حساب برگیرد / که باز با صنمی طفل عشق می‌بازم

بجز صبا و شمالم نمی‌شناسد کس / عزیز من که بجز باد نیست همرازم

هوای منزل یار آب زندگانی ماست / صبا بیار نسیمی ز خاک شیرازم

سرشکم آمد و عیبم بگفت روی بروی / شکایت از که کنم خانگیست غمازم

ز چنگ زهره شنیدم که صبحدم میگفت
مرید حافظ خوش لهجه خوش آوازم

هر چند پیر و خسته دل و ناتوان شدم / هر گه که یاد روی تو کردم جوان شدم

شکر خدا که هر چه طلب کردم از خدا / بر منتهای مطلب خود کامران شدم

در شاهراه دولت سرمد بتخت بخت / با جام می بکام دل دوستان شدم

از آن زمان که فتنه چشمت بمن رسید / ایمن ز شر فتنه آخر زمان شدم

ای گلبن جوان بر دولت بخور که من / در سایه تو بلبل باغ جنان شدم

ازل ز حرف لوح وجودم خبر نبود — در مکتب غم تو چنین نکته دان شدم

قسمت حوالتم بخرابات میکند — هرچند اینچنین شدم و آنچنان شدم

من پیر سال و ماه نیم یار بیوفاست — بر من چو عمر میگذرد پیر از آن شدم

آن روز بر دلم در معنی گشاده شد — کز ساکنان درگه پیر مغان شدم

دوشم نوید داد عنایت که حافظا — باز آ که من بعفو گناهت ضمان شدم

اگر بر خیزد از دستم که با دلدار بنشینم — ز جام وصل می نوشم ز باغ خلد گل چینم

شراب تلخ صوفی سوز بنیادم بخواهد برد — لبم بر لب نه ای ساقی و بستان جان شیرینم

لبت شکر بمستان داد و چشمت می بمیخواران — منم کز غایت حرمان نه با آنم نه با اینم

مگر دیوانه خواهم شد درین سودا که شب تا روز — سخن با ماه میگویم پری در خواب می بینم

چو هر خاکی که باد آورد فیضی برد از انعامت — ز حال بنده یاد آور که خدمتگار دیرینم

ز هر کو نقش نظمی زد کلامش دلپذیر آمد — تذرو طرفه می گیرم که چالاکست شاهینم

دگر باور نمیداری رو از صورتگر چین پرس — که مانی نسخه میخواهد ز نوک کلک مشکینم

وفاداری و حق گوئی نه کار هر کسی باشد — غلام آصف دوران جلال الحق والدینم

رموز عشق و مستی ز من بشنو نه از حافظ — که با جام و قدح هر شب حریف ماه و پروینم

واعظ

این چه شوریست که در دور قمر می بینم | همه آفاق پر از فتنه و شر می بینم
هر کسی روز بهی می طلبد از ایام | مشکل اینست که هر روز بتر می بینم
ابلهان را همه شربت ز گلاب و قندست | قوت دانا همه از خون جگر می بینم
اسپ تازی شده مجروح بزیر پالان | طوق زرین همه در گردن خر می بینم
دختران را همه جنگست و جدل با مادر | پسران را همه بدخواه پدر می بینم
هیچ رحمی نه برادر به برادر دارد | هیچ شفقت نه پدر را به پسر می بینم

پند حافظ بشنو خواجه برو نیکی کن
زانکه این پند به از دُرّ و گهر می بینم

دیدار شد میسر و بوس و کنار هم | از بخت شکر دارم و از روزگار هم
زاهد برو که طالع اگر طالع منست | جامم بدست باشد و زلف نگار هم
ما عیب کس بمستی و رندی نمی کنیم | لعل بتان خوشست و می خوشگوار هم
ای دل بشارتی دهمت محتسب نماند | وز می جهان پرست و بت میگسار هم
آن شد که چشم بدنگران بود از کمین | خصم از میان برفت و سرشک از کنار هم
خاطر بدست تفرقه دادن نه زیرکیست | مجموعهٔ بخواه و صراحی بیار هم
بر خاکیان عشق فشان جرعهٔ لبش | تا خاک لعل گون شود و مشکبار هم

چون آبروی لاله و گل فیضِ حسنِ تست | ای ابر لطف بر منِ خاکی ببار هم
چون کائنات جمله ببوی تو زنده اند | ای آفتاب سایه ز من بر مدار هم
اهلِ نظر اسیرِ تو اند از خدا بترس | وز انتصافِ آصفِ جم اقتدار هم
بر یادِ رای انورِ او آفتابِ صبح | جان میکند فدا و کواکب نثار هم
گوی زمین ربودهٔ چوگانِ عدلِ تست | وین برکشیده گنبدِ نیلی حصار هم
تا از نتیجهٔ فلک و طورِ دورِ اوست | تبدیلِ سال و ماه و خزان و بهار هم
خالی مباد کاخ جلالت ز سروران | وز ساقیانِ سرو قدِ گلعذار هم
برهانِ ملک و دین که ز دستِ وزارتش | ایام کان یمین شد و دریا یسار هم
عزمِ سبک عنانِ تو در جنبش آورد | این پایدار مرکزِ عالی مدار هم

حافظ که در ثنای تو چندین گهر فشاند
پیشِ کفِ تو شد خجل و شرمسار هم

صلاح از ما چه میجویی که مستان را صلا گفتیم | بدورِ نرگسِ مستت سلامت را دعا گفتیم
در میخانه را بگشا که هیچ از خانقه نگشود | گرت باور بود ورنه سخن این بود و ما گفتیم
من از چشمِ خوشِ ساقی خراب افتاده ام لیکن | بلایی کز حبیب آید هزارش مرحبا گفتیم
قدت گفتم که شمشاد است بس خجلت ببار آورد | که این نسبت چرا کردیم و این بهتان چرا گفتیم

اگر بر من نبخشائی پشیمانی خوری آخر
بخاطر دار این معنی که در خدمت کجا گفتم

جگر چون نافه‌ام خون گشت و بر زینم نمی باشد
جزای آنکه با زلفش سخن از چین خطا گفتم

تو آتش گشتی ای حافظ ولی با یار در نگرفت
ز بد عهدی گل گوئی شکایت با صبا گفتم

عمریست تا من در طلب هر روز گامی میزنم
دست شفاعت هر دمی در نیکنامی میزنم

بی ماه مهر افروز خود تا بگذرانم روز خود
دامی براهی می‌نهم مرغی بدامی میزنم

تا بو که یابم آگهی زان سایهٔ سرو سهی
گلبانگ عشق از هر طرف بر خوش خرامی میزنم

هر چند آن آرام دل دانم نبخشد کام دل
نقش خیالی میکشم فال دوامی میزنم

اورنگ کو گلچهر کو نقش وفا و مهر کو
حالی من اندر عاشقی داد تمامی میزنم

دانم سر آید قصه‌ام چندان نماند غصه‌ام
زین آه خون افشان که من هر صبح و شامی میزنم

با آنکه از خود غائبم وز می چو حافظ تائبم
در مجلس روحانیان گه گاه جامی میزنم

برو ای طبیبم از سر که خبر ز سر ندارم
بخدا رها کنم جان که ز جان خبر ندارم

بیا دهم قدم نه که ز بیخودی شوم به
می ناب نوش دهم ده که ز غم دگر ندارم

غم ار خوری ازین پس نکنم ز غمخوری بس
نظری بجز تو با کس بکسی دگر ندارم

نه زرت کشند زیور بزرت کشند در بر | من بینوای مضطر چه کنم که زر ندارم
دگرم مگو که خواهم که ز در گهت برانم | تو برین و من برآنم که دل از تو بر ندارم
من اگرچه می پرستم و بهیچ می نه بستم | ببرید دل ز دستم که دل دگر ندارم

دل حافظ ار بجوئی غم دل بتست خوئی
چه بگویمت بگوئی سر درد سر ندارم

ای نور چشم من سخنی هست گوش کن | تا ساغرت پر است بنوشان و نوش کن
پیران سخن بتجربه گفتند گفتمت | هان ای پسر که پیر شوی پند گوش کن
بر هوشمند سلسله ننهاده است عشق | خواهی که زلف یار کشی ترک هوش کن
تسبیح و خرقه لذت مستی نبخشدت | همت درین عمل طلب از میفروش کن
با دوستان مضائقه در عمر و مال نیست | صد جان فدای یار نصیحت نیوش کن
در راه عشق وسوسهٔ اهرمن بسیست | هشدار و گوش دل بپیام سروش کن
برگ نوا تبه شد و ساز طرب نماند | ای چنگ ناله برکش و ای دف خروش کن
ساقی که جامت از می صافی تهی مباد | چشم عنایتی بمن دردنوش کن

سرمست در قبای زرافشان چو بگذری
یک بوسه نذر حافظ پشمینه پوش کن

افسرِ سلطانِ گل پیدا شد از طرفِ چمن — مقدمش یا رب مبارک باد بر سرو و سمن

خوش بجای خویشتن بود این نشستِ خسروی — تا نشیند هر کسی اکنون بجای خویشتن

تا ابد معمور باد این خانه کز خاکِ درش — هر نفس با بوی رحمٰن می وزد بادِ یمن

خاتمِ جم را بشارت ده بحسنِ خاتمه — کاسمِ اعظم کرد ازو کوتاه دستِ اهرمن

خنگِ چوگانیِ چرخت رام شد در زیرِ زین — شهسوارا خوش بمیدان آمدی گوئی بزن

جوئبارِ ملک را آب از سرِ شمشیر تست — تو درختِ عدل بنشان بیخ بدخواهان بکن

شوکتِ پورِ پشنگ و تیغِ عالمگیرِ تو — در همه شهنامه‌ها شد داستانِ انجمن

بعد ازین نشگفت اگر با نکهتِ خلقِ خوشت — خیزد از صحرای ایران نافهٔ مشکِ ختن

گوشه‌گیران انتظارِ جلوهٔ خوش میکشند — بر شکن طرفِ کلاه و برقع از رخ بر فگن

ای صبا بر ساقیِ بزمِ اتابک عرضه دار — تا ازان جامِ زرافشان جرعهٔ بخشد بمن

مشورت با عقل کردم گفت حافظ می بنوش — ساقیا مَی ده بقولِ مستشارِ مؤتمن

ای خسروِ خوبان نظری سوی گدا کن — رحمی بمنِ سوخته بی سر و پا کن

دارد دلِ درویش تمنای نگاهی — زان چشمِ سیهِ مست بیک غمزه روا کن

گر لاف زند ماه که ماند بجمالت — بنمای رخِ خویش و مه انگشت نما کن

اے سروِ جان از چمن و باغ زمانے — بخرام درین بزم و دو صد جامہ قبا کن
شمع و گل و پروانہ و بلبل ہمہ جمع اند — اے دوست بیا رحم بہ تنہائی ما کن
با دلشدگان جور و جفا تا بکے آخر — آہنگ وفا ترکِ جفا بہرِ خدا کن

مشنو سخنِ دشمنِ بدگوے خدا را
با حافظِ مسکینِ خود ای دوست وفا کن

اے روے ماہ منظرِ تو نوبہارِ حسن — خال و خطِ تو مرکزِ لطف و مدارِ حسن
در چشمِ پُر خمارِ تو پنہان فسونِ سحر — در زلفِ بیقرارِ تو پیدا قرارِ حسن
ماہے نتافت چون رُخت از بُرجِ خسروی — سروے نخاست چون قدت از جویبارِ حسن
خرم شد از ملاحتِ عہدِ تو دلبری — فرخ شد از لطافتِ تو روزگارِ حسن
از دامِ زلف و دانۂ خالِ تو در جہان — یک مرغِ دل نماند نگشتہ شکارِ حسن
دائم بلطف دایۂ طبع از میانِ جان — مے پرورد بناز ترا در کنارِ حسن
گردِ لبت بنفشہ از آن تازہ و ترست — کآبِ حیات می خورد از جویبارِ حسن

حافظ طمع بُرید کہ بیند نظیرِ دوست
دیّار نیست غیرِ تو اندر دیارِ حسن

بالا بلند عشوہ گرِ سروِ نازِ من — کوتاہ کرد قصۂ زہدِ درازِ من

دیدی دلا که آخر پیری و زهد و علم — با من چه کرد دیدهٔ معشوقه بازِ من
از آب دیده بر سرِ آتش نشسته ام — کو فاش کرد در همه آفاق رازِ من
می ترسم از خرابی ایمان که مے برد — محراب ابروی تو حضور از نمازِ من
مست ست یار و یاد حریفان نمیکند — یادش بخیر ساقی مسکین نوازِ من
یا رب کے آن صبا بوزد کز نسیم او — گردد شمامهٔ کرمش کارسازِ من
بر خود چو شمع خنده زنان گریه می کنم — تا با تو سنگدل چه کند سوز و سازِ من
نقشے بر آب میزنم از گریه حالیا — تا کے شود قرینِ حقیقت مجازِ من
محمود درادمے که بآخر رسید عمر — میداد جان بزاری و میگفت ایازِ من
گفتم بدلقِ زرق بپوشم نشانِ عشق — غماز بود اشک و عیان کرد رازِ من
زاهد چو از نمازِ تو کارے نمیرود — هم مستی شبانه و راز و نیازِ من

حافظ ز غصه سوخت بگو حالش اے صبا
با شاهِ دوست پرورِ دشمن گدازِ من

بهارِ گل طرب انگیز گشت و توبه شکن — بشادی رخ گل بیخ غم ز دل بر کن
طریقِ صدق بیاموز از آب صاف اے دل — براستی طلب آزادگی ز سرو چمن
رسید بادِ صبا غنچه از هواداری — ز خود برون شد و بر تن درید پیراهن

زدستبرد صبا گرد گل کلاله ببین — شکنج گیسوی سنبل نگر بروی سمن
عروس غنچه بدین زیور و تبسم خوش — معاینه دل و دین مے برد بوجه حسن
صفیر بلبل شوریده و نفیر هزار — براے وصل گل آمد برون ز قلب حزن

حدیث و قصهٔ دوران ز جام جو حافظ
بقول مطرب و فتوی پیر صاحب فن

چندانکه گفتند غم با طبیبان — درمان نکردند مسکین غریبان
آن گل که هر دم در دست خارست — گو شرم بادت از عندلیبان
ما درد پنهان با یار گفتیم — نتوان نهفتن درد از طبیبان
یارب امان ده تا باز بیند — چشم محبان روے حبیبان
درج محبت بر مهر خود نیست — یارب مبادا کام رقیبان
اے منعم آخر بر خوان وصلت — تا چند باشم از بے نصیبان

حافظ نگشتے رسواے گیتی
گر مے شنیدی پند غریبان

چو گل هر دم ببویت جامه بر تن — کنم چاک از گریبان تا بدامن
تنت را دید گل گوئے که در باغ — چو مستان جامه را بدرید بر تن

من از دستِ غمت مشکل برم جان | ولے دل را تو آسان بُردی از من
بقولِ دشمنان برگشتی از دوست | نگردد هیچ کس با دوست دشمن
تنت در جامه چون در جام باده | دلت در سینه چون در سیم آهن
ببار اے شمع اشک از دیده چون میغ | که سوزِ دل شود بر خلق روشن
مرو کز سینه ام آهِ جگر سوز | بر آید همچو دود از راهِ روزن
دلم را مشکن و در پا میندار | که دارد در سرِ زلفِ تو مسکن

چو دل را بست در زلفِ تو حافظ
بدینسان کارِ او در پا میفگن

چون شوم خاکِ رهش دامن بیفشاند ز من | ور بگویم دل بگردان رو بگرداند ز من
گرچه شمعش پیش میرم در غمم خندد چو صبح | ور برنجم خاطرِ نازک برنجاند ز من
عارضِ رنگین بهر کس می نماید همچو گل | ور بگویم باز پوشان باز پوشاند ز من
دوستان جان دادم از بهرِ دهانش بنگرید | کو بچیزے مختصر چون باز میماند ز من
ادبجوئم تشنه و من بر لبش تا چون شود | کام بستانم ازو یا داد بستاند ز من
چشمِ خود را گفتم آخر یک نظر شیرین ببین | گفت میخواهی مگر تا جوی خون راند ز من
گرچه فرهادم بتلخی جان بر آید حیف نیست | بس حکایتهاے شیرین باز میماند ز من

ختم کن حافظ اگر زینگونه خوانی درسِ عشق
خلق در ہر گوشۂ افسانۂ خواند زمین

خدارا کم نشین با خرقہ پوشان — رخ از رندانِ بی سامان مپوشان
درین خرقہ بسے آلودگی ہست — خوشا وقتِ قبای میفروشان
چو مستم کردہٗ مستور منشین — چو نوشم دادهٔ زہرم منوشان
چو نازک طبعی و طاقت نیاری — گرانیہاے مشتے دلق پوشان
درین صوفی وشان دُردے ندیدم — کہ صافی بادعیشِ دُردنوشان
لبِ میگون و چشمِ مست بگشاے — کہ از شوقت مئی لعل ست جوشان
بیا و زرقِ این سالوسیان بین — صراحی خون دل و بربط خروشان

ز دلگرمی حافظ بر حذر باش
کہ دارد سینۂ چون دیگ جوشان

دانی کہ چیست دولت دیدارِ یار دیدن — در کوے او گدائی بر خسروی گزیدن
از جان طمع بریدن آسان بود ولیکن — از دوستانِ جانی مشکل بود بریدن
خواہم شدن بہ بستان چون غنچہ با دلِ تنگ — وانجا بہ نیکنامی پیراہنے دریدن
گہ چون نسیم با گل رازِ نہفتہ گفتن — گہ سترِ عشقبازی از بلبلان شنیدن

بوسیدن لب یار اوّل ز دست مگذار — کآخر ملول گردی از دست لب گزیدن
فرصت شمار صحبت کز این دو راهه منزل — چون بگذریم نتوان دیگر بهم رسیدن

گویی برفت حافظ از یاد شاه منصور
یارب بیادش آور درویش پروریدن

دلم را در سر زلف تو مسکن — بدین سان خوش فرو مگذار و بشکن
وگر دل سرکشد چون زلف از خط — بدست آرش دلے در پاش مفکن
چو شمع ار پیشم آئی در شب تار — شود چشمم بدیدار تو روشن
بگلزارم چه کار اکنون که گشتست — جهان بر چشم از رویت چو گلشن
ز سرو قامتت بنشینم آزاد — همه تن گر زبان باشم چو سوسن
ز مهرت گر نتابم ذرّه روے — چو خورشیدم فرو آید ز روزن
کجا بر تنگ شکر دست یابد — گر اندیشد مگس از بادبیزن

چو حافظ ماجرای عشقبازی
نمیگوید کسے بر وجه احسن

ز در درآ و شبستان ما منوّر کن — دماغ مجلس روحانیان معطّر کن
بچشم و ابروی جانان سپرده‌ام دل و جان — بیا بیا و تماشای طاق و منظر کن

ازان شمائلِ لطافت حُسن خوش کہ تراست — میانِ بزمِ حریفان چو شمع سر بر کن

بگو بخازنِ جنت کہ خاکِ این مجلس — بتحفہ بر سوی فردوس و عود مجمر کن

طمع بنقدِ وصال تو حدِ ما نبود — حوالتیم بران لعل ہمچو شکر کن

چو شاہدانِ چمن زیر دستِ حُسنِ تو اند — کرشمہ بر سمن و ناز بر صنوبر کن

ستارۂ شبِ ہجران نمی فشاند نور — بیام قصر بر آ و چراغِ مہ بر کن

ازین مرقعِ پشمینہ نیک در تنگم — بیک کرشمۂ صوفی وشم قلندر کن

فضول نفس حکایت بسی کند ساقی — تو کارِ خود مده از دست و می بساغر کن

لب پیالہ ببوس انگہان بمستان ده — باین لطیفہ دماغِ خرد معطر کن

وگر فقیہ نصیحت کند کہ می مخورید — پیالۂ بدہش گو دماغ را تر کن

حجابِ دیدۂ ادراک شد شعاعِ جمال — بیا و خرگہ خورشید را منور کن

پس از ملازمتِ عیش و عشقِ مہرویان
ز کارہا کہ کنی شعرِ حافظ از بر کن

شاہِ شمشاد قدان خسروِ شیرین دہنان — کہ بمژگان شکند قلبِ ہمہ صف شکنان

وین دوست بدستِ آر و ز دشمن بگسل — مردِ یزدان شو و ایمن گذر از اہرمنان

مست بگذشت و نظر بر منِ درویش انداخت — گفت کای چشم و چراغِ ہمہ شیرین دہنان

تا کے از سیم و زرت کیسہ تہی خواہد بود
پندِ ما بشنو و برخور ز ہمہ سیم تنان

کمتر از ذرہ نۂ پست مشو مہر بورز
تا بخلوتگہ خورشید رسی چرخ زنان

پیر پیمانہ کشِ ما کہ روانش خوش باد
گفت پرہیز کن از صحبتِ پیمان شکنان

بر جہان تکیہ مکن گر قدحے مے داری
شادی زہرہ جبینان خور و نازک بنان

با صبا در چمنِ لالہ سحر می گفتم
کہ شہیدانِ کہ اند اینہمہ خونین کفنان

گفت حافظ من و تو محرمِ این راز نۂ ایم
از مئے لعل حکایت کن و سیمین ذقنان

شرابِ لعل کش و روے مہ جبینان بین
خلافِ مذہبِ آنان جمالِ اینان بین

بزیرِ دلق مرقّع کمندہا دارند
درازدستی این کوتہ آستینان بین

بخرمنِ دو جہان سر فرو نمے آرند
دماغِ کبرِ گدایان خوشہ چینان بین

گرہ ز ابروے پرچین نمی کشاید یار
نیازِ اہلِ دل و نازِ نازنینان بین

حدیثِ عہدِ محبت ز کس نمی شنوم
وفاے صحبتِ یارانِ ہمنشینان بین

اسیرِ عشق شدن چارۂ خلاصِ منست
ضمیرِ عاقبت اندیشِ پیش بینان بین

غبارِ خاطرِ حافظ ببرد صیقلِ عشق
صفاے نیتِ پاکان و پاک دینان بین

صبح ست ساقیا قدحے پر شراب کن | دورِ فلک درنگ ندارد شتاب کن
زان پیشتر کہ عالمِ فانی شود خراب | ما را ز جامِ بادۂ گلگون خراب کن
خورشیدِ مے ز مشرقِ ساغر طلوع کرد | گر برگِ عیش میطلبی ترکِ خواب کن
روزیکہ چرخ از گلِ ما کوزہا کند | زنہار کاسۂ سرِ ما پر شراب کن
ما مردِ زہد و توبہ و طامات نیستیم | با ما بجامِ بادۂ صافی خطاب کن
ہمچون حباب دیدہ بروے قدح کشاے | وین خانہ را قیاس اساس از حباب کن
ایامِ گل چو عمر برفتن شتاب کرد | ساقی بدورِ بادۂ گلگون شتاب کن

کارِ صواب بادہ پرستی ست حافظا
برخیز و روے عزم بکارِ صواب کن

فاتحۂ چو آمدی بر سرِ خستۂ بخوان | لب بکشا کہ میدہد لعلِ لبت بمردہ جان
آنکہ بپرسش آمد و فاتحہ خواند و میرود | گو نفسے کہ روح را میکنم از پیش روان
ای کہ طبیبِ خستہ روی زبانِ من ببین | کین دم و دودِ سینہ ام بار دلست بر زبان
گرچہ تب استخوانِ من کرد ز مہر گرم و رفت | ہمچو تبم نمیرود آتشِ مہر از استخوان
باز نشان حرارتم زاب دو دیدہ و ببین | نبضِ مرا کہ میدہد ہیچ ز زندگی نشان
حالِ دلم چو خالِ تو ہست در آتش وطن | جسمم ازان دو چشمِ تو خستہ شدہ است ناتوان

آنکه مدام شیشه ام از پے لعل داده است | شیشه ام از چه می بردپیش طبیب هر زمان

حافظ از آب زندگی شعر تو داد شربتم
ترک طبیب کن بیا نسخۂ شربتم بخوان

کرشمہ کن و بازار ساحری بشکن | بغمزه رونق بازار سامری بشکن
بباد ده سر و دستار عالمے یعنی | کلاه گوشه بآئین دلبری بشکن
برون خرام و ببر گوے نیکی از همه کس | سزاے حور ده و رونق پری بشکن
بآهوان نظر شیر آفتاب بگیر | بابروان دوتا قوس مشتری بشکن
چو عطر سای شود زلف سنبل از دم باد | تو قیمتش بسر زلف عنبری بشکن

چو عندلیب فصاحت فروش شد حافظ
تو رونقش بسخن گفتن دری بشکن

گلبرگ را ز سنبل مشکین نقاب کن | یعنی که رخ بپوش و جهانے خراب کن
بکشا بعشوه نرگس مست خراب را | وز رشک چشم نرگس رعنا پر آب کن
بفشان عرق ز چهره و اطراف باغ را | چون شیشهاے دیدۂ ما پر گلاب کن
بوے بنفشه بشنو و زلف نگار گیر | بنگر برنگ لاله و عزم شراب کن
زانجا که رسم و عادت عاشق کشی تست | سنگ شیر کین بجوی دل ما خضاب کن

ما بخت خویش و خوے ترا آزموده ایم
با دشمنان قدح کش و با ما عتاب کن

حافظ وصال مطلبد از رهِ دعا
یارب دعاے خسته دلان مستجاب کن

ما سرخوشیم و بادهٔ ما در پیاله کن
بر مست را بغمزهٔ ساقی حواله کن

در جامِ ماه بادهٔ چون آفتاب ریز
بر روی روز سنبل مشکین کلاله کن

اے پیرِ خانقه بخرابات شو دمے
غسلے برآر و توبهٔ هفتاد ساله کن

صوفی بگریه چهرهٔ مجلس بشو چو شمع
آهنگِ رقصِ ما همه از آه و ناله کن

گر نو عروس دهر درآید بعقدِ تو
مهر دو کون حافظش اندر قباله کن

مرغ دلم طائریست قدسی عرش آشیان
از قفسِ تن ملول سیر شده از جهان

از در این خاکدان چون بپرد مرغِ ما
باز نشیمن کند بر سرِ آن آشیان

چون بپرد زین جهان سدره بود جای او
تکیه گهِ باز ما کنگرهٔ عرش دان

سایهٔ دولت فتد بر سرِ عالم بسے
گر بزند مرغ ما بال و پرے در جهان

در دو جهانش مکان نیست که از کانیست
کانِ وی از معدنست جای وی از لامکان

عالمِ علوی بود جلوه گهِ مرغِ ما
آب خورِ او بود گلشنِ باغِ جنان

چون دمِ وحدت زنی حافظِ شوریده حال
خامۂ توحید کش بر ورقِ انس و جان

منم که شهرۂ شهرم بعشق ورزیدن — منم که دیده نیالوده ام به بد دیدن
وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم — که در طریقت ما کافریست رنجیدن
به پیر میکده گفتم که چیست راهِ نجات — بخواست جامِ می و گفت باده نوشیدن
مرادِ ما ز تماشای باغِ عالم چیست — بدستِ مردمِ چشم از رخِ تو گل چیدن
برحمتِ سرِ زلفِ تو واثقم ورنه — کشش چو نبود از آن سو چه سود کوشیدن
سبوی پرستی از ان نقشِ خود بر آب زدم — که تا خراب کنم نقشِ خود پرستیدن
عنان بمیکده خواهیم تافت زین مجلس — که وعظِ بی عملان واجبست نشنیدن
ز خطِ یار بیاموز مهر با رخِ خوب — که گردِ عارضِ خوبان خوشست گردیدن

مبوس جز لبِ معشوق و جامِ می حافظ
که دستِ زهد فروشان خطاست بوسیدن

می سوزم از فراقت روی از جفا بگردان — هجران بلای ما شد یارب بلا بگردان
مه جلوه می نماید بر سبز خنگِ گردون — تا او بسر درآید بر رخش پا بگردان
یغمای عقل و دین را بیرون خرام سرمست — بر سر کلاه بشکن در بر قبا بگردان

مرغول را مگردان یعنی برغم سنبل
گرد چمن بخورے ہمچون صبا بگردان

اے نور چشم مستان در عین انتظارم
چنگ حزین وجامے بنواز یا بگردان

دوران چو می نویسد بر عارض تابان خط
یارب نوشتۂ بد از یار ما بگردان

حافظ ز خوبرویان قسمت جز این قدر نیست
گر نیستت رضائے حکم قضا بگردان

بفگن بر صف رندان نظرے بہتر ازین
بر در میکده میکن گذرے بہتر ازین

در حق من لبت آن لطف کہ می فرماید
گرچہ خوبست ولیکن قدرے بہتر ازین

آنکہ فکرش گره از کار جہان بکشاید
گو درین نکتہ بفرما نظرے بہتر ازین

دل بدان رود گرامی چہ کنم گر ندہم
مادر دہر ندارد پسرے بہتر ازین

ناصحم گفت کہ جز غم چہ ہنر دارد عشق
گفتم اے خواجۂ عاقل ہنرے بہتر ازین

گر بگویم کہ قدح گیر و لب ساغر بوس
بشنوای جان کہ نگوید دگرے بہتر ازین

کلک حافظ شکرین شاخ نباتست بچین
کہ درین باغ نبینی ثمرے بہتر ازین

یارب آن آہوئے مشکین بختن باز رسان
وان سہی سرو روان را بچمن باز رسان

دل آزردۂ ما را بنسیمے بنواز
یعنی آن جان ز تن رفتہ بتن باز رسان

ماه و خورشید بامر تو بمنزل چو رسند	یار مه روی مرا نیز بمن بازرسان
سخن اینست که ما بی تو نخواهیم حیات	بشنو ای پیک سخن گیر سخن بازرسان
سنگ و گل گشت عقیق از اثر گریهٔ من	یارب آن گوهر رخشان بیمن بازرسان
بر دو ای طایر میمون همایون طلعت	پیش عنقا سخن از زاغ و زغن بازرسان

آنکه بودی وطنش دیدهٔ حافظ یارب
بمرادش ز غریبی بوطن بازرسان

خوشتر از فکر می و جام چه خواهد بودن	تا ببینیم سرانجام چه خواهد بودن
پیر میخانه چه خوش گفت معمائی دوش	از خط جام که فرجام چه خواهد بودن
باده خور غم مخور و پند مقلد مشنو	اعتبار سخن عام چه خواهد بودن
غم دل چند توان خورد که ایام نماند	گو نه دل باش و نه ایام چه خواهد بودن
مرغ کم حوصله را گو سر خود گیر و برو	رحم آن کس که نهد دام چه خواهد بودن
دست رنج تو همان به که شود صرف بکام	تا ببینم که بناکام چه خواهد بودن

بردم از ره دل حافظ بدف و چنگ و غزل
تا جزای من بدنام چه خواهد بودن

دلبر جانان من برد دل و جان من	برد دل و جان من دلبر جانان من

ازلبِ جانانِ من زنده شود جانِ من | زنده شود جانِ من ازلبِ جانانِ من

روضهٔ رضوانِ من خاکِ سرِ کوی دوست | خاکِ سرِ کوی دوست روضهٔ رضوانِ من

این دلِ حیرانِ من والهٔ وشیدای تست | والهٔ وشیدای تست این دلِ حیرانِ من

یوسفِ کنعانِ من مصرِ ملاحت تراست | مصرِ ملاحت تراست یوسفِ کنعانِ من

سروِ گلستانِ من قامتِ دلجوی تست | قامتِ دلجوی تست سروِ گلستانِ من

حافظِ خوشخوانِ من نقدِ کمالِ غیاث
نقدِ کمالِ غیاث حافظِ خوش خوانِ من

نکتهٔ دلکش بگویم خالِ آن مهرو ببین | عقل و جان را بستهٔ زنجیرِ آن گیسو ببین

عیبِ دل کردم که وحشی طبع و هرجائی مباش | گفت چشمِ نیم مستِ غنج آن آهو ببین

عاشقان آفتاب از دلبرِ ما غافلند | ای نصیحت گو خدا را دهبین و ببین

زره بر اعضای مهر از رشک آن مهرو نگر | نافه را خون در جگر زان زلفِ عنبربو ببین

حلقهٔ زلفش تماشاخانهٔ بادِ صباست | جانِ صد صاحبدل آنجا بستهٔ یک مو ببین

زلفِ دلبندش صبا را بند در گردن نهد | با هواداران رهرو حیلهٔ هندو ببین

آنکه من در جستجویش از خرد بیرون شدم | کس ندیدست و نبیند مثلش از هر سو ببین

از مرادِ شاه منصوری فلک رخ بر متاب | تیزی شمشیر بنگر نیرو و بازو ببین

حافظ اردر گوشهٔ محراب بنالد رواست
اے نصیحتگو خدا را آن خم ابرو ببین

اے لبت آب حیات و ای قدت سرو چمن
اے رخت خورشید خاور وای خط مشک ختن

ہمچو ابرویت بچشم من کم آید ماہ نو
چون لب لعلت نمی باشد عقیق اندر یمن

تا رخت دیده است گل در باغ ای سرو روان
بر تن خود چاک می سازد زخجلت پیرہن

رشتهٔ جان منست آن یا سر موی بتان
ذرهٔ خورشید یا درج در است آن یا دہن

بوسه میخواہم ز تو لب ای بدندان میگزی
میکنی جانم جراحت بار دیگر جان من

عاشق روی توام ای شاہ خوبان جہان
این حکایت را بدانند آشکارا مرد و زن

گرد حافظ در غمت در گردن تو خون من
داد من بستاند از تو روز محشر ذوالمنن

اے آفتاب آینه دار جمال تو
مشک سیاه مجمره گردان خال تو

صحن سرای دیده بشستم ولے چه سود
کاین گوشه نیست درخور خیل خیال تو

مطبوع تر ز روی تو صورت نبست ہیچ
طغرا نویس ابروی مشکین مثال تو

در اوج ناز و نعمتی اے پادشاہ حسن
یارب مباد تا بقیامت زوال تو

تا پیشوای بخت روم تہنیت کنان
کو مژدهٔ ز مقدم عید وصال تو

تا آسمان ز حلقه بگوشانِ ما شود
کو عشوهٔ ز ابروی همچون هلالِ تو

در چینِ زلفش ای دلِ مسکین چگونهٔ
کاشفته گفت بادِ صبا شرحِ حالِ تو

برخاست بوی گل ز درِ آشتی درآے
اے نوبهار ما لبِ فرخنده فالِ تو

در صدرِ خواجه عرضِ کرامین جفا کنم
شرحِ نیازمندیِ دل یا ملالِ تو

حافظ درین کمند سرِ سرکشان بسست
سودای کج مپز که نباشد مجالِ تو

اے پیکِ راستان خبرِ سروِ ما بگو
احوالِ گل به بلبلِ دستانسرا بگو

ما محرمانِ خلوتِ انسیم غم مخور
با یارِ آشنا سخنِ آشنا بگو

دلها ز دامِ طره چو بر خاک مے فشاند
با آن غریب ما چه گذشت از هوا بگو

پرچین چو می شدی سرِ زلفین مشکبار
با ما سرِ چه داشت ز بهرِ خدا بگو

گر دیگرت بران برِ دولت گذر فتد
بعد از ادای خدمت و عرضِ دعا بگو

هر کس که گفت خاکِ درِ دوست توتیاست
گو این سخن معاینه در چشمِ ما بگو

مرغِ چمن بنعرهٔ من دوش میگریست
آخر تو واقفی که چه رفت اے صبا بگو

در راهِ عشق فرقِ غنی و فقیر نیست
اے پادشاهِ حسن سخن با گدا بگو

آن مے که در سبو دلِ صوفی بعشوه برد
کے در قدح کرشمه کند ساقیا بگو

ای کس که منع ما ز خرابات میکند | گو در حضور پیر من این ماجرا بگو
جان پرورست قصهٔ ارباب معرفت | رمزی برو بپرس و حدیثی بیا بگو
هر چند ما بدیم تو ما را بدان مگیر | شاهانه ماجرای گناه گدا بگو
بر این فقیر نامهٔ آن محتشم بخوان | با این گدا حکایت آن پادشا بگو

حافظ گرت بمجلس او راه میدهند
می نوش و ترک زرق برای خدا بگو

ای خونبهای نافهٔ چین خاک راه تو | خورشید سایه پرور طرف کلاه تو
نرگس کرشمه می برد از حد برون خرام | ای جان فدای شیوهٔ چشم سیاه تو
خونم بخور که هیچ ملک با چنین جمال | از دل نیایدش که نویسد گناه تو
آرام و خواب خلق جهان را سبب توئی | زان شد کنار دیدهٔ دل تکیه گاه تو
با هر ستاره سر و کارست هر شبم | از حسرت فروغ رخ همچو ماه تو
یاران همنشین همه از من جدا شدند | مائیم و آستانهٔ دولت پناه تو
یارب مباش کما نند بخت نیک | یار تو باد هر که بود نیک خواه تو
فردای روز حشر که عرض خلائق است | باشد در آن میان بمن افتد نگاه تو
حافظ طمع مبر ز عنایت که عاقبت | آتش زند بخرمن غم دود آه تو

اے قبائے پادشاہی راست بربالای تو
زینتِ تاج و نگین از گوہرِ والاے تو

آفتابِ فتح را ہر دم طلوعے میدہد
از کلاہِ خسروی رخسارِ مہ سیماے تو

جلوہ گاہِ طائرِ اقبال گردد ہر کجا
سایہ اندازد ہمای چترِ گردون ساے تو

از رسومِ شرع و حکمت با ہزاران اختلاف
نکتۂ ہرگز نشد فوت از دلِ داناے تو

آبِ حیوانش ز منقارِ بلاغت میچکد
طوطیِ خوش لہجہ یعنی کلکِ شکر خاے تو

گرچہ خورشیدِ فلک چشم و چراغِ عالم است
روشنائی بخشِ چشمِ اوست خاکِ پاے تو

آنچہ اسکندر طلب کرد و ندادش روزگار
جرعۂ بود از زلالِ جامِ جان افزاے تو

عرضِ حاجت در حریمِ حضرتت محتاج نیست
رازِ کس مخفی نماند بر فروغِ راے تو

خسروا پیرانہ سر حافظ جوانی میکند
بر امیدِ عفوِ جان بخشِ گنہ فرساے تو

بجانِ پیرِ خرابات و حقِ صحبتِ او
کہ نیست در سرِ من جز ہوای خدمتِ او

بہشت اگرچہ نہ جاے گناہگاران است
بیار بادہ کہ مستظہرم برحمتِ او

چراغِ صاعقۂ آن شراب روشن باد
کہ زد بخرمنِ من آتشِ محبتِ او

بر آستانۂ میخانہ گر سرے بینی
مزن بپاے کہ معلوم نیست نیتِ او

بیار بادہ کہ دوشم سروشِ عالمِ غیب
نوید داد کہ عام است فیضِ رحمتِ او

مکن بچشم حقارت نگاه بر من مست
که نیست معصیت و زهد بی مشیت او

نمیکند دل من میل زهد و توبه ولی
بنام خواجه بکوشیم و فر دولت او

مدام خرقهٔ حافظ بباده در گروست
مگر ز خاک خرابات بود فطرت او

تاب بنفشه میدهد طرهٔ مشکسای تو
پردهٔ غنچه میدرد خندهٔ دلگشای تو

ای گل خوش نسیم من بلبل خویش را مسوز
کز سر صدق میکند شب همه شب دعای تو

دشمن و دوست گو بگو هر غرضی که ممکن است
جور همه جهانیان میکشم از برای تو

خرقهٔ زهد و جام می گرچه نه درخور منست
این همه نقش میزنم در طلب وفای تو

شور شراب و سوز عشق آن نفسم رود ز یاد
کاین سر پرهوس شود خاک در سرای تو

من که ملول گشتمی از نفس فرشتگان
قال و مقال عالمی میکشم از برای تو

مهر رخت سرشت من خاک درت بهشت من
عشق تو سرنوشت من راحت من رضای تو

دلق گدای عشق را گنج بود در آستین
زود بسلطنت رسد هر که بود گدای تو

شاه‌نشین چشم من تکیه‌گه خیال تست
جای دعاست شاه من بی تو مباد جای تو

خوش چمنیست عارضت خاصه که در بهار حسن
حافظ خوش کلام شد مرغ سخن سرای تو

خط عذار یار که بگرفت ماه ازو — خوش حلقه‌ایست لیک بدر نیست راه ازو

ابروی دوست گوشهٔ محراب دلبریست — آنجا بمال چهره و حاجت بخواه ازو

ای جرعه نوش مجلس جم سینه پاکدار — کائینه‌ایست جام جهان بین که آه ازو

سلطان غم هر آنچه تواند بگو بکن — من برده‌ام بباده فروشان پناه ازو

کردار اهل صومعه‌ام کرد می پرست — این دود بین که نامهٔ من شد سیاه ازو

ساقی چراغ می بره آفتاب دار — گو برفروز مشعلهٔ صبحگاه ازو

آبی بروزنامهٔ اعمال ما فشان — بتوان مگر سترد حروف گناه ازو

آخر درین خیال که دارد گدای شهر — روزی شود که یاد کند پادشاه ازو

حافظ که ساز مجلس عشاق ساز کرد
خالی مباد عرصهٔ این بزمگاه ازو

گفتا برون شدی بتماشای ماه نو — از ماه ابروان منت شرم نیست رو

عمریست تا دلم ز مقیمان زلف تست — غافل ز حفظ جانب یاران خود مشو

مفروش عطر عقل بهندوی زلف ما — کانجا هزار نافهٔ مشکین بنیم جو

تخم وفا و مهر درین کشت زار عشق — آنگه عیان شود که رسد موسم درو

ساقی بیار باده که رمزی بگویمت — از سیر اختران کهن سال و ماه نو

تشکل هلال بر سر مه میدهد نشان | از افسر اتابک و تیر کلاه گو

حافظ جناب پیر مغان مأمن وفاست
درس وفا دهر براو خوان وزو شنو

گلبن عیش میدهد ساقی گلعذار کو | باد بهار می وزد بادهٔ خوشگوار کو
هر گل نو ز گلرخی یاد همیکند ولی | گوش سخن شنو کجا دیدهٔ اعتبار کو
مجلس بزم عیش را غالیهٔ مراد نیست | ای دم صبح خوش نفس نافهٔ زلف یار کو
حسن فروشی گلم نیست تحمل ای صبا | دست زدم بخون دل بهر خدا نگار کو
شمع سحر بیز مگر لاف ز عارض تو زد | خصم زبان دراز شد خنجر آبدار کو
گفت مگر ز لعل من بوسه نداری آرزو | مردم ازین هوس ولی قدرت و اختیار کو

حافظ اگرچه در سخن خازن گنج حکمت است
از غم روزگار دون طبع سخن گزار کو

مرا چشمیست خون افشان ز چشم آن کمان ابرو | جهان پر فتنه می بینم از آن چشم و از آن ابرو
غلام چشم آن ترکم که در خواب خوش مستی | نگارین گلشنش رویست و مشکین سایبان ابرو
هلالی شد تنم زین غم که با طغرای مشکینش | که باشد مه که بنماید ز طاق آسمان ابرو
همیشه چشم مستش را کمان حسن در زه باد | که از پیشی تیر او کشد بر سر کمان ابرو

روانِ گوشه‌گیران را جبینش طرفه گلزاریست
که بر طرفِ سمن زارش همی گردد چمان ابرو

رقیبان غافلند ما را از آن چشم سیه هر دم
هزاران گونه پیغام است و حاجب در میان ابرو

دگر حور و پری را کس نگوید با چنین حسنی
که این را این چنین چشم است و آن را آن چنان ابرو

تو کافر دل نمی‌بندی نقابِ زلف و می‌ترسم
که محرابم بگرداند خمِ آن دلستان ابرو

اگرچه مرغِ زیرک بود حافظ در هواداری
به تیرِ غمزه صیدش کرد چشم آن کمان ابرو

مزرعِ سبزِ فلک دیدم و داسِ مهِ نو
یادم از کشتهٔ خویش آمد و هنگامِ درو

گفتم ای بخت بخسپیدی و خورشید دمید
گفت با این همه از سابقه نومید مشو

تکیه بر اخترِ شبگرد مکن کاین عیّار
تاجِ کاوس ربود و کمرِ کیخسرو

گر روی پاک و مجرّد چو مسیحا به فلک
از فروغِ تو بخورشید رسد صد پرتو

آسمان گو مفروش این عظمت کاندر عشق
خرمن مه بجوی خوشهٔ پروین بدو جو

گوشوارِ زر و لعل ارچه گران دارد گوش
دورِ خوبی گذران است نصیحت بشنو

چشمِ بد دور ز خالِ تو که در عرصهٔ حسن
بیدقی راند که برد از مه و خورشید گرو

هر که در مزرعِ دل تخمِ وفا سبز نکرد
زرد رویی کشد از حاصلِ خود گاهِ درو

اندرین دایره میباش چو دف حلقه بگوش
ور قفائی خوری از دایرهٔ خویش مرو

آتشِ زرق و ریا خرمنِ دین خواہد سوخت
حافظ این خرقۂ پشمینہ بینداز و برو

اے در چمنِ خوبی رویت چو گلِ خودرو
چینِ شکنِ زلفت چون نافۂ چینِ خوشبو

ماہ است رخت یا روز مشکست خطت یا شب
سیم است برت یا عاج سنگ است دلت یا رو

لعلت بدرِ دندان بشکست لبِ بستہ
زلفت بخمِ چوگان بربود دلم چون گو

آن رائحۂ زلفت ست یا خلخلۂ عنبر
یا غالیہ مے ساید در باغچۂ حسن او

گفتی سخنِ خود را با یار ببایدگفت
اے کاش توانستم گفتن سخنے با او

بدگوے تو آن باشد کز یار کند منعت
گر یار نکو باشد مشنو سخنِ بدگو

بابا بہ ازین میباش تا راز نگردد فاش
نبود بد اگر باشی با دل شدگان نیکو

اُستادِ غزل سعدیست پیشِ ہمہ کس اما
دارد سخنِ حافظ طرزِ سخنِ خاجو

مطرب خوش نوا بگو تازہ بتازہ نو بنو
بادۂ دلکشا بجو تازہ بتازہ نو بنو

با صنمے چو لعبتے خوش بنشین بخلوتے
بوسہ ستان بکام از و تازہ بتازہ نو بنو

ساقیِ سیم ساقِ من نیست میم بیار بیش
زود کہ پُر کنم سبو تازہ بتازہ نو بنو

بر ز حیات کے خوری گر نہ مدام مے خوری
بادہ بخور بیادِ او تازہ بتازہ نو بنو

شاهد دلربای من میکند از برای من — نقش و نگار و رنگ و بو تازه بتازه نو بنو

باد صبا چو بگذری بر سر کوی آن پری — قصهٔ حافظش بگو تازه بتازه نو بنو

از خون دل نوشتم نزدیک یار نامه — انی رایت دهراً من هجرک القیامه

هر چند کازمودم از وی نبود سودم — من جرب المجرب حلت به الندامه

دارم من از فراقت در دیده صد علامت — لیس الدموع عینی هذا لنا العلامه

پرسیدم از طبیبی احوال دوست گفتا — فی بعدها عذاب فی قربها السلامه

گفتم ملامت آید گر گرد دوست گردم — والله ما راینا حباً بلا ملامه

حال درون ریشم محتاج شرح نبود — خود میشود محقق از آب چشم خامه

باد صبا ز حالم ناگه نقاب برداشت — کالشمس فی ضحاها تطلع من الغمامه

[illegible]

حافظ چو طالب آمد جامی بجان شیرین — حتی یذوق منه کاساً من الکرامه

ای از فروغ رویت روشن چراغ دیده — مانند چشم مستت چشم جهان ندیده

همچون تو نازنینی سر تا بپا لطافت — گیتی نشان نداده ایزد نیافریده

هر زاهدی که دیده یاقوت می فروشت — سجاده ترک داده پیمانه درکشیده

در قصدِ خونِ عاشق ابرو و چشمِ شوخت
گه این کمین گشاده گه آن کمان کشیده

تا کی کبوترِ دل چون مرغِ نیم بسمل
باشد ز تیرِ هجرت در خاک و خون طپیده

تا کی فرو گذاری چون زلفِ خود دلم را
سرگشته و پریشان ای نورِ هر دو دیده

میلی اگر ندارد با عارضِ تو ابرو
پیوسته از چه باشد چون قدِ من خمیده

گر بر لبم نهی لب یابم حیاتِ باقی
آن دم که جانِ شیرین باشد بلب رسیده

از سوزِ سینه هر دم دودم بسر بر آید
چون عود چند باشم در آتش آرمیده

گر دستِ من نگیری با خواجه باز گویم
کز عشوه دل ز حافظ چون برد او بدیده

از من جدا مشو که تو ام نورِ دیده
آرامِ جان و مونسِ قلبِ رمیده

از دامنِ تو دست ندارند عاشقان
پیراهنِ صبوری ایشان دریده

از چشمِ زخمِ دهر مبادت گزند از آنکه
در دلبری بغایتِ خوبی رسیده

منعم کنی ز عشقِ وی ای مفتیِ زمان
معذور دارمت که تو او را ندیده

چشمِ بد از تو دور که در طرزِ دلبری
خط بر جمالِ یوسفِ کنعان کشیده

پایم نمیرسد بزمین دیگر از نشاط
تا سوی من بلطف و عنایت تو دیده

داری خیالِ پرسشِ عشاقِ بینوا
گویا که بوی صدق از ایشان شنیده

زین سر زنش که کرد ترا دوست حافظا
بیش از گلیم خویش مگر پا کشیدهٔ

ای که با سلسلهٔ زلف دراز آمدهٔ
فرصتت باد که دیوانه نواز آمدهٔ

آب و آتش بهم آمیخته از لب لعل
چشم بد دور که خوش شعبده باز آمدهٔ

چشم تو گرچه بهر غمزه دلم برباید
لیک صد حیف که بیگانه نواز آمدهٔ

ساعتی ناز مفرما و بگردان عادت
چون بپرسیدن ارباب نیاز آمدهٔ

آفرین بر دل نرم تو که از بهر ثواب
کشتهٔ غمزهٔ خود را بنماز آمدهٔ

زهد من با تو چه سنجد که به یغمای دلم
مست و آشفته بخلوتگه راز آمدهٔ

پیش بالای تو میرم چه بصلح و چه بجنگ
که بهر حال برازندهٔ ناز آمدهٔ

گفت حافظ دگرت خرقه شراب آلوده است
مگر از مذهب این طایفه باز آمدهٔ

چراغ روی ترا شمع گشت پروانه
مرا ز حال تو از حال خویش پروا نه

خرد که قید مجانین عشق میفرمود
ببوی حلقهٔ زلف تو گشت دیوانه

بمژده جان بصبا داد شمع در نفسی
ز شمع روی تواش چون رسید پروانه

ببوی زلف تو گر جان بباد رفت چه شد
هزار جان گرامی فدای جانانه

بر آتش رخ زیبای تو بجای سپند | بغیر خال سیاهت که دید به دانه
چه نقشها که برانگیختیم و سود نداشت | فسون ما بر او گشته است افسانه
مرا بدور لب دوست هست پیمانی | که بر زبان نبرم جز حدیث پیمانه
من غریب ز غیرت فتادم از یاد دوش | نگار خویش چو دیدم بدست بیگانه

حدیث مدرسه و خانقه مگوی که باز
فتاده در سر حافظ هوای میخانه

۵۸

خنک نسیم معنبر شمامهٔ دلخواه | که در هوای تو برخاست بامداد پگاه
دلیل راه شو ای طایر خجسته لقا | که دیده آب شد از شوق خاک آن درگاه
منم که بی تو نفس میزنم زهی خجلت | مگر تو عفو کنی ورنه چیست عذر گناه
ببین بشخص نزارم که غرق خون دلست | هلال را ز کنار شفق کنند نگاه
ز دوستان تو آموخت در طریقت مهر | سپیده دم که صبا چاک زد شعار سیاه
بعشق روی تو روزی که از جهان بروم | ز تربتم بدمد سرخ گل بجای گیاه

مده بخاطر نازک ملالت از من آه
که حافظ تو همین لحظه گفت بسم الله

دامن کشان همی شد در شرب زرکشیده | صد ماهرو ز رشکش جیب قصب دریده

ز تاب آتش می بر گرد عارضش خوی — چون قطره های شبنم بر برگ گل چکیده
یاقوت جان فزایش از آب لطف زاده — شمشاد خوش خرامش از ناز پروریده
لفظ فصیح و شیرین قد بلند چابک — روی لطیف نازک چشم خوش کشیده
آن لعل دلکشش بین وان خندهٔ پر آشوب — وان رفتن خوشش بین وان گام آرمیده
آن آهوی سیه چشم از دام ما برون شد — یاران چه چاره سازم با این دل رمیده
تا کی کشم عتابت از چشم نیمخوابت — روزی کرشمه کن ای نور هر دو دیده
زنهار تا توانی اهل نظر میازار — دنیا وفا ندارد ای یار برگزیده
بس شکر باز گویم در بندگی خواجه — گر اوفتد بدستم آن میوهٔ رسیده
هر بد که گفت دشمن در حق ما شنیدی — یا رب که مدعی را بادا زبان بریده

گر خاطر شریفت رنجیده شد ز حافظ
باز آ که توبه کردیم از گفته و شنیده

در سرای مغان رفته بود و آب زده — نشسته پیر و صلائی بشیخ و شاب زده
سبوکشان همه در بندگیش بسته کمر — ولی ز طرف کله خیمه بر سحاب زده
فروغ جام و قدح نور ماه پوشیده — عذار مغبچگان راه آفتاب زده
گرفته ساغر عشرت فرشتهٔ رحمت — ز جرعه بر رخ حور و پری گلاب زده

زشور و عربدهٔ شاهدانِ شیرین کار | شکر شکسته سمن ریخته رباب زده
عروس بخت دران حجله با هزاران ناز | کشیده وسمه و بر برگ گل گلاب زده
سلام کردم و با من بروی خندان گفت | که ای خمارکش مفلس شراب زده
که کردانیکه تو کردی بضعفِ همت و رای | زگنج خانه شده خیمه بر خراب زده
وصالِ دولتِ بیدار ترسمت ندهند | که خفتهٔ تو در آغوشِ بخت خواب زده
فلک جنیبه کشِ شاهِ نصرة الدین است | بیا ببین فلکش دست در رکاب زده
هلال تا که مگر نعل مرکبش گردد | زبام عرش صدش بوسه بر تراب زده
خرد که ملهمِ غیبست بهرِ کسبِ شرف | زروی صدق صدش بوسه بر جناب زده

بیا بمیکده حافظ که بر تو عرضه کنم
هزار صف ز دعاهای مستجاب زده

دوش رفتم بدرِ میکده خواب آلوده | خرقه تر دامن و سجاده شراب آلوده
آمد افسوس کنان مغبچهٔ باده فروش | گفت بیدار شو ای رهروِ خواب آلوده
شست و شوئی کن و آنگه بخرابات خرام | تا نگردد ز تو این دیر خراب آلوده
بهوائی لبِ شیرین دهنان چند کنی | جوهر روح بیاقوتِ مذاب آلوده
بطهارت گذران منزل پیری و مکن | خلعتِ شیب به تشریفِ شباب آلوده

آشنایانِ رهِ عشق درین بحرِ عمیق | غرقه گشتند و نگشتند بآب آلوده
پاک و صافی شو و از چاهِ طبیعت بدر آی | که صفائی ندهد آبِ تراب آلوده
گفتم ای جانِ جهان دفترِ گل عیبی نیست | که شود وقتِ بهار از مئے ناب آلوده

گفت حافظ برو و نکته بیاران مفروش
آه ازین لطف بانواع عتاب آلوده

سحرگاهان که مخمورِ شبانه | گرفتم باده با چنگ و چغانه
نهادم عقل را زادِ ره از مئے | ز شهرِ هستیش کردم روانه
نگارِ مے فروشم عشوه داد | که ایمن گشتم از مکرِ زمانه
ز ساقیِ کمان ابرو شنیدم | که ای تیرِ ملامت را نشانه
نبندی زان میان طرفی کمروار | اگر خود را بہ بینی در میانه
برو این دام بر مرغ دگر نه | که عنقا را بلندست آشیانه
ندیم و مطرب و ساقی همه اوست | خیالِ آب و گِل در ره بهانه
که بندد طرفِ وصل از حسن شاهی | که با خود عشق ورزد جاودانه
بده کشتیِ مَی تا خوش برآئیم | ازین دریای ناپیدا کرانه
مرا خالیست از بیگانه می نوش | که نبود جز تو اے مردِ یگانه

وجود ما معمائیست حافظ
که تحقیقش فسون ست و فسانه

عیدست و موسم گل ساقی بیار باده — هنگام گل که دیده است بی می قدح نهاده
زین زهد و پارسائی بگرفت خاطر من — ساقی پیاله ده تا دل شود کشاده
واعظ که دی نصیحت می کرد عاشقان را — امروز دیدمش مست تقوی بباد داده
این یک دو روز دیگر گل را غنیمتی دان — گر عاشقی طرب کن با ساقیان ساده
در مجلس صبوحی دانی چه خوش نماید — عکس عذار ساقی بر جام می فتاده
گل رفت ای حریفان غافل چرا نشینید — بی بانگ رود و چنگ و بی یار و جام باده

مطرب چو پرده سازد شاید اگر بخواند
از طرز شعر حافظ در بزم شاهزاده

عیشم مدام ست از لعل دلخواه — کارم بکام ست الحمد لله
ای بخت سرکش تنگش ببر کش — گه جام زر کش گه لعل دلخواه
ما را بمستی افسانه کردند — پیران جاهل شیخان گمراه
از قول زاهد کردیم توبه — و ز فعل عابد استغفر الله
جانان چه گویم شرح فراقت — چشمی و صد نم جانی و صد آه

کافر مبینا د این غم که دیده است	از قامتت سرو از عارضت ماه
رو بر نتابم از راهِ خدمت	سر بر ندارم از خاکِ درگاه
از صبر عاشق خوشتر نباشد	صبر از خدا خواه صبر از خدا خواه
دلق ملمع زنار راه است	صوفی نداند این رسم و این راه
دیشب بر ویش خوش بود وقتم	از وصلِ جانان صد لوحش الله

شوق رخت برد از یاد حافظ
وردِ شبانه درسِ سحرگاه

گر تیغ بارد در کوی آن ماه	گردن نهادیم الحکم لله
من رند و عاشق آنگاه توبه	استغفر الله استغفر الله
آئین تقوی ما نیز دانیم	اما چه چاره با بختِ گمراه
ما شیخ و زاهد کمتر شناسیم	یا جامِ باده یا قصه کوتاه
مهرِ تو عکسی بر ما نیفگند	آئینه رویا آه از دلت آه
الصبر مر و العمر فان	یا لیت شعری حتی م القاه
عاشق مخور غم گر وصل خواهی	خون باید خورد در گاه و بیگاه
حافظ نبودی زین گونه بیدل	گر می شنیدی پندِ نکوخواه

ماه من پرده برانداخته یعنی چه
مست از خانه برون تاخته یعنی چه

شاه خوبانی و منظور گدایان شده
قدر این مرتبه نشناخته یعنی چه

زلف در دست صبا گوش به پیغام رقیب
اینچنین با همه درساخته یعنی چه

نه سر زلف خود اول تو بدستم دادی
بازم از پای درانداخته یعنی چه

سخنت رمز دهان گفت و کمر سرّ میان
در میان تیغ بما آخته یعنی چه

هر کس از مهره مهر تو بنقشی مشغول
عاقبت با همه درباخته یعنی چه

حافظا در دل تنگت چو فرود آید یار
خانه از غیر نپرداخته یعنی چه

نصیب من چو خرابات کرده است اله
درین میانه بگو زاهدا مرا چه گناه

کسی که در ازلش جام می نصیب افتاد
چرا بحشر کنند این گناه را درخواه

بگو بزاهد سالوس خرقه پوش دوروی
که دست زرق درازست و آستین کوتاه

تو خرقه را ز برای هوا همی پوشی
که تا بزرق بری بندگان حق از راه

غلام همت رندان بی سر و پایم
که هر دو کون نیرزد به پیش شان یک کاه

مراد من ز خرابات چونکه حاصل شد
دلم ز مدرسه و خانقاه گشت سیاه

برو گدای در هر گدای شو حافظ
تو این مراد نیابی مگر بشئی لله

وصالِ او ز عمرِ جاودان به — خداوندا مرا آن ده که آن به

بشمشیرم زد و با کس نگفتم — که رازِ دوست از دشمن نهان به

شبی میگفت چشمِ کس ندیده است — ز مروارید گوشم در جهان به

دلا دائم گدای کوی او باش — بحکمِ آن که دولت جاودان به

بخلدم زاهدا دعوت مفرمای — که این سیبِ زنخ زان بوستان به

بداغِ بندگی مردن بدین در — بجانِ او که از ملکِ جهان به

گلی کان پایمالِ سروِ ما گشت — بود خاکش زخونِ ارغوان به

خدا را از طبیبِ من بپرسید — که آخر کی شود این ناتوان به

جوانا سر متاب از پندِ پیران — که رای پیر از بختِ جوان به

اگرچه زنده رود آبِ حیات است — ولی شیرازِ ما از اصفهان به

سخن اندر دهانِ دوست گوهر
ولیکن گفتهٔ حافظ از آن به

آن غالیه خط گر سوی ما نامه نوشتی — گردون ورقِ هستیِ ما درنوشتی

هرچند که هجران ثمرِ وصل برآرد — دهقانِ ازل کاش که این تخم نکشتی

آمرزشِ نقدست کسی را که درین جا — یاریست چو حوری و سرایی چو بهشتی

مفروش بباغِ ارم ونخوتِ شدّاد — یک شیشهٔ مے صاف لبے ولب کشتے
تنها نہ منم کعبۂ دل بتکده کرده — در ہر قدمے صومعۂ ہست وکنشتے
در مصطبۂ عشق تنعم نتوان کرد — چون بالش زر نیست بسازیم بخشتے
کلکت کہ مریزاد زبانِ شکرینش — مہراز تو ندید ار نہ جوابے بنوشتے
معمارِ وجود ار نہ زدے رنگ تو از عشق — در آبِ محبت گلِ آدم نسرشتے
تا کے غمِ دنیاے دنی اے دلِ نادان — حیف است زخوبے کہ شود عاشق زشتے
آلودگی خرقہ خرابیِ جہان ست — کو راہروے پاک دلے خوب سرشتے

از دست چرا ہشت سر زلف تو حافظ
تقدیر چنین بود چہ کردے کہ نہشتے

اَتَتْ رَوَائحُ رَنْدِ الحِمیٰ وَزَادَ غَرامِی — مِنَ المُبَلِّغُ عَنِّیْ اِلیٰ سُعَادَ سَلَامِی
پیامِ دوست شنیدن سعادت ست وسلامت — فدای خاکِ درِ دوست باد جان گرامی
بیا بشامِ غریبان وآبِ دیدهٔ من بین — بسانِ بادهٔ صافی در آبگینهٔ شامی
اذا تقرّب عن ذی الاراک طائرِ خیر — فلا تفرّد عن روضها انین حمامی
خوشا دمے کہ درآئی وگویمت بسلامت — قدمت خیر قدوم نزلت خیر مقامی
بسے نماند کہ روزِ فراقِ ما بسر آید — رایت من ہضبات الحمی قباب خیامی

من ارچه هیچ نیارم سزای خدمت شاهان — ز بهر کار بصوابم قبول کن بغلامی
امید هست که زودت بکام خویش ببینم — تو شاد گشته بفرماندهی و من بغلامی
بعدت منک تد صرت ذا ابتا لکلال — اگرچه روی چو ماهت ندیده ام بتمامی
دان دعیت لمجد وصرت ناقض عهد — فما تطیب نفسی وما استطاب منامی

چو سلک دُر خوشابست شعر نغز تو حافظ
که گاه لطف سبق مے برد ز نظم نظامی

اکنون که ز گل باغ چمن شد چو بهشتے — ساقی مے گلگون بطلب بر لب کشتے
زنگ غمت از دل مے گلرنگ زداید — بشنو که چنین گفت مرا پاک سرشتے
گر محتسبت بر کدوی باده زند سنگ — بشکن تو کدو سے سر او نیز بخشتے
جهل من و علم تو فلک را چه تفاوت — آنجا که بصر نیست چه خوبے چه زشتے
زاهد بکنم نسیه حکایت که بنقدم — ترکیست چو حورے و سرائے چو بهشتے
برخاک ره خواجه که ایوان کمال ست — گر بالش زر نیست بسازیم بخشتے

ترسابچهٔ دوش همی گفت که حافظ
حیف ست که هر دم کند آهنگ کنشتے

اے باد نسیم یار داری — زان نفحهٔ مشکبار داری

زنهار مکن دراز دستی　　با طرهٔ او چه کار داری
ای گل تو کجا و روی زیباش　　او مشک تر و تو خار داری
ریحان تو کجا و خط سبزش　　او تازه و تو غبار داری
نرگس تو کجا و چشم مستش　　او سرخوش و تو خمار داری
ای سرو تو با قد بلندش　　در باغ چه اعتبار داری
ای عقل تو با وجود عشقش　　در دست چه اختیار داری

روزی برسی بوصل حافظ
اگر طاقت انتظار داری

ای بیخبر بکوش که صاحب خبر شوی　　تا راه بین نباشی کی راهبر شوی
در مکتب حقائق پیش ادیب عشق　　هان ای پسر بکوش که روزی پدر شوی
دست از مس وجود چو مردان ره بشوی　　تا کیمیای عشق بیابی و زر شوی
خواب و خورت ز مرتبهٔ عشق دور کرد　　آنگه رسی بدوست که بی خواب و خور شوی
گر نور عشق حق بدل و جانت اوفتد　　بالله کز آفتاب فلک خوبتر شوی
از پای تا سرت همه نور خدا شود　　در راه ذو الجلال چو بی پا و سر شوی
بنیاد هستی تو چو زیر و زبر شود　　در دل مدار هیچ که زیر و زبر شوی

گر در سرت هوای وصالست حافظا
باید که خاک درگه اهل بصر شوی

ای پادشه خوبان داد از غم تنهائی — دل بی تو بجان آمد وقتست که باز آئی
ای درد توام درمان در بستر ناکامی — وی یاد توام مونس در گوشه تنهائی
مشتاقی و مهجوری دور از تو چنانم کرد — کز دست بخواهد شد پایان شکیبائی
دائم گل این بستان شاداب نمی ماند — دریاب ضعیفان را در وقت توانائی
صد باد صبا اینجا با سلسله می رقصند — این ست حریف ای دل تا بادیه پیمائی
در دایره قسمت ما نقطه پرگاریم — لطف آنچه تو اندیشی حکم آنچه تو فرمائی
فکر خود و رای خود در عالم رندی نیست — کفرست درین مذهب خودبینی و خودرائی
یارب بکه بتوان گفت این نکته که در عالم — رخساره بکس ننمود آن شاهد هرجائی
دی شب گله زلفت با باد صبا گفتم — گفتا غلطی بگذر زین فکرت سودائی
ساقی چمن گل را بی روی تو رنگی نیست — شمشاد خرامان کن تا باغ بیارائی
زین دایره مینا خونین جگرم می ده — تا حل کنم این مشکل زین ساغر مینائی

حافظ شب هجران شد بوی خوش صبح آمد
شادیت مبارکباد ای عاشق شیدائی

ای دُرّ درج تو پیدا انوار پادشاهی | در فکرت تو پنهان صد حکمت الٰهی
کلک تو بارک الله در ملک و دین گشاده | صد چشمهٔ آب حیوان از قطرهٔ سیاهی
بر اهرمن نتابد انوار اسم اعظم | ملک آن تست و خاتم فرما هر آنچه خواهی
در حشمت سلیمان هر کس که شک نماید | بر عقل و دانش او خندند مرغ و ماهی
تیغی که آسمانش از فیض خود دهد آب | تنها جهان بگیرد بی منت سپاهی
گر پرتوی ز تیغت بر کان و معدن افتد | یاقوت سرخ رو را بخشند رنگ کاهی
دائم دلت ببخشد بر اهل شب نشینان | گر حال ما بپرسی از باد صبحگاهی
ساقی بیار آبی از چشمهٔ خرابات | تا خرقه ها بشوئیم از عجب خانقاهی
باز ارچه گاه گاهی بر سر نهد کلاهی | مرغان قاف دانند آئین پادشاهی
در دودمان آدم تا وضع سلطنت هست | مثل تو کس ندیده است این علم را کماهی
کلک تو خوش نویسد در شان یار و اغیار | تعویذ جان فزائی و افسون عمر کاهی
عمریست پادشاها کز می تهیست جامم | اینک ز بنده دعوی و ز محتسب گواهی
ای عنصر تو مخلوق از کیمیای عزت | وای دولت تو ایمن از صدمت تباهی
جائی که برق عصیان بر آدم صفی زد | ما را چگونه زیبد دعوی بیگناهی
یا مجمع البرایا یا واهب العطایا | عطفاً علی مقل حلت به الدواهی

جور از فلک نیاید تا تو ملک صفاتی | ظلم از جہان برون شد تا تو جہان پناہی

حافظ چو دوست از تو گہ گاہ مے برد نام
رنجش ز بخت منما باز آ بعذر خواہی

دہم

اے دل آن دم کہ خراب از می گلگون باشی | بے زر و گنج بصد حشمت قارون باشی
در مقامے کہ صدارت بفقیران بخشند | چشم دارم کہ بجاہ از ہمہ افزون باشی
تاجِ شاہی طلبی گوہرِ ذاتی بنما | ور خود از گوہرِ جمشید و فریدون باشی
در رہِ منزلِ لیلی کہ خطرہاست بجان | شرطِ اول قدم آنست کہ مجنون باشی
کاروان رفت و تو در خواب و بیابان در پیش | کے روی رہ ز کہ پرسی چہ کنی چون باشی
نقطۂ عشق نمودم بتو ہان سہو مکن | ور نہ چون بنگری از دائرہ بیرون باشی
ساغرے نوش کن و جرعہ بر افلاک فشان | تا بچند از غمِ ایام جگر خون باشی

حافظ از فقر مکن نالہ کہ گر شعر اینست
ہیچ خوشدل نپسندد کہ تو محزون باشی

ای دل بکوے عشق گذارے نمیکنی | اسباب جمع داری و کارے نمیکنی
چوگانِ کام در کف و گوئے نمیزنی | بازے چنین بدست و شکارے نمیکنی
این خون کہ موج میزند اندر جگر ترا | در کار رنگ و بوے نگارے نمیکنی

مشکین از آن نشد دم خلقت که چون صبا | بر خاک کوی دوست گذاری نمیکنی

گر دیگران بجان غم جانان خریده اند | ای دل تو این معامله باری نمیکنی

ترسم کزین چمن نبری آستین گل | کز گلبنش تحمل خاری نمیکنی

در آستین کام تو صد نامه مندرج | آن را فدای طرهٔ یاری نمیکنی (وان را)

ساغر لطیف و دلکش و می افگنی بخاک | و اندیشه از بلای خماری نمیکنی

حافظ برو که بندگی بارگاه دوست
گر جمله میکنند تو باری نمیکنی

ای دل اگر از چاه زنخدان بدر آئی | هر جا که روی زود پشیمان بدر آئی

هشدار که گر وسوسهٔ عقل کنی گوش | آدم صفت از روضهٔ رضوان بدر آئی

تا کی چو صبا بر تو گمارم دم همت | کز غنچه چو گل خرم و خندان بدر آئی

در تیره شب هجر تو جانم بلب آمد | وقتست که همچون مه تابان بدر آئی

جان میدهم از حسرت آن لعل روان بخش | باشد که چو خورشید درخشان بدر آئی

شاید که بآب فلکت دست نگیرد | گر تشنه لب از چشمهٔ حیوان بدر آئی

در خانهٔ غم چند نشینی بملامت | وقتست که از دولت سلطان بدر آئی

بر خاک درت بسته ام از دیده دو صد جوی | باشد که تو چون سرو خرامان بدر آئی

حافظ مکن اندیشه که آن یوسفِ مصری
باز آید و از کلبهٔ احزان بدر آئی

ای قصهٔ بهشت ز کویت حکایتی
شرحِ جمالِ حور ز رویت روایتی

انفاسِ عیسی از لبِ لعلت لطیفهٔ
واب خضر ز نوش لبانت کنایتی

کی عطرسای مجلسِ روحانیان شدی
گل را اگر نه بوی تو کردی رعایتی

در آرزوی خاکِ در دوست سوختیم
یاد آور ای صبا که نکردی حمایتی

در آتش ار خیالِ رخش دست میدهد
ساقی بیا که نیست ز دوزخ شکایتی

بوی دلِ کبابِ من آفاق را گرفت
وین آتش اندرون بکند هم سرایتی

ایدل بهرزه دانش و دنیت زدست رفت
صد مایه داشتی و نکردی کفایتی

هر پاره از دلِ من و از غصه قصهٔ
هر سطری از خیالِ تو وز رحمت آیتی

دانی مرادِ حافظ ازین آه و ناله چیست
از تو کرشمهٔ و ز خسرو عنایتی

ای ز شرمِ عارضت گل کرده خوی
در عرق پیشِ عقیقت جامِ می

ژاله بر لاله است یا بر گل گلاب
یا بر آتش آب یا بر روت خوی

میشد از چشم آن کمان ابرو دل
از پیش میرفت و گم میکرد پی

امشب از زلفش نخواهم داشت دست / رو موذن بانگ بر میزن کے

چون بنی عامر ز مجنون شنوند / گر برون آید یکے لیلی ز حے

نے ولے و مے لب بر لب مطرب نهاد / چنگ را در زیر ناخن کرد نے

آنکه بر هر جرعه جان می‌دهد / جان از و بستان بجامے ده بوے

عود بر آتش منه منقل بسوز / غم مدار از کثرتِ سرمای دے

با تو زین پس گر فلک خواری کند / باز گو در حضرت دارای رے

خسروِ آفاق بخشش کز سخا / نامهٔ حاتم ز نامش گشت طے

چنگ را بر دست مطرب نه دمے / گو رگش بخراش و بخروشم ز فے

جامِ مے پیش آر چون حافظ مخور
غم که جم کے بود یا کاؤس کے

ای که بر ماه از خطِ مشکین نقاب انداختی / لطف کردی سایهٔ بر آفتاب انداختی

تا چه خواهد کرد بر ما تاب زلف عارضت / حالیا نیرنگ رنگِ خوش بر آب انداختی

گوی خوبی بردی از خوبانِ عالم شاد باش / جامِ کیخسرو طلب کافراسیاب انداختی

گرچه از مستی خرابم طاعتِ من رد مکن / کاندرین شغلم بامید ثواب انداختی

گنجِ عشق خود نهادی در دلِ ویرانِ من / سایهٔ دولت برین کنجِ خراب انداختی

خواب بیداران ببستی آنگه از نقش خیال | تهمتی بر شب‌روان خیل خواب انداختی
پرده از رخ بر فگندی یک نظر در جلوه‌گاه | وز حیا حور و پری را در حجاب انداختی
از برای صید دل در گردنم زنجیر زلف | چون کمند خسرو مالک رقاب انداختی
نصرة الدین شاه یحیی ای که تاج آفتاب | از سر تعظیم و قدرت در تراب انداختی
زینهار از آب تمشیرت که شیران را از آن | تشنه میکردی و گردان را در آب انداختی
باده نوش از جام عالم بین که بر اورنگ جم | شاهد مقصود را از رخ نقاب انداختی
هر کسی با شمع رخسارت بوجهی عشق داشت (باخت) | زین میان پروانه را در اضطراب انداختی

از فریب نرگس مخمور و چشم می‌پرست
حافظ خلوت‌نشین را در شراب انداختی

ای که دائم بخویش مغروری | گر ترا عشق نیست معذوری
گرد دیوانگان عشق مگرد | که بعقل عقیله مشهوری
مستی عشق نیست در سر تو | رو که تو مست آب انگوری
روی زرد است و آه دردآلود | عاشقان را گواه رنجوری

بگذر از ننگ و نام خود حافظ
ساغر می طلب که مخموری

اے کہ در کشتنِ ما ہیچ مدارا نکنی
سود و سرمایہ بسوزی و محابا نکنی

دردمندانِ غمت زہر ہلاہل نوشند
قصدِ این قوم خطا باشد ہان تا نکنی

رنجِ ما را کہ توان برد بیک گوشۂ چشم
شرطِ انصاف نباشد کہ مداوا نکنی

دیدۂ ما کہ بامیدِ تو دریاست چرا
بتفرج گذرے بر لبِ دریا نکنی

نقلِ ہر جور کہ از خلقِ کریمت گویند
قولِ صاحب غرض است تو اینہا نکنی

بر تو گر جلوہ کند شاہدِ ما اے زاہد
از خدا جز مے و معشوق تمنا نکنی

حافظا سجدہ بمحرابِ دو ابرویش کن
کہ دعائے ز سرِ صدق جز آنجا نکنی

اے کہ در کوی خرابات مقامے داری
جم وقتِ خودی ار دست بجامے داری

اے کہ با زلف و رخِ یار گذاری شب و روز
فرصتت باد کہ خوش صبحے و شامے داری

اے صبا سوختگان بر سرِ رہ منتظرند
اگر از یارِ سفر کردہ پیامے داری

بوی جان از لبِ خندانِ قدح می شنوم
بشنو اے خواجہ اگر زانکہ مشامے داری

کامے ار می طلبد از تو غریبے چہ شود
توئی امروز درین شہر کہ نامے داری

خالِ سرسبزِ تو خوش دانۂ عیش است ولے
بر کنارِ چمنش وہ کہ چہ دامے داری

تو بہنگامِ وفا گرچہ ثباتت نبود
می کنم شکر کہ بر جور دوامے داری

مهربان شد فلک و ترک جفا کاری کرد	تو ئی ای جان که درین شیوه خرامے داری

بس دعاے سحرت حافظ جان خواهد بود
تو که چون حافظ شب خیز غلامے داری

اے که مهجوری عشاق روا میداری	بندگان را زبر خویش چه امیداری
تشنهٔ بادیه را هم بزلالے دریاب	با میدے که درین ره بخدا میداری
دل بودی و تحمل کردمت ایجان لیکن	به ازین دار نگاهش که مرا میداری
ساغر ما که حریفان دگری نوشند	ما تحمل نکنیم ار تو روا میداری
ای مگس عرصهٔ سیمرغ نه جولانگهٔ تست	عرض خود می بری و زحمت ما میداری
تو بتقصیر خود افتادی ازین در محروم	از که می نالی و فریاد چرا میداری
ای دل خام طمع شرمی ازین قصه بدار	کار نا کرده چه امید عطا میداری

حافظا عادت خوبان همه جورست و جفا
تو که زین طائفه امید وفا میداری

این خرقه که من دارم در رهن شراب اولی	وین دفتر بے معنی غرق می ناب اولی
چون عمر تبه کردم چندانکه نگه کردم	در کنج خراباتی افتاده خراب اولی
من حال دل زاهد با خلق نخواهم گفت	کاین قصه اگر گویم با چنگ و رباب اولی

تا بی سروپا باشد اوضاعِ فلک زین سان　　در سر هوسِ ساقی در دست شراب اولی

از همچو تو دلدارے دل بر نکنم آرے　　گر تاب کشم بارے زان زلف بتاب اولی

چون پیر شدی حافظ از میکده بیرون رو　　رندی و هوسناکی در عهدِ شباب اولی

با مدعی مگوئید اسرارِ عشق و مستی　　تا بیخبر بمیرد در رنج خودپرستی

با ضعف و ناتوانی همچون نسیم خوش باش　　بیماری اندرین غم خوشتر ز تندرستی

تا فضل و علم بینی بے معرفت نشینی　　یک نکته ات بگویم خود را مبین که رستی

در آستانِ جانان از آسمان میندیش　　کز اوجِ سربلندی افتی بخاکِ پستی

عاشق شوار نه روزے کارِ جهان سر آید　　ناخوانده نقش مقصود از کارگاهِ هستی

آن روز دیده بودم این فتنها که برخاست　　کز سرکشی زمانے با ما نمی نشستی

خار ار چه جان بکاهد گل عذرِ آن بخواهد　　سهل ست تلخیِ مے در جنبِ ذوقِ مستی

صوفی پیاله پیما ساقی قرابه پر کن　　اے کوته آستینان تا کے دراز دستی

در حلقهٔ مغانم دوش آن پسر چه خوش گفت　　با کافران چه کارت گر بت نمی پرستی

در مذهبِ طریقت خامی نشانِ کفرست　　آرے طریق رندان چالاکیست و چستی

سلطانِ ما خدا را زلفت مشکست مارا　　تا کے کند سیاهی چندین دراز دستی

گر خرقه بہ بینی مشغولِ کارِ خود باش | هر قبله کہ باشد مشغولِ خود پرستی
در گوشۂ سلامت مستور چون توان بود | تا نرگسِ تو گوید با ما رموزِ مستی
عشقت بدستِ طوفان خواهد سپرد ایجان | چون برق ازین کشاکش پنداشتی کہ رستی

از راهِ دیده حافظ تا دیده زلفِ پستت
با جملہ سربلندی شد پایمالِ پستی

بجان او کہ گرم دسترس بجان بودے | کمینہ پیشکشِ بندگانش آن بودے
اگر دلم نشدے پاے بندِ طرۂ او | کیم قرار درین تیره خاکدان بودے
بگفتمے کہ بہا چیست خاکِ پاے ترا | اگر حیات گران مایہ جاودان بودے
بخواب نیز نمی‌بینمش چہ جای وصال | چو این نبود ندیدیم بارے آن بودے
بہ بندگی قدش سرو معترف گشتے | اگرچہ سوسن آزاده ده زبان بودے

ز پرده نالۂ حافظ برون کی افتادے
اگر نہ همدمِ مرغانِ صبح خوان بودے

بچشم کرده ام ابروے ماه سیمائے | خیالِ سبز قدے نقش بستہ ام جائے
زمامِ دل بکسے داده ام منِ مسکین | کہ نیستش بکس از تاج و تخت پروائے
سرم ز دست شد و چشمم ز انتظار بسوخت | در آرزوے سر و چشمِ مجلس آرائے

زہے کمال کہ منشورِ عشقبازی من — ازان کمانچۂ ابرو رسد بطغرائے

مرا کہ از رخِ تو ماہ در شبستان ست — کجا بود بفروغ ستارہ پروائے

مگر رست دل آتش بخرقہ خواہم زد — بیا ببین تو اگر میکنی تماشائے

بروز واقعہ تابوتِ ما ز سرو کنید — کہ مردہ ایم زداغ بلند بالائے

دران مقام کہ خوبان بغمزہ تیغ زنند — عجب مکن سرے کہ فتادہ در پائے

فراق و وصل چہ باشد رضای دوست طلب — کہ حیف باشد ازو غیرِ او تمنائے

زشوق سر بدر آرند ماہیان از آب
اگر سفینۂ حافظ رسد بدریائے

پدید آمد رسومِ بے وفائی — نماند از کس نشانِ آشنائی

برند از فاقہ پیشِ ہر خسیسے — کنون اہلِ ہنر دستِ گدائی

کسے کو فاضل ست امروز دہر — نمی بیند ز غم یک دم رہائی

کسے کو جاہل ست اندر تنعم — متاعِ او بود ہر دم بہائی

اگر شاعر بخواند شعر چون آب — کہ دل را زو فزاید روشنائی

نہ بخشندش جوے از بخل و امساک — اگر خود فی المثل باشد سنائی

خرد در گوشِ ہوشم دوش مےگفت — بر و صبرے بکن در بینوائی

بیا حافظ بجان این پند بنیوش
که گر از پا بیفتی بر سر آئی

برو زاهد بامیدے که داری — که دارم همچنان امیدواری
بجز ساغر که دارد لاله در دست — بیا ساقی بیاور آنچه داری
مرا در رشتهٔ دیوانگان کش — که مستی خوشتر است از هوشیاری
بپرهیز از من اے صوفی بپرهیز — که کردم توبه از پرهیزگاری
بیا دل در خم گیسوی او بند — اگر خواهی خلاص و رستگاری
بوقت گل خدا را توبه بشکن — که عهد گل ندارد استواری
عزیزا نو بهار عمر بگذشت — چو بر طرف چمن باد بهاری

بیا حافظ به پند تلخ کن گوش
چرا عمرے بغفلت میگذاری

بشنو این نکته که خود را ز غم آزاده کنی — خون خوری گر طلب روزی ننهاده کنی
آخر الامر گل کوزه گران خواهی شد — حالیا فکر سبو کن که پر از باده کنی
جهد بنما که در ایام گل و عهد شباب — عیش با آدمی چند پریزاده کنی
تکیه بر جای بزرگان نتوان زد بگزاف — مگر اسباب بزرگی همه آماده کنی

اجرها باشدت ای خسرو شیرین حرکات ‌‌— گر نگاهی سوی فرهاد دل افتاده کنی

خاطرت کی رقم فیض پذیرد هیهات — مگر از نقش پراگنده ورق ساده کنی

ای صبا بندگی خواجه جلال الدین کن — که چمن پر سمن و سوسن آزاده کنی (جهان)

کار خود گر بخدا بازگذاری حافظ

ای بسا عیش که با بخت خداداده کنی

بصوت بلبل و قمری اگر ننوشی می — علاج کی کنمت آخر الدواء الکی

ذخیره‌ای بنه از رنگ و بوی فصل بهار — که می‌رسند ز ره رهزنان بهمن و دی

زمانه هیچ نبخشد که باز نستاند — مجو ز سفله مروت مجو ز ناکس شئے

چو گل نقاب برافکند و مرغ زد هو هو — منه ز دست پیاله چه میکنی هی هی

خزینه داری میراث خوارگان کفرست — بقول مطرب و ساقی بفتوای دف و نی

چو هست آب حیاتت بدست تشنه ممیر — فلا تمت و من الماء کل شیء حی

نوشته اند بر ایوان جنة الماوی — که هر که عشوهٔ دنیا خرید وای بوی

سخا نماند سخن طی کنم بیا ساقی — بده بشادی روح روان حاتم طی

شکوه سلطنت و حکم کی ثباتی داشت — ز تخت جم سخنی مانده است و افسر کی

بخیل بوی خدا نشنود بیا حافظ — پیاله گیر و کرم کن که الضمان علی

بفراغ دل زمانی نظری بماهرویی | به از آنکه چتر شاهی همه روز های و هویی
بخدا که رشکم آید بدو چشم روشن خود | که نظر دریغ باشد بچنین لطیف رویی
دلِ من شد ندانم چه شد آن غریبارا | که گذشت عمر و نامد خبری ز هیچ سویی
نفسم بآخر آمد نظرم ندید سیری | بجز این نماند ما را هوسی دار رویی

بکن ای صبا مشوش سر زلف آن پری را
که هزار جان حافظ بفدای تار مویی

بگرفت کارِ حسنت چون عشقِ من کمالی | خوش باش از آنکه نبود این هر دو را زوالی
در وهم می نگنجد کاندر تصورِ عقل | آید بهیچ معنی زین خوبتر مثالی
شد حظِ عمر حاصل گر زانکه با تو ما را | یک دم بعمر روزی روزی شده وصالی
آن دم که با تو باشم یک سال هست روزی | وان دم که بی تو باشم یک روز هست سالی
من چون خیالِ رویت جانا بخواب بینم | از خواب می نبیند چشمم بجز خیالی
رحم آر بر دل من کز مهر روی خوبت | شد شخص ناتوانم باریک چون هلالی

شود

حافظ مکن شکایت گر وصل یار خواهی
زین بیشتر بباید بر هجر احتمالی

بلبل ز شاخِ سرو بگلبانگِ پهلوی | میخواند دوش درسِ مقاماتِ معنوی

یعنی بیا که آتش موسی نمود گل | تا از درخت نکتهٔ تحقیق بشنوی
مرغان باغ قافیه سنجند و بذله گو | تا خواجه مے خورد بغزلهاے پہلوی
جمشید جز حکایت جام از جہان نبرد | زنہار دل مبند بر اسباب دنیوی
خوش فرش بوریا و گدائی و خواب امن | کاین عیش نیست درخور اورنگ خسروی
درویشم و گدا و برابر نمی کنم | پشمین کلاه خویش بصد تاج خسروی
این قصهٔ عجب شنو از بخت واژگون | ما را بکشت یار بانفاس عیسوی
چشمت بغمزه خانهٔ مردم خراب کرد | مخموریت مباد که خوش مست میروی
دہقان سالخورده چه خوش گفت با پسر | کای نور چشم من بجز از کشته ندروی
مے خور بشعر بنده که دلتنگیت مباد | بعد از تو خاک بر سر اسباب دنیوی

ساقی مگر وظیفهٔ حافظ زیاده باد
کاشفته گشت طرهٔ دستار مولوی

بتا با ما گذار این کینه داری | که حق صحبت دیرینه داری
نصیحت گوش کن کاین دُر بسی به | ازان گوهر که در گنجینه داری
بفریاد خمار مفلسان رس | خدا را گر مَی دوشینه داری
ولیکن کے نمائی رخ برندان | تو کز خورشید و مه آئینه داری

بدِ رندان مگوای شیخ هشدار
که با حکمِ خدائی کینه داری
نمی ترسی ز آهِ آتشینم
تو دانی خرقهٔ پشمینه داری

ندیدم خوشتر از شعرِ تو حافظ
بقرآنی که اندر سینه داری

بیار باده و بازم رهان ز رنجوری
که هم بباده توان کرد دفعِ مخموری
بهیچ وجه نباشد فروغِ مجلسِ انس
مگر بروی نگار و شرابِ انگوری
ز سحرِ غمزهٔ فتّانِ خویش غرّه مباش
که آز مودم و سودی نداشت مغروری
بیک فریب بدادم صلاحِ خویش از دست
دریغ آن همه زهد و صلاح مستوری
ادیب چند نصیحت کنی که عشق مباز
اگر چه نیست ادب این سخن چه دستوری
بعشق زنده بود جانِ مردِ صاحبدل
اگر تو عشق نداری برو که معذوری
رسید دولتِ وصل و گذشت محنتِ هجر
نهاد کشورِ دل باز رو بمعموری

بهر کسی نتوان گفت رازِ دل حافظ
مگر بدانکه کشیده است محنتِ دوری

ترا که هر چه مراد ست در جهان داری
چه غم ز حالِ منِ زارِ ناتوان داری
بخواه جان و دل از بنده و روان بستان
که حکم بر سرِ آزادگان روان داری

بنوش می چو سبکروحی ای حریف مدام — علی الخصوص درین دم که سرگران داری

بیاضِ روی ترا نیست نقش درخور ازانکه — سوادی از خطِ مشکین در ارغوان داری

میان نداری و دارم عجب که هر ساعت — میانِ مجمعِ خوبان کنی میان داری

مکن عتاب ازین بیش و جور بر دلِ من — مکن هرانچه توانی که جای آن داری

باختیار اگرت صد هزار تیرِ جفاست — بقصدِ جانِ من خسته در کمان داری

بکش جفای رقیبان مدام و دل خوش دار — که سهل باشد اگر یار مهربان داری

وصالِ دوست گرت دست میدهد هر روز — برو که هرچه مراد است در جهان داری

چو ذکرِ لعلِ لبت میکنم خرد گوید — حدیث یا شکرست اینکه در دهان داری

چو گل بدامن ازین باغ می بری حافظ
چه غم ز ناله و فریادِ باغبان داری

تو مگر بر لبِ جوئی ز هوس بنشینی — ورنه هر فتنه که بینی همه از خود بینی

بخدائی که توئی بندهٔ بگزیدهٔ او — که بجای منِ بیدل دگری نگزینی

صبر بر جورِ رقیبان چه کنم گر نکنم — عاشقان را نبود چاره بجز مسکینی

ادب و شرم ترا خسروِ مهرویان کرد — آفرین بر تو که شایستهٔ صد تحسینی

عجب از لطفِ تو ای گل که نشینی با خار — ظاهرا مصلحتِ وقت دران می بینی

حیفم آید که خرامی بتماشاے چمن — که تو خوشتر ز گل و تازه تر از نسرینی

گر امانت بسلامت ببرم باکی نیست — بیدلی سهل بود گر نبود بی دینی

بادِ صبح بهوایت ز گلستان برخاست — که تو خوشبو چو گلِ سوری چون نسرینی

سخنِ بی غرض از بندهٔ مخلص بشنو — اے که منظورِ بزرگانِ حقیقت بینی

نازنینی چو تو پاکیزه رُخ و پاک نهاد — بهتر آنست که با مردمِ بد ننشینی

شیشه بازی سرشکم نگری از چپ و راست — گر بدین منظرِ بینش نفسے بنشینی

بعد ازین ما و گدائی بسرِ منزلِ عشق — راهرو را نبود چاره بجز مسکینی

تو بدین دلکشی و نازکی اے مایهٔ حسن — لائقِ بزمگهِ خواجه جلال الدینی

سیلِ این اشکِ روان صبرِ دلِ حافظ برد
بلغ الطاقة یا مقلة عینی بینی

جان فداے تو که هم جانی و هم جانانی — هر که شد خاکِ درت رست ز سرگردانی

سرسری از سرِ کوے تو نیارم برخاست — کار دشوار نگیرند بدین آسانی

خام را طاقتِ پروانهٔ پرسوخته نیست — نازکان را نرسد شیوهٔ جان افشانی

بے تو آرام گرفتن بود از ناکامی — با تو گستاخ نشستن بود از حیرانی

فاش کردند رقیبان تو سرِّ دلِ من — چند پوشیده بماند خبرِ پنهانی

آب ماند تر و شاداب نهال قد تو ‌ ‌ ‌ واجب آنست که بر دیدهٔ ما بنشانی

در خم زلف تو دیدم دل خود را روزی ‌ ‌ ‌ گفتمش چونی و چون می رهی ای زندانی

گفت آری چه کنی گر نبری رشک بمن ‌ ‌ ‌ هر گدا را نبود مرتبهٔ سلطانی

راستی حد تو حافظ نبود صحبت ما
بس اگر بر سر این کوی کنی سگبانی

جای حضور و گلشن امن ست این سرای ‌ ‌ ‌ زین در بشادمانی عیش و طرب درآی

ای کاخ دولتی تو چه کاخی که مدرجست ‌ ‌ ‌ در شاخسار گلشن تو سایهٔ همای

هر صبح در هوای درت میکند صبوح ‌ ‌ ‌ جمشید تخت چرخ بجام جهان نمای

باد تو همچو آتش موسی خجسته پی ‌ ‌ ‌ خاک تو همچو آب خضر زندگی فزای

فرخنده نوگل تو چمن را حیات ده ‌ ‌ ‌ جعد بنفشهٔ تو صبا را گره کشای

مرغول سنبل از دم کوی تو خوش نسیم ‌ ‌ ‌ زلف صبا ز خاک جناب تو مشکسای

خورشید در هوای تو چون ذره پای کوب ‌ ‌ ‌ جمشید در حریم تو چون بندگان بپای

حافظ مقیم درگه او باش و عیش کن
کاندر بهشت بهتر ازین گوشه نیست جای

چو سرو گر بخرامی دمی بگلزاری ‌ ‌ ‌ خورد ز غیرت روی تو هر گلی خاری

زکفرِ زلفِ تو ہر حلقۂ و آشوبے
ز سحرِ چشمِ تو ہر گوشۂ و بیمارے

نثارِ خاکِ رہت نقدِ جانِ ما ہر چند
کہ نیست نقدِ روان را بر تو مقدارے

مرو چو بختِ من ای چشمِ مستِ یار بخواب
کہ در پی ست ز ہر سوت آہ بیدارے

دلا ہمیشہ مزن لافِ زلفِ دلبندان
چو تیرہ رای شدی کے کشایدت کارے

سرم برفت و زمانے بسر نرفت این کار
دلم گرفت و نبودت سرِ گرفتارے

چو نقطہ گفتمش اندر میانِ دائرہ آئے
بخندہ گفت کہ حافظ برو چو پرکارے

چون در جہانِ خوبی امروز کامگاری
شاید کہ عاشقان را کامے زلبے آری

با عاشقانِ بیدل تا چند ناز و عشوہ
بر بیدلانِ مسکین تا کے جفا خواری

تا چند ہمچو چشمت در عینِ ناتوانی
تا چند ہمچو زلفت در تاب و بیقراری

جورے کہ از تو دیدم دردے کہ از تو بردم
گر شمۂ بدانی شاید کہ رحمت آری

از بادۂ وصالت گر جرعۂ بنوشم
تا زندہ ام نورزم آئینِ ہوشیاری

در ہجر ماندہ بودم بادِ صبا رسانید
از بوستانِ وصلت بوئے امیدواری

ما بندہ ایم و عاجز تو خواجۂ و قادر
گر میکشی بزورم ور میکشی بزاری

دکانِ عاشقی را بسیار مایہ باید
دلہاے ہمچو آتش چشمانِ رود باری

گرچه بوی وصلت در حشر زنده مانم (گردم) سر برنیارم از خاک از روی شرمساری

آخر ترحمی کن بر حالِ زار حافظ
تا چند نا امیدی تا چند خاکساری

چه بودی ار دلِ آن ماه مهربان بودی	که کارِ ما نه چنین بودی ار چنان بودی
بگفتمی که چه ارزد نسیمِ طرهٔ دوست	گرم بهر سرِ موی هزار جان بودی
برات خوشدلی ما چه کم شدی یا رب	گرش نشان امان از بدِ زمان بودی
گرم زمانه سرافراز داشتی و عزیز	سریرِ عزتم آن خاکِ آستان بودی
خیال اگر نشدی سدِّ آب دیدهٔ من	هزار چشمه بهر گوشهٔ روان بودی
کسی بکوی دیم کاشکی نشان دادی	که تا فراغتی از باغ و بوستان بودی
برخ چو مهرِ فلک بی نظیرِ آفاقست	بدل دریغ که یک ذره مهربان بودی
ز پرده کاش برون آمدی چو قطرهٔ اشک	که بر دو دیدهٔ ما حکمِ او روان بودی

اگر نه دائرهٔ عشق راه بربستی
چو نقطه حافظِ بیدل دران میان بودی

چه قامتی که ز سر تا قدم همه جانی	چه صورتی که بهیچ آدمی نمی مانی
نه صورتی که گلِ گلستانِ فردوسی	نه قامتی که سهی سروِ باغ و بستانی

بسے حکایتِ حسنت شنیدہ ام جانان
کنون کہ دیدمت الحق ہزار چندانی

تنم چو چشمِ تو دارد نشانِ بیماران
دلم چو زلفِ تو دارد سرِ پریشانی

ز جستجوے تو ننشینم ارچہ ہر نفسم
سیانِ خونِ دل و آبِ دیدہ بنشانی

ز خاکِ پاے عزیزِ تو سر نگردانم
گرم ز دستِ فراقت بسر بگردانی

تو چون سپہر جفا پیشہ دا احوالم
چو روزگار نہادہ است رو بویرانی

ز روے لطف و ترحم چرا نبخشائی
چو دردِ محنتِ حافظ یقین ہمیدانی

خوشتر از کوے خرابات نباشد جائے
گر بہ پیرانہ سرم دست دہد ماوائے

ارزو میکنم راز تو چہ پنہان دارم
شیشۂ بادہ و کنجے و رخِ زیبائے

جاے من دیرِ مغانست و مروج و طلبے
راے من روے بتانست و مبارک رائے

چہ کنی گوش کہ در دہر چو من شیدا نیست
نیست این جز سخنِ بوالہوسِ عنائے

صنما غیرِ تو در خاطرِ ما سے گنجد
کہ مرا نیست بغیر از تو کسے پروائے

با ادب باش کہ ہرگز نتواند گفتن
سخنِ دیگر بر سے ہمنے دانائے

رحم کن بر دلِ مجروحِ خرابِ حافظ
زانکہ ہست از پے امروز یقین فردائے

خوش کرد یاوری فلکت روز داوری — تا شکر چون کنی و چه شکرانه آوری

در کوی عشق شوکت شاهی نمی‌خرند — اقرار بندگی کن و دعوی چاکری

آن کس کرا وفتاد خدایش گرفت دست — پس بر تو باد تا غم افتادگان خوری

ساقی بمژدگانی عیش از درم درآی — تا یک دم از دلم غم دنیا بدر بری

در شاهراه جاه و بزرگی خطر بسیست — آن به کزین گریوه سبکبار بگذری

سلطان و فکر لشکر و سودای تاج و گنج — درویش و امن خاطر و کنج قلندری

نیل مراد بر حسب فکر و همت ست — از شاه نذر خیر و ز توفیق یاوری

یک حرف صوفیانه بگویم اجازت ست — ای نور دیده صلح به از جنگ و داوری

حافظ غبار فقر و قناعت ز رخ مشوی
کاین خاک بهتر از عمل کیمیاگری

در همه دیر مغان نیست چو من شیدائی — خرقه جائی گرو باده و دفتر جائی

دل که آئینهٔ شاهی ست غباری دارد — از خدا می‌طلبم صحبت روشن رائی

کرده ام توبه بدست صنمی باده فروش — که دگر می نخورم بی رخ بزم آرائی

جویها بسته ام از دیده بدامان که مگر — در کنارم بنشانند سهی بالائی

سر این نکته مگر شمع برآرد بزبان — ورنه پروانه ندارد بسخن پروائی

کشتی باده بیاور که مرا بی رخ دوست — گشته هر گوشهٔ چشم از غم دل دریائی

سخن غیر مگو با من معشوقه پرست — کز وی و جام میم نیست بکس پروائی

نرگس ار لاف زد از شیوهٔ چشم تو مرنج — نروند اهل نظر از پی نابینائی

این حدیثم چه خوش آمد که سحرگه میگفت — بر در میکدهٔ با دف و نی ترسائی

گر مسلمانی از اینست که حافظ دارد
آه اگر از پی امروز بود فردائی

دو یار زیرک و از بادهٔ کهن دو منی — فراغتی و کتابی و گوشهٔ چمنی

ز تند باد حوادث نمی توان دیدن — درین چمن که گلی بوده است یا سمنی

من این مقام بدنیا و آخرت ندهم — اگر چه در پیم افتند خلق انجمنی

هر آنکه کنج قناعت بگنج دنیا داد — فروخت یوسف مصری بکمترین ثمنی

بیا که رونق این کارخانه کم نشود — ز زهد همچو توئی یا ز فسق همچو منی

نگار خویش بدست خسان همی بینم — چنین شناخت فلک حق خدمت چو منی

ببین در آینهٔ نقشبند صورت غیب — گرت ز ملک قناعت هوس کند وطنی

ازین سموم که بر طرف بوستان بگذشت — عجب که رنگ گلی ماند و بوی یاسمنی

بصبر کوش تو ای دل که حق رها نکند — چنین عزیز نگینی بدست اهرمنی

بگوشۂ بنشین سرخوش و تماشا کن ۔ زحادثات زمانے زنخ شکردہنے

بروز واقعۂ غم باشراب باید گفت ۔ کہ اعتماد بکس نیست در چنین زمنے

مزاج دہر تبہ شد درین بلا آرے ۔ کجاست فکر حکیمے و رائے برہمنے

شنیدہ ام کہ سگان را قلادہ می بندی

چرا بگردن حافظ نمی نہی رسنے

دیدم بخواب دوش کہ ماہے برآمدے ۔ کز عکس روی او شب ہجران سرآمدے

تعبیر رفت یار سفر کردہ میرسد ۔ اے کاشکے ہرچہ زودتر از در درآمدے

ذکرش بخیر ساقی فرخندہ فال من ۔ کز در مدام با قدح و ساغر آمدے

فیض ازل بزور و زر ار آمدے بدست ۔ آب خضر نصیبۂ اسکندر آمدے

آن عہد یاد باد کہ از بام و در مرا ۔ ہردم پیام یار و خط دلبر آمدے

خوش بودے ار بخواب بدیدے دیار خویش ۔ تا یاد صحبتش سوی ما رہبر آمدے

آن کو ترا بسنگدلی گشت رہنمون ۔ اے کاشکے کہ پاش بسنگے برآمدے

کے یافتے رقیب تو چندان مجال ظلم ۔ مظلومے ار شبے بدر داور آمدے

خامان رہ نرفتہ چہ دانند ذوق عشق ۔ دریا دلے بجوے دلیرے سرآمدے

جانہا نثار کردمے آن دلنواز را ۔ گر ہمچو روح جلوہ کنان در برآمدے

گر دیگرے بشیوهٔ حافظ زدے رقم
مقبولِ طبعِ شاهِ سخن پرور آمدے

رفتم بباغ تا که بچینم سحر گلے — آمد بگوش ناگهم آوازِ بلبلے
مسکین چو من بعشقِ گلے گشته مبتلا — واندر چمن فگنده بفریاد غلغلے
میگشتم اندران چمن و باغ دمبدم — میکردم اندران گل و بلبل تأملے
چون کرد در دلم اثر آوازِ عندلیب — گشتم چنانکه ہیچ نماندم تحملے
بس گل شگفته میشود این باغ را ولے — کس بے جفای خار نچیدست ازو گلے
گُل یارِ خار گشته و بلبل قرینِ عشق — آن را تغیرے نه و این را تبدلے

حافظ مدار امیدِ فرح از مدارِ چرخ
دارد هزار عیب و ندارد تفضلے

روزگاریست که ما را نگران میداری — مخلصان را نه بوضعِ دگران میداری
گوشهٔ چشمِ رضائے بمنت بازنشد — اینچنین عزتِ صاحب نظران میداری
نه گُل از داغِ غمت رست نه بلبل در باغ — همه را نعره زنان جامه دران میداری
پدرِ تجربه آخر توئی اے دل زچه روے — طمعِ مهر و وفا زین پسران میداری
گرچه رندی و خرابی گنهِ ماست ولے — عاشقے گفت که ما را تو بران میداری

جوهر جام جم از کان جهانی دگرست
تو تمنا ز گل کوزه گران میداری

کیسهٔ سیم و زرت نیک ببایدپرداخت
زین تمنا که تو از سیمبران میداری

ای که در دلق ملمع طلبی ذوق حضور
چشم سیری عجب از بی‌خبران میداری

چون تویی نرگس باغ نظر ای چشم و چراغ
سر چرا بر منِ دلخسته گران میداری

دین و دل رفت ولی راست نمی‌آرم گفت
که منِ سوخته دل آتو بران میداری

تا صبا بر گل و بلبل ورق حسن تو خواند
همه را شیفته و دل نگران میداری

ساعد آن به که بپوشی چو تو از بهر نگار
دست در خون دلِ پرهنران میداری

گذران روز سلامت بملامت حافظ
چه توقع ز جهانِ گذران میداری

زان مے صاف کزو پخته شود هر خامی
گرچه ماه رمضانست بیاور جامی

روزها رفت که دستِ منِ مسکین نگرفت
ساق شمشاد قدی ساعد سیم اندامی

روزه هرچند که مهمان عزیزست دلا
رفتنش موهبتی دان شدنش انعامی

مرغِ زیرک بدرِ صومعه اکنون نپرد
که نهاده است بهر مجلسِ وعظی دامی

گله از زاهد بدخو نکنم رسم اینست
که چو صبحی بدمد در پیش افتد شامی

یارِ من چون بخرامد بتماشای چمن
برسانش ز من ای پیکِ صبا پیغامی

کو حریفی کہ شب و روز مے صاف کشد | بود آیا کہ کند یاد ز دردآشامے

حافظا گر ندہد داد دلت خسرو عہد
کام دشوار بدست آوری از خودکامے

ز دلبرم کہ رساند نوازش قلمے
کجاست پیک صبا گو بیا بکن کرمے

دلم گرفت ز سالوس و طبل زیر گلیم
خوش آن دمے کہ بمیخانہ برکنم علمے

حدیث چون و چرا درد سر دہد ساقی
پیالہ گیر و بیاسا بعمر خویش دمے

طبیب راہ نشین سر عشق نشناسد
برو بدست کن ای مردہ دل مسیح دمے

قیاس کردم و تدبیر عقل در رہ عشق
چو شبنمی ست کہ در بحر میکشد رقمے

بیا کہ وقت شناسان دو کون بفروشند
بیک پیالہ صافی و صحبت صنمے

دوام عیش و تنعم نہ شیوہ عشق ست
اگر معاشر مائی بنوش جام غمے

نمیکنم گلہ لیک ابر رحمت دوست
بکشت زار جگر تشنگان نداد نمے

بیا کہ خرقہ من گرچہ وقف میکدہ ہاست
زمال وقف نہ بینی بنام من درمے

چرا بیک نے قندش نمی خرند آن را
کہ کرد صد شکر افشانی از نے قلمے

سزای قدر تو شاہا بدست حافظ چیست
بجز نیاز شبے یا دعاے صبحدمے

زین خوش رقم کہ بر گلِ رخسار میکشی | خط بر صحیفۂ گل و گلزار میکشی

اشکِ حرم نشین نہانخانۂ مرا | زان سوی ہفت پردہ ببازار میکشی

ہردم بیادِ آن لبِ میگون و چشمِ مست | از خلوتم بخانۂ خمار میکشی

گفتی سرِ تو بستۂ بفتراکِ ما سزد | سہل ست اگر تو زحمتِ این بار میکشی

با چشم و ابروی تو چہ تدبیرِ دل کنم | وہ زین کمان کہ بر منِ بیمار میکشی

باز آ کہ چشمِ بد ز رخت دور میکنم | اے تازہ گل کہ دامن ازین خار میکشی

کال ردی چو بادِ صبا را ببوی زلف | ہردم بقیدِ سلسلہ در کار میکشی

حافظ دگر چہ میطلبی از نعیمِ دہر
مے می چشی و طرۂ دلدار میکشی

ساقیا سایۂ ابرست و بہار و لبِ جوی | من نگویم چہ کن از اہلِ دلی خود تو بگوی

بوی یکرنگی ازین قوم نمیاید برخیز | دلقِ آلودۂ صوفی بمیِ ناب بشوی

سفلہ طبع ست جہان بر کرمش تکیہ مکن | اے جہاندیدہ ثباتِ قدم از دیدہ مجوی

گوش بگشای کہ بلبل بفغان میگوید | خواجہ تقصیر مفرما گلِ توفیق ببوی

یک نصیحت کنمت بشنو و صد گنج ببر | از رہِ عیش درآ و برہِ عیب مپوی

شکرِ ایزد کہ دگر بار رسیدی بہ بہار | بیخ نیکی بنشان و رہِ توفیق بجوی

روی جانان طلبی آینه را قابل ساز / ورنه هرگز گل و نسرین ندمد ز آهن و روی

بیشتر زانکه شوی خاک در میکده ها / یک دو روزی بسر اندر ره میخانه بپوی

گفتی از حافظ ما بوی ریا می آید / آفرین بر نفست باد که خوش بردی بوی

ساقی بیا که شد قدح لاله پر ز می / طامات تا بچند و خرافات تا بکی

بگذر ز کبر و ناز که دیده است روزگار / چین قبای قیصر و طرف کلاه کی

هشیار شو که مرغ سحر گشت مست هان / بیدار شو که خواب عدم در پی است هی

خوش نازکانه می چمی ای شاخ نوبهار / کاشفتگی مبادت ز آشوب باد دی

بر مهر چرخ و عشوهٔ او اعتماد نیست / ای وای بر کسی که شد ایمن ز کر وی

فردا شراب کوثر و حور از برای ماست / و امروز نیز دلبر مه روی و جام می

باد صبا ز عهد صبی یاد میدهد / جان داروی که غم ببرد درده ای صبی

حشمت مبین و سلطنت گل که گستره / فراش باد هر ورقی را بزیر پی

درده بیاد حاتم طی جام یک منی / تا نامهٔ سیاه بخیلان کنیم طی

زان می که داد رنگ طبیعی بارغوان / بیرون فگند لطف مزاج از رخش بخوی

بشنو که مطربان چمن راست کرده اند / آهنگ چنگ و بربط و طنبور و نای و نی

سمند بباغ بر که بخدمت چو بندگان | استاده است سرو و کمر بسته است نی
اشیای روزگار همه ساز درگرو | کز مرد راه باز نمانده است هیچ شی

حافظ حدیث سحر فریب خوشت رسید
تا حد چین و شام و باقصای روم و ری

سحر با باد میگفتم حدیث آرزومندی | خطاب آمد که واثق شو بالطاف خداوندی
قلم را آن زبان نبود که سر عشق گوید باز | ورای حد تقریرست شرح آرزومندی
دل اندر زلف لیلی بند و کار عقل مجنون کن | که عاشق را زیان دارد مقالات خردمندی
الا ای یوسف مصری که کردت سلطنت مغرور | پدر را باز پرس آخر کجا شد مهر فرزندی
بسحر غمزهٔ فتان دوا بخشی و درد انگیز | بچین زلف مشک افشان دلاویزی و دلبندی
جهان پیر رعنا را مروت در جبلت نیست | ز مهر او چه میخواهی در و همت چه می بندی
همای چون تو عالی قدر و حرص استخوان تا کی | دریغ این سایهٔ دولت که بر نااهل افگندی
درین بازار اگر سودست با درویش خرسندست | خدایا منعمم گردان بدرویشی و خرسندی
دعای صبح و شام تو کلید گنج مقصودست | باین راه و روش میرو که با دلدار پیوندی

ز شعر حافظ شیرازی گویند و میرقصند
سیه چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی

سحرگه رهروی در سرزمینی — همی گفت این معما با قرینی

که ای صوفی شراب آنگه بود صاف — که در شیشه بماند اربعینی

گر انگشت سلیمانی نباشد — چه خاصیت دهد نقش نگینی

خدا زان خرقه بیزار است صدبار — که صد بت باشدش در آستینی

درونها تیره شد باشد که از غیب — چراغی برکند خلوت نشینی

مروت گرچه نامی بی نشان است — نیازی عرضه کن بر نازنینی

ثوابت باشد ای دارای خرمن — اگر رحمی کنی بر خوشه چینی

نمی بینم نشاط عیش در کس — نه درمان دلی نه درد دینی

اگرچه رسم خوبان تندخوییست — چه باشد گر بسازی با غمینی

در میخانه بگشا تا بپرسم — مآل حال خود از پیش بینی

نه همت را امید سربلندیست — نه دعوت را کلید آهنینی

نه حافظ را حضور درس قرآن
نه دانشمند را علم الیقینی

سحرم هاتف میخانه به دولتخواهی — گفت بازآی که دیرینهٔ این درگاهی

همچو جم جرعهٔ می کش که ز سر ملکوت — پرتو جام جهان بین دهدت آگاهی

با گدایان در میکده ای سالک راه
باادب باش گر از سر خدا آگاهی

بر در میکده رندان قلندر باشند
که ستانند و دهند افسر شاهنشاهی

خشت زیر سر و بر تارک هفت اختر پای
دست قدرت نگر و منصب صاحب جاهی

اگرت سلطنت فقر ببخشند ای دل
کمترین ملک تو از ماه بود تا ماهی

قطع این مرحله بی همرهی خضر مکن
ظلمات است بترس از خطر گمراهی

سر ما و در میخانه که طرف بامش
بفلک بر شده دیوار باین کوتاهی

تو در فقر ندانی زدن از دست مده
مسند خواجگی و مجلس توران شاهی

ای سکندر بنشین و غم بیهوده مخور
کز ببخشند ترا آب حیات از شاهی

حافظ خام طمع شرمی ازین قصه بدار
عملت چیست که مزدش دو جهان میخواهی

سلام الله ما کر اللیالی
علی ملک المکارم والمعالی

علی وادی الاراک و من علیها
و داری باللوی فوق الرمالی

دعاگوی غریبان جهانم
وادعو بالتواتر والتوالی

منال ای دل که در زنجیر زلفش
همه جمعیت است آشفته حالی

اموت صابرا یا لیت شعری
متی نسق البشیر عن الوصالی

فحبک راحتی فی کل حین | وذکرک مونسی فی کل حالی
سویدای دلِ من تا قیامت | مباد از سوز و سودای تو خالی
کجا یابم وصالِ چون تو شاهی | منِ بدنامِ رندِ لاابالی
ز خطت صد جمالِ دیگر افزود | که عمرت باد صد سالِ هلالی
بران نقاشِ قدرت آفرین باد | که گرد مه کشید از خط هلالی
بهر منزل که رو آرد خدا را | نگهدارش بلطفِ لایزالی
تو می باید که باشی ورنه سهل است | زیانِ مایهٔ جانی و مالی

خدا داند که حافظ را غرض چیست
و علم الله حسبی من سوالی

سلامی چو بوی خوش آشنائی | بدان مردم دیدهٔ روشنائی
درودی چو نور دلِ پارسایان | بدان شمع خلوتگه پارسائی
نمی بینم از همدمان هیچ برجا | دلم خون شد از غصه ساقی کجائی
ز کوی مغان رو مگردان که آنجا | فروشند مفتاح مشکل گشائی
عروس جهان گرچه در حدِ حسن است | ز حد می برد شیوهٔ بی وفائی
میِ صوفی افکن کجا می فروشند | که در تابم از دستِ زهد ریائی

رفیقان چنان عہدِ صحبت شکستند
کہ گوئی نبودست خود آشنائی

دلِ خستۂ من گرش ہمتے نیست
نخواہد ز سنگین دلان مومیائی

مرا گر تو بگذاری اے نفسِ طامع
بسے بادشاہی کنم در گدائی

بیاموزمت کیمیائے سعادت
ز ہمصحبتِ بد جدائی جدائی

مکن حافظ از جورِ گردون شکایت
چہ دانی تو اے بندہ کارِ خدائی

حرف القاف

سلیمیٰ منذ حلّت بالعراقِ
الاقی من نواہا ما الاقی

الا اے ساربانِ محملِ دوست
الیٰ رکبانکم طال اشتیاقی

بسازای مطربِ خوشخوان و خوشگوی
بشعرِ پارسی صوتِ عراقی

بیا ساقی بدہ رطلِ گرانم
سقاک اللہ من کاسٍ دہاقی

جوانی باز مے آرد بیادم
صدای چنگ و نوشانوشِ ساقی

مے باقی بدہ تا برفشانم
بیاران مست و خوشدل عمرِ باقی

درونم خون شد از نادیدنِ دوست
الا تعسًا لِایّامِ الفراقِ

دمے با نیک خواہان متفق باش
غنیمت دان امورِ اتفاقی

مسیحائے مجرّد را برازد
کہ با خورشید سازد ہم وثاقی

عروسے بس خوشی اے دخترِ رز — ولے گہ گہ سزاوارِ طلاقی

ربیع العمر فی مرعیٰ حماکم — حماک اللہ یا عہد التلاقی

خرد در زندہ رود انداز و می نوش — بگلبانگ جوانانِ عراقی

نہانی الشیب من کل العذاری — سوئے تقبیل خد و اعتناقی

وصالِ دوستان نخون روزی ماست — بگو واعظ سخنہاے فراقی

مضت فرص الوصال وما شعرنا

بگو حافظ غزلہاے فراقی

سبت سلمیٰ بصدغیہا فوادی — و روحی کل یوم لی ینادی

خدارا بر منِ بیدل ببخشاے — و واصلنی علیٰ رغم الاعادی

امن انکرتنی عن حب سلمیٰ — غریق العشق فی بحر الودادی

نگارا در غمِ سوداے عشقت — توکلنا علے رب العبادی

دلِ حافظ شد اندر چینِ زلفت

بلیل مظلم واللہ ہادی

سینہ مالا مالِ درد است اے دریغا مرہمے — دل ز تنہائی بجان آمد خدارا ہمدمے

خیز تا خاطر بدان ترکِ سمرقندی دہیم — کز نسیمش بوے زلفِ حوریان آید ہمے

چشم آسایش که دارد زین سپهر گرم رو … ساقیا جامی بیاور تا بیاسایم دمی

زیرکی را گفتم این احوال خود خندید و گفت … صعب کاری بوالعجب دی پیشان عالمی

سوختم در چاه صبر از بهر آن شمع چگل … شاه ترکان غافل ست از حال ما کو رستمی

در طریق عشقبازی امن و آسایش خطاست … ریش باد آن دل که با درد تو جوید مرهمی

اهل کام و ناز را در کوی رندان راه نیست … رهروی باید جهانسوزی نه خامی بیغمی

آدم خاکی درین عالم نمی آید بدست … عالمی دیگر بباید ساخت از نو آدمی

گریهٔ حافظ چه سازد پیش استغنای دوست … کاندرین طوفان نماید هفت دریا شبنمی

لبش می بوسم و در میکشم می … به آب زندگانی برده ام پی

نه رازش میتوانم گفت باکس … نه کس را میتوانم دید با وی

گل از خلوت بباغ آورد مسند … بساط زهد را چون غنچه کن طی

بده جام می و از جم مکن یاد … که میداند که جم کی بود و کی کی

بزن بر چنگ چنگ ای ماه مطرب … رگش بخراش تا بخروشم از وی

چو چشمت مست را مخمور مگذار … بیاد لعلش ای ساقی بده می

نجوید جان ازان قالب جدائی … که باشد خون جامش در رگ و پی

لبش می بوسم وخون می خورم جام | رخش می بینم وگل می کند خوے

چو مرغِ باغ میگوید کہ ہو ہو | مدہ از دست جامِ بادہ ہۓ ہۓ

چو مجنون درپے دیدارِ لیلی | ببایدگشتن اے دل گرد ہر حۓ

تو با سلطانِ گل خوش باش و می نوش | غنیمت دان خلاصِ ہمن از دے

زبانت درکش اے حافظ زمانے
حدیثِ بے زبان رابشنو از نے

شہریست پر ظریفان از ہر طرف نگارے | یاران صلاے عشقست گر میکنید کارے

چشمِ فلک ندیدہ زین خوبتر حریفے | در دامِ کس نیفتد زین خوبتر شکارے

اے روی خوبت از گل صد بار نازنینی | یارب کہ رہ نیابد بر دامنِ تو خارے

چشمے کہ دیدہ باشد جسمے زجان مرکب | بر دامنش مبادا زین خاکدان غبارے

چون من شکستہ را از پیشِ خود چہ رانی | کم غایتِ تمنا بوسی ست یا کنارے

مے بےغش ست بشتاب وقتے خوش ست دریاب | سالِ دگر کہ دارد امیدِ نوبہارے

چون این گرہ کشایم وین راز چون نمایم | دردے وصعب دردے کارے و سخت کارے

ہزار موے حافظ در دستِ ترک شوخیست
مشکل توان نشستن در اینچنین دیارے

صبا تو نکهت آن زلف مشکبو داری
بیادگار بمانی که بوی او داری

دلم که گوهر اسرار حسن و عشق دروست
توان بدست تو دادن گرش نکو داری

دران شمائل مطبوع هیچ نتوان گفت
جز این قدر که رقیبان تندخو داری

نوای بلبلت ای گل کجا پسند افتد
که گوش هوش بمرغان هرزه گو داری

زجرعهٔ تو سرم مست گشت نوشت باد
خود از کدام خمست این که در سبو داری

قبای حسن فروشی ترا برازد و بس
که همچو گل همه آئین رنگ و بو داری

زمانه گر همه مشک ختن دهد برباد
فدای تو که خط و خال مشکبو داری

دم از ممالک خوبی چو آفتاب زدن
ترا رسد که غلامان ماهرو داری

بسرکشی خود ای سرو جویبار مناز
که گر باو رسی از شرم سر فرو داری

دعاش گفتم و خندان بزیر لب میگفت
که کیستی تو و با ما چه گفتگو داری

ز کنج مدرسه حافظ مجوی گوهر عشق
قدم برون نه اگر میل جستجو داری

صبح ست و ژاله میچکد از ابر بهمنی
برگ صبوح ساز و بزن جام یکمنی

در بحر مائی و منی افتاده ام بیار
می تا خلاص بخشدم از مائی و منی

خون پیاله خور که حلال ست خون او
در کار یار کوش که کاریست کردنی

گر صبحدم خمار ترا درد سر دهد / پیشانیِ خمار همان به که بشکنی

ساقی بهوش باش که غم در کمینِ ماست / مطرب نگاه دار همین ره که میزنی

مے ده که سر بگوشِ من آورد چنگ و گفت / خوش باش و پند بشنو ازین پیرِ منحنی

ساقی بهبے نیازیِ یزدان که مے بیار / تا بشنوی ز صوتِ مغنی هو الغنی

حافظ نهالِ قدِ تو در جویبارِ چشم / خون خورد و بر نشاند تو خواهی که بر کنی

طفیلِ هستیِ عشقند آدمی و پری / ارادتے بنما تا سعادتے ببری

چو مستعدِ نظر نیستی وصال مجوے / که جامِ جم ندهد سود وقتِ بے بصری

مے صبوح و شکرخوابِ صبحدم تا چند / بعذرِ نیم شبی کوش و نالهٔ سحری

ببوے زلف و رخت می روند و می آیند / صبا بغالیه سائی و گل بجلوه گری

بکوش خواجه و از عشق بے نصیب مباش / که بنده را نخرد کس بعیبِ بے هنری

بیا و سلطنت از ما بخر بمایهٔ حسن / ازین معامله غافل مشو که حیف خوری

دعاے گوشه نشینان بلا بگرداند / چرا بگوشهٔ چشمے بما نمے نگری

مرا ازین ظلمات آنکه رهنمائی کرد / دعاے نیم شبی بود و گریهٔ سحری

ز هجر و وصلِ تو در حیرتم چه چاره کنم / نه در برابرِ چشمی نه غائب از نظری

طریقِ عشق طریقِ عجب خطرناکست
نعوذ باللہ اگر رہ بمانے ببری

ہزار جانِ گرامی بسوخت زین غیرت
کہ ہر صباح و مسا شمعِ مجلسِ دگری

چو ہر خبر کہ شنیدم رہے بحیرت داشت
ازین سپس من و ساقی و وضعِ بیخبری

بیمنِ ہمتِ حافظ امید ہست کہ باز
ارے اسامر لیلای لیلۃ القمری

عمر بگذشت بہ بیحاصلی و بوالہوسی
اے پسر جامِ میم دہ کہ بپیری برسی

چہ شکرہاست درین شہر کہ قانع شدہ اند
شاہبازانِ طریقت بہ شکارِ مگسی

بال بکشا و صفیر از شجرِ طوبےٰ زن
حیف باشد چو تو مرغیکہ اسیرِ قفسی

کاروان رفت و تو در راہِ کمینگاہ بخواب
وہ کہ بس بیخبر از غلغلِ بانگِ جرسی

دوش در خیلِ غلامانِ درش میرفتم
گفت کاے بیکسِ بیچارہ تو یارِ چہ کسی

تا چو مجمر نفسے دامنِ جانان گیرم
دل برآتش بنہادم زپے خوش نفسی

لمع البرق من الطور و آنست بہ
فلعلّی لک آتی بشہاب قبسی

با دلِ خون شدہ چون نافہ خوشش باید بود
ہر کہ مشہورِ جہان گشتہ بہ مشکین نفسی

چند پوید بہوائے تو زہر سو حافظ
یسر اللہ طریقاً بک یا ملتمسی

کتبت قصة شوقی و مدمعی باکی
بیا که بی تو بجان آمدم ز غمناکی

بسا که گفته‌ام از شوق با دو دیده خویش
ایا منازل سلمی واین سلماکی

عجیب واقعه و بس غریب حادثه ایست
انا اصطربت قتیلا و قاتلی شاکی

کرا رسد که کند عیب دامن پاکت
که همچو قطره که بر برگ گل چکد پاکی

ز خاک پای تو داد آبروی لاله و گل
چو کلک صنع رقم زد ز آبی و خاکی

صبا عبیرفشان گشت ساقیا برخیز
وهات شمسة کرم مطیب زاکی

اثر نماند ز من بی شمائلت آری
اری مآثر محیای من محیاکی

دع التکاسل تغنم فقد جری مثل
که زاد راهروان چستی است و چالاکی

بآبروی گل و خاک پای سرو که نیست
چنین بدیع جمالی ز آبی و خاکی

ز وصف حسن تو حافظ چگونه لاف زند
که چون صفات الهی ورای ادراکی

گفتند خلائق که تویی یوسف ثانی
چون نیک بدیدم بحقیقت به از آنی

در عشق توام شهره چو فرهاد و عجب نیست
ای خسرو خوبان که تو شیرین زمانی

تشبیه دهانت نتوان کرد به غنچه
هرگز نبود غنچه باین تنگ دهانی

صد بار بگفتی که دهم زان دهنت کام
چون سوسن آزاد چرا جمله زبانی

گفتی که دهم کامت و جانت بستانم ‌ ‌ ترسم ندهی کامم و جانم بستانی

چشمِ تو خدنگ از سپر جان گذرانید ‌ ‌ بیمار که دیده است باین سخت کمانی

چون اشک بیندازیش از دیدهٔ مردم ‌ ‌ آن را که دمے از نظرِ خویش برانی

گر سرو بماند از قد و رفتارِ تو پاے ‌ ‌ بخرام که از سرو گذشتی بروانی

در راهِ تو عاشق چو قلم کرد ز سر پاے ‌ ‌ چون نامه چرا یکدمش از لطف نخوانی

از پیش مران حافظِ غمدیدهٔ خود را ‌ ‌ کز عشقِ رخت داد دل و دین و جوانی

که بر درِ شاهان زمین گدا ایمی ‌ ‌ که بکوے می فروشان دو هزار جم بجامی

اگر این شراب خام ست اگر آن حریف پخته ‌ ‌ بهزار بار بهتر ز هزار پخته خامی

شده ام خراب بدنام و هنوز امیدوارم ‌ ‌ که ز مدد خلاص یابم بدعاے نیکنامی

تو که کیمیا فروشی نظرے بقلبِ ما کن ‌ ‌ که بضاعتے نداریم و فکنده ایم دامی

بکجا برم شکایت بکه گویم این حکایت ‌ ‌ که لبت حیاتِ ما بود و نداشتی دوامی

عجب از وفاے جانان که تفقدے نفرمود ‌ ‌ نه بنامه و پیامے نه بپرسش و سلامی

بروید پارسایان که نماند پارسائی ‌ ‌ مے ناب در کشیدیم و نماند ننگ و نامی

ز رهم میفکن ای شیخ تو بدانهاے تسبیح ‌ ‌ که چو مرغ زیرک افتد نفتد بهیچ دامی

سر خدمتِ تو دارم بخرم بہیچ مفروش | گر چو بندہ کمتر افتد بمبارکے غلامے

بکشاے تیرِ مژگان و بریز خونِ حافظ
کہ چنان کشندہ را نکند کس انتقامے

مخمورِ جامِ عشقم ساقی بدہ شرابے | پُر کن قدح کہ بے مَے مجلس ندارد آبے

عشقِ رخِ چو ماہش در پردہ راست ناید | مطرب بزن نوائے ساقی بدہ شرابے

شد قامتم چو حلقہ تا بعد ازین رقیبت | زین در دگر نراند ما را بہیچ بابے

چون آفتابِ رویش در دیدہ می نگنجد | اے دل چہ سود داری در دیدہ اضطرابے

در انتظارِ رویت ما و امیدواری | وز عشوۂ لبانت او خیال و خوابے

دستِ غرض میالاے بر کاسۂ گدائی | انجامِ کار نبود از وے امید نابے

حافظ چہ می نہی تو دل بر وصالِ جانان
کے تشنہ سیر گردد از لمعۂ سرابے

می خواہ و گل افشان کن از دہر چہ میجوئی | این گفت سحرگہ گل بلبل تو چہ میگوئی

مسند بگلستان بر تا شاہد و ساقی را | لب گیری و رخ بوسی مے نوشی و گل بوئی

شمشاد خرامان کن آہنگِ گلستان کن | تا سرو بیاموزد از قدِ تو دلجوئی

تا غنچۂ خندانت دولت بکہ خواہد بود | ای شاخِ گل رعنا از بہر کہ مے روئی

امروز که بازارت پرجوش خریدارست — دریاب و بنه گنجے از مایهٔ نیکوئی

آن طره که هر مویش صد نافهٔ چین ارزد — خوش بودے اگر بودے بوئیش ز خوشخوئی

چون شمع نکوروئی در رهگذرت بادست — طرف هنرے بربند از طور نکوروئی

هر مرغ بدستانے در گلشن شاد آمد
بلبل بنوا سازی حافظ بدعا گوئی

نسیم صبح سعادت بدان نشان که تو دانی — خبر بکوی فلان بر بدان زبان که تو دانی

تو پیک حضرت شاهی مراد و دیده براه است — بمردمی نه بفرمان چنان بران که تو دانی

بگو که جان ضعیفم ز دست رفت خدارا — ز لعل روح فزایت بخش زان که تو دانی

من این دو حرف نوشتم چنان که غیر ندانست — تو هم ز روی کرامت چنان بخوان که تو دانی

خیال تیغ تو با من حدیث تشنه و آبست — اسیر عشق خود کردی بکش چنان که تو دانی

امید در کمر زرکشت چگونه نه بندم — دقیقه ایست نگارا دران میان که تو دانی

یکیست ترکی و تازی درین معامله حافظ
حدیث عشق بیان کن بهر زبان که تو دانی

نو بهارست دران کوش که خوشدل باشی — که بسے گل بدمد باز و تو در گل باشی

چنگ در پرده همی میدهدت پند و لے — وعظت آنگاه دهد سود که قابل باشی

من نگویم که چه کن با که نشین و چه بنوش — که تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی

در چمن هر ورقی دفتر حالی دگر است — حیف باشد که ز حال همه غافل باشی

گر چه راهیست پر از بیم ز ما تا بر دوست — رفتن آسان بود ار واقف منزل باشی

نقد عمرت ببرد غصهٔ دنیا بگزاف — گر شب و روز درین قصهٔ باطل باشی

حافظا گر مدد از بخت بلندت باشد
صید آن شاهد مطبوع شمائل باشی

نور خدا نمایدت آینهٔ مجردی — از در ما درآ اگر طالب عشق سرمدی

باده بده که دوزخ از نام گناه ما برد — آب بر آتش زند معجزهٔ محمدی

شعبده بازیی کنی هر دم و نیست این روا — قال رسول ربنا ما انا من ادی

ار چه بعمد میکشی تیغ جفا بکین من — فکر نمیکنی مگر فی عمد مودی

گر تو باین جمال و فر سوی چمن کنی گذر — سوسن و سرو و گل تو جمله شوند مقتدی

نقش خودی ز لوح دل پاک کنی تو در زمان — گر ببری بجان و دل راه بکوی بیخودی

جان و دل تو حافظا بستهٔ دام از دوست
ای متعلق تجمل دم مزن از مجردی

نوش کن جام شراب یکمنی — تا بدان بیخ غم از دل برکنی

دل کشادہ دار چون جام شراب سر گرفتہ چند چون خمِ دنی

چون ز جام بیخودی رطلے کشی کم زنی از خویشتن لافِ منی

دل بمے بربند تا مردانہ وار گردنِ سالوس و تقوی بشکنی

خاک سان شو در قدم نہ ہمچو ابر جملہ رنگ آمیزی تردامنی

خیز جہدے کن چو حافظ تا مگر
خویش را در پاے معشوق افگنی

وقت را غنیمت دان آن قدر کہ بتوانی حاصل از حیات ای جان یکدم است تا دانی

پیش زاہد از رندی دم مزن کہ نتوان گفت با طبیبِ نامحرم حالِ دردِ پنہانی

با دعاے شبخیزان اے شکر دہان مستیز در پناہِ یک اسمست خاتمِ سلیمانی

کام بخشی دوران عمر در عوض دارد جہد کن کہ از عشرت کامِ خویش بستانی

یوسفِ عزیزم رفت اے برادران رحمے کز غمش عجب دیدم حالِ پیرِ کنعانی

میروی و مژگانت خونِ خلق می ریزند تند می روی جانا ترسمت فرومانی

پندِ عاشقان بشنو وز طرب بیا باز آ کاین ہمہ نمی ارزد شغلِ عالمِ فانی

زاہد پشیمان را شوق بادہ در جانست عاقلا مکن کارے کاورد پشیمانی

خم شکن نمیداند این قدر کہ صوفی را جنسِ خانگی باشد ہمچو لعلِ رمانی

گر تو فارغی از من ای نگار سنگین دل | حال خود بخواهم گفت پیش آصف ثانی
از درم درآمد مست میزنم بشادی دست | روشنی بما پیوست راستی بر امانی
باغبان چو من زینجا بگذرم حرامت باد | گر بجای من سروی غیر دوست بنشانی
دل ز ناوک چشمت گوشه داشتم لیکن | ابروی کماندارت میبرد بپیشانی

جمع کن باحسانی حافظ پریشان را
ای شکنج گیسویت مجمع پریشانی

هزار جهد بکردم که یار من باشی | قرار بخش دل بیقرار من باشی
دمی بکلبهٔ احزان عاشقان آئی | شبی انیس دل سوگوار من باشی
دران چمن که بتان دست عاشقان گیرند | گرت ز دست برآید نگار من باشی
چراغ دیدهٔ شب زنده دار من گردی | انیس خاطر امیدوار من باشی
چو خسروان ملاحت به بندگان نازند | دران میانه خداوندگار من باشی
ازان عقیق که خونین دلم ز عشوهٔ او | اگر کنم گله رازدار من باشی
شود غزالهٔ خورشید صید لاغر من | گر آهوی چو تو یکدم شکار من باشی
سه بوسه گر دو لبت کردهٔ وظیفهٔ من | اگر ادا نکنے وامدار من باشی
من این مراد ببینم بعمر خود که شبی | بجای اشک روان در کنار من باشی

من ار چه حافظِ شهرم جوی نمی ارزم
مگر تو از کرمِ خویش یارِ من باشی

هوا خواهِ توام جانان و میدانم که میدانی | که هم نادیده میدانی و هم ننوشته میخوانی
ملامتگو چه دریابد ز رازِ عاشق و معشوق | نبیند چشمِ نابینا خصوص اسرارِ پنهانی
ملک در سجدهٔ آدم زمین بوسِ تو نیت کرد | که در حسنِ تو چیزی یافت غیر از طورِ انسانی
خمِ زلفت بنامِ ایزد کنون مجموعهٔ دلهاست | مبادا این جمع را یارب غم از بادِ پریشانی
بیفشان زلف و صوفی را ببازی در رقص آور | که از هر رقعهٔ دلقش هزاران بت بیفشانی
دریغا عیشِ شبگیری که در خوابِ سحر بگذشت | بدان قدرِ وصال ای دل که در هجران فرومانی
ملول از همرهان بودن طریقِ کاردانی نیست | بکش دشواریِ منزل بیادِ عهدِ آسانی
گشادِ کارِ مشتاقان دران ابروی دلبندست | خدا را یک نفس با ما گره بگشا ز پیشانی
چراغ افروزِ چشمِ ما نسیمِ زلفِ خوبانست | مبادا این قوم را یارب غم از بادِ پریشانی
امید از بخت میدارم که بگشایم کمربندت | بآن شرطیکه خاطر را ازین مسکین نرنجانی

خیالِ چنبرِ زلفت فریبت میدهد حافظ
نگر تا حلقهٔ اقبالِ ناممکن نجنبانی

ن اقبال
ن نجنبانی

احمد الله علی معدلة السلطانی | احمد شیخ اویس حسن ایلخانی

خانِ بن خان شہنشاہِ شہنشاہ نژاد — آنکہ می زیبد اگر جانِ جہانش خوانی

دیدہ نادیدہ باقبالِ تو ایمان آورد — مرحبا اے بہمہ لطفِ خدا ارزانی

برشکن طرۂ ترکانہ کہ در کاکل تست — بخشش و کوشش قاآنی و چنگزخانی

ماہ اگر بے تو برآید بدو نیمش بزند — دولتِ احمدی و معجزۂ سلطانی

جلوۂ حسنِ تو دل می بُرد از شاہ و گدا — چشمِ بد دور کہ ہم جانی و ہم جانانی

گرچہ دوریم بیادِ تو قدح می نوشیم — بُعدِ منزل نبود در سفرِ روحانی

از گلِ فارسیم غنچۂ عیشے نشگفت — حبذا دجلۂ بغداد و مے ریحانی

اے نسیم سحری خاکِ رہِ یار بیار
تاکند حافظ ازان دیدۂ جان روحانی

زکوے یار می آید نسیمِ بادِ نوروزی — ازین باد ار مدد خواہی چراغِ دل برافروزی

چو گل گر خردۂ داری خدارا صرفِ عشرت کن — کہ قارون را غلطہا داد سودای زراندوزی

سخن در پردہ میگویم چو گل از پردہ بیرون آے — کہ بیش از پنج روزے نیست حکمِ میرِ نوروزی

مے دارم چو جان صافی و صوفی میکند عیبش — خدایا ہیچ عاقل را مبادا بختِ بدروزی

طریقِ کام جستن چیست ترکِ کامِ خود گفتن — کلاہِ سروری اینست گر این ترک بردوزی

جدا شد یارِ شیرینت کنون تنہا نشین اے شمع — کہ حکمِ آسمان اینست اگر سازے اگر سوزی

بعجب علم نتوان شد ز اسباب طرب محروم | بیا زاهد که جاهل را زیاده میرسد روزی
ندانم نوحهٔ قمری بطرف جویباران چیست | مگر او نیز همچون من غمی دارد شبا روزی

به بستان رو که از بلبل طریق عشق گیری یاد
بمجلس آی کز حافظ سخن گفتن بیاموزی

بچشم مهر اگر با من مهم را یک نظر بودی | از آن سیمین بدن کامم بخوبی همچو زر بودی
ز شوق افشاندمی هردم سری در پای جانانم | دریغا گر متاع من نه ازین مختصر بودی
اگر برقع برافکندی از آن روی چو مه روزی | مدام از نرگس مستش جهان پرشور و شر بودی
همش مهر آمدی بر من گر آن شاه خوبان را | گر از درد دل زارم یکی روزش خبر بودی
بوصلش گر مرا روزی ز هجران فرصتی بودی | مبارک ساعتی بودی چه خوش روزی اگر بودی

نگفتی کس بشیرینی چو حافظ شعر در عالم
اگر طوطی طبعش را ز لعل او شکر بودی

تمام شد
دیوان غزلیات
حافظ

ترکیب بند

شاہے کہ پناہِ ملک و دین ست
درخورد ہزار آفرین ست

نوبادۂ خاندانِ ملک ست
گلدستۂ بوستانِ دین ست

ہم نسلِ شہنشہ زمان ست
ہم نقدِ خلیفۂ زمین ست

آثار و دلائلِ سعادت
تابندہ چو نورش از جبین ست

در ملکِ جہان بفرِ شاہی
انصاف تو کوکبِ یقین ست

در خاتمِ قدر او نشستہ
فیروزۂ چرخ چون نگین ست

تیغش بمیانِ کفر و اسلام
سدیست ولیک آہنین ست

کلک از کفِ دستِ او ست دربار
شمشیر بہ بازوش سزاوار

ای سایۂ رحمتِ الٰہی
وی غنچۂ باغِ بادشاہی

ہرگز بشمائلِ تو سروی
آراستہ بوستانِ شاہی

ہم چرخِ جمال را تو مہری
ہم برجِ جلال را تو ماہی

درخواستہ از خدای بیچون
بختت بدعای صبحگاہی

بر نامِ تو مہر کردہ گردون
منشورِ ارادہ مر نواہی

برسلطنتِ تو بے تکلف
تمکینِ تو مے دہد گواہی
نامِ تو یقین کہ مے برآرد
آوازہ ز ماہ تا بماہی

گردون کہ لطیفہ ہا برآرد
درّ ے چو تو در صدف ندارد

اے خلعتِ ملک بر تو زیبا
وے غرّۂ دولت از تو غرّا
اے آمدہ نوعروسِ دولت
بر شکل و شمائلِ تو شیدا
انوارِ شکوہ و شہر یاری
از روے مبارکت ہویدا
بر قامتِ حشمتِ تو کوتاہ
این اطلسِ نیلگونِ والا
بگذشت صداى صیتِ عدلت
از سقفِ نہم رواقِ خضرا
بر شادیِ مجلسِ تو خورشید
ہر لحظہ کشیدہ جامِ صہبا
تا روے مبارکِ تو بیند
نرگس ہمہ دیدہ گشت عمدا
از بہرِ قبولیت ازین گوش
لولوے خوشاب گشتہ لالا

در قصرِ تو چرخ آستانے
کیوان بہ درِ تو پاسبانے

تا بار خداے بادیارت
جز عیش مباد ہیچ کارت

هر آرزوی که در دل آید … ایام نهاده در کنارت

توفیق رفیق در مهمّیت … تائید ندیم در یسارت

نصرت که مباد از تو خالی … در رزم کمینه دستیارت

آراسته چون بهشت گیتی … از کوششِ تیغ ابدارت

تا چرخ بپاست دور دورت … تا دهر بجاست کار کارت

جاوید ببون جاه و عزّت … با داهمه چیز برقرارت

آسوده چو حافظ اند خلقان … در سایهٔ بخت کامگارت

کارت همه حفظِ ملک و دین باد

تا باد همیشه اینچنین باد

ماهی چو تو آسمان ندارد … سروی چو تو بوستان ندارد

با روی تو آفتاب دیدم … نیک ست ولیکن آن ندارد

از حسنِ تو چون کنم عبارت … کز هیچ صفت نشان ندارد

حیران شده ام که هیچ وصفی … درخوردِ رخت بیان ندارد

مرغی که شوِ تو کرد پرواز … دیگر سرِ آشیان ندارد

هر دل که ز جان ندارد دوست … میدان بیقین که جان ندارد

از بهرِ دلم کدام تیرست — کابروے تو در کمان ندارد
چشمت نظرے بما نیند اخت — مستست و سرِ جهان ندارد
منظورِ شهنشه است وا زناز — پرواے شکستگان ندارد

سلطانِ زمانه ناصر الدین
شد معتصم بعزت و تمکین

ساقی اگرت هواے ماهے — جز باده میار پیشِ ما شے
سجاده و خرقه در خرابات — بفروش و بیار جرعهٔ مے
گر زنده دلی شنو ز مستان — در گلشنِ جان صدای ناے
با درد در آ بوے درمان — کونین نگر ز عشق لاشے
اسرارِ دلست درّهٔ عشق — بهتر ز هزار حاتمِ طے
سلطان صفت آن بتِ پریوش — مے آمد و خلقِ شهر از پے
مردم نگران بروے خویش — و ز شرم روان عرقش خوے
حافظ ز غمِ تو چند نالد — آخر دلِ من شکسته تا کے

با درد و غمِ تو یار باشم
ز عیشِ جهان کنار باشم

ترجیع بند

اے دادہ بباد دوستداری — این بود وفا و عہد یاری
آخر دلِ ریش درد مندم — تا چند بدستِ غم سپاری
از لطفِ تو حاصلے ندیدم — جز شیفتگی و بیقراری
ای جانِ عزیز بر ضعیفان — تا چند کنی جفا و خواری
ہر چند کہ سوختے بجورم — کردم منِ خستہ سازگاری
گفتم مگر از سرِ ترحم — دست از ستم و جفا بداری
چون نیست امید آن کہ روزے — بر عاشقِ خستہ رحمت آری

آن بہ کہ ز صبر رخ نتابم
باشد کہ مرادِ دل بیابم

ای ساقی از آن میِ شبانہ — در دہ دو سہ جام عاشقانہ
تا در سرِ من ز عقل باقیست — از دست مدہ مے مغانہ
بر داشتہ اند صوتِ داؤد — مرغانِ چمن ز آشیانہ
ای مطربِ با تو نیز یک دم — مگذار ز کف دف و چغانہ
بر گوے بیادِ وصلِ جانان — چون عود بسوز دل ترانہ

می نوش تو حافظا بشادی	تا چند خوری غم زمانه
ور نیست که آتش غم دل	در سینه همی کشد زبانه
چون نیست بهیچگونه پیدا	در پای فراق بی کرانه

آن به که ز صبر رخ نتابم
باشد که مراد دل بیابم

در سختی عشق اگر بمیرم	من دل ز غم تو برنگیرم
بشکست دل ماه و خور بگیرد	گر سوی فلک رسد نفیرم
پیوسته کمان ابروانش	از غمزه همی زند به تیرم
نتوان بقلم نوشت شوقش	گر پیر فلک شود دبیرم
پیر غم عشقم ارچه طفلم	طفل غم عشقم ارچه پیرم
دارم سر آنکه همچو سعدی	بنشینم و صبر پیش گیرم
چون کرد زمانه ستمگار	دور از تو به بند غم اسیرم

آن به که ز صبر رخ نتابم
باشد که مراد دل بیابم

ای غیرت لعبتان طناز	برقع ز رخ چو مه برانداز

تا من ز سرِ جهان بکلّی — برخیزم و توبه بشکنم باز

ای دوست ز رهگذارِ دیده — شد فاش میانِ مردمان راز

تا خود چه بود مرا سرانجام — در عشق چو هجر گرد آغاز

سرمایهٔ عمر داد برباد — هر کو بغمم توگشت انباز

در آتشِ عشق و هجر غم — می سوزدلا چو عود و ساز

حالی چو نمیدهد مرادست — بوسیدنِ پای آن سرافراز

آن به که ز صبر رخ نتابم

باشد که مرادِ دل بیابم

آن سرو سمنبرِ گل اندام — از عارضِ تو خجل مهِ شام

بازآی که هجر جانگداز است — برد از دلِ من قرار و آرام

از دانهٔ خال و دامِ زلفت — مرغِ دلِ من فتاده در دام

چون کام نشد بسعی حاصل — قانع شده ام بهجر ناکام

مائیم و غمِ فراق حالی — تا خود بکجا رسد سرانجام

جز محنت و درد گوییا نیست — دور از تو نصیبِ من بایام

مقصودِ وجود حافظا چیست — جز صحبتِ یار و باده و جام

حالے چونے شود مہیا | کام دلم از تو اے دلآرام

آن بہ کہ ز صبر رخ نتابم
باشد کہ مراد دل بیابم

ای راحتِ جانِ بیقرارم | امیدِ دلِ امیدوارم
شادم بغمت کہ در ہمہ حال | سوزِ غمِ تست سازگارم
تا رفتۂ از کنارم ای دوست | یک بارہ ز خویش بر کنارم
در آرزوِ وصالِ جانی | عمرے بفراق میگذارم
امشب بگذشت خواہد از دوش | طوفانِ سرشکِ اشکبارم
تا مرگ نگیردم گریبان | من دست ز دامنت ندارم
چون ہیچ نشد بسعی حاصل | کامِ دلِ خستۂ فگارم

آن بہ کہ ز صبر رخ نتابم
باشد کہ مرادِ دل بیابم

ای رخنہ غمِ تو مرہمِ دل | عشقِ تو انیس و محرمِ دل
زلفِ تو کمندِ گردنِ جان | لعلِ تو نگینِ خاتمِ دل
ابروے تو بود شحنۂ جان | چون چشمِ تو گشت حاکمِ دل

او در دل ما و ما در آتش | ما را غم اوست نے غم دل
نزدیک شد آنکه من بدوری | گیرم سر خویش یا کنم دل
حافظ چه شود اگر بیابی | نورے ز حضور عالم دل
چون ملک وصال او نگردد | آسان آسان مسلم دل

آن به که ز صبر رخ نتابم
باشد که مراد دل بیابم

ساقی نامه

سر فتنه دارد دگر روزگار | من و مستی و فتنهٔ چشم یار
همی ماندم از دور گردون شگفت | ولے نیست در وی مجال گرفت
فریب جهان قصهٔ روشن ست | ببین تا چه زاید شب آبستن ست
دلا در جهان دل منه زینهار | که کس بر سر دل نگیرد قرار
همان مرحله ست این بیابان دور | که گم شد درو لشکر سلم و تور
همان منزل ست این جهان خراب | که دیدست ایوان افراسیاب
کجا رای پیران لشکرکشش | کجا شیدهٔ ترک خنجرکشش
نه تنها شد ایوان و کاخش بباد | که کاخش ندارد کسے هم بیاد

چه خوش گفت جمشید با تاج و گنج
که یک جو نیرزد سرای سپنج

مغنی کجائی بگلبانگ رود
بیاد آور آن خسروانی سرود

بمستان نوید سرودے فرست
بیاران رفته درودے فرست

مغنی بزن چنگ بر ارغنون
ببر از دلم فکرِ دنیاے دون

مگر خاطرم یابد آسایشے
که نبود ز غم باوی آلایشے

مغنی بزن خسروانی سرود
بگو با حریفان بآوازِ رود

که از آسمان مژدهٔ فرصت ست
مرا بر عدو عاقبت نصرت ست

مغنی نواے طرب ساز کن
بقولِ غزل قصه آغاز کن

که بارِ غمم بر زمین دوخت پاے
بضربِ اصولم برآور ز جاے

مغنی ازین پرده نقشے برآر
ببین تا چه گفت از حرم پرده دار

چنان برکش آهنگِ این داوری
که ناهیدِ چنگی برقص آوری

مغنی دف و چنگ را ساز ده
بیارانِ خوش نغمه آواز ده

رہے زن که صوفی بحالت رود
بمستیِ وصلش حوالت رود

مغنی بیا با منت جنگ نیست
کفے بر دفے زن گرت چنگ نیست

شنیدم که چون غم رساند گزند
خروشیدنِ دف بود سودمند

مغنی کجائی که وقت گل ست
ز بلبل چمنها پر از غلغل ست

همان به که خونم بجوشش آوری
دم چنگ را در خروش آوری

مغنی بیا عود را ساز کن
نوآئین نوائے نو آغاز کن

بیک نغمه درد مرا چاره ساز
دلم نیز چون خرقه صدپاره ساز

مغنی کجائی که لطفے کنے
ز مے آتشے در دلم افگنے

برون آری از فکر خود یکدمم
بهم برزنی کار و بار غمم

مغنی کجائے نوائے بزن
بیکتائے او دوتائے بزن

چو خواهد شدن عالم از ما تهی
گدائے بسے به ز شاهنشهی

مغنی بگو قول و پرداز ساز
که بیچارگان را توئی چاره ساز

تو بنمائے راه عراقم بزود
که بگشایم از دیده صد زنده رود

مغنی بیا بشنو و کاربند
ز قول من این پند دانا پسند

چو غم لشکر آرد بیارا صفے
ز چنگ و رباب و ز نائی و دفے

مغنی تو سر مرا محرمی
زمانے به نے زن دم همدمی

بمے دور کن دولت گر غنیمت
دمے پیش دانا به از عالمیست

مغنی کجائی بزن بربطے
بیا ساقیا پر کن از مے بطے

که باهم نشینیم و عیشی کنیم ‏ ‏ دمی خوش برآریم و طیشی کنیم

مغنی ز اشعار من یک غزل ‏ ‏ باهنگِ چنگ آر اندر عمل

که تا وجد را کارسازی کنم ‏ ‏ برقص آیم و خرقه بازی کنم

باقبال دارای دیهیم و تخت ‏ ‏ ببین میوهٔ خسروانی درخت

که تمکینِ اورنگِ شاهی ازوست ‏ ‏ تن آسانیِ مرغ و ماهی ازوست

فروغِ دل و دیدهٔ مقبلان ‏ ‏ ولی نعمتِ جمله صاحبدلان

جهان دار و دین پرور و تاجور ‏ ‏ کزو تختِ جم گشت بازیب و فر

چگونه دهم شرحِ آثارِ او ‏ ‏ که عقل ست حیران در اطوارِ او

چو قدرِ وی از حدِّ حدّست بیش ‏ ‏ سر اندازم از عجز و تشویر پیش

برآرم باخلاص دستِ دعا ‏ ‏ کنم روی در حضرتِ کبریا

که یا رب بآلا و نعمای تو ‏ ‏ باسرارِ اسمای حسنای تو

بحقِ کلامت که آمد قدیم ‏ ‏ بحقِ رسول و بخلقِ عظیم

که شاهِ جهان باد فیروزبخت ‏ ‏ باقبال همواره با تاج و تخت

زمین تا بود مظهرِ عدل و جور ‏ ‏ فلک تا بود مرتعِ جدی و ثور

خدیوِ جهان شاهِ منصور باد ‏ ‏ غبارِ غم از خاطرش دور باد

بحمد الله ای خسرو جم نگین — شجاعی بمیدان دنیا و دین

بمنصوریت در جهان رفت نام — که منصور باشی بر اعدا مدام

فریدون شکوهی در ایوان بزم — تهمتن نبردی بمیدان رزم

فلک را گهر در صدف چون تو نیست — فریدون و جم را خلف چون تو نیست

نه تنها خراجت دهند از فرنگ — که مهراج باجت فرستد ز زنگ

اگر ترک و هندست و گر روم و چین — چو جم جمله داری بزیر نگین

همائیست چترت همایون نظر — که دارد بسیط زمین زیر پر

بجای سکندر بمان سالها — بدانا دلی کشف کن حالها

چو دریای وصفت ندارد کنار — ثنا را کنم بر دعا اختصار

ز نظم نظامی که چون گنج کهن — ندارد چو او هیچ زیبا سخن

بیارم بتضمین سه بیت متین — که نزد خرد به ز در ثمین

زان بیشتر کاوری در ضمیر — ولایت ستان باش و آفاق گیر

زمان تا زمان از سپهر بلند — بفتح دگر باش فیروزمند

زان می که جان دارد هوش باد
مرا شربت و شاه را نوش باد

بیا ساقی آن آبِ آتش خواص ‌ ‌ ‌ ‌ بمن ده که تا یابم از غم خلاص

فریدون صفت کاویانی علم ‌ ‌ ‌ ‌ برافرازم از پشتی جام جم

بیا ساقی این نکته بشنو ز نے ‌ ‌ ‌ ‌ که یک جرعه مے به ز دیهیم کے

دم از سیرِ این دیر دیرینه زن ‌ ‌ ‌ ‌ صلائے بشاهانِ پیشینه زن

بیا ساقی آن کیمیاے فتوح ‌ ‌ ‌ ‌ که با گنجِ قارون دهد عمرِ نوح

بده تا برویت کشاید باز ‌ ‌ ‌ ‌ درِ کامرانی و عمرِ دراز

بیا ساقی آن ارغوانی قدح ‌ ‌ ‌ ‌ که یابد ز فیضش دل و جان فرح

بمن ده که از غم خلاصم دهد ‌ ‌ ‌ ‌ نشانِ رهِ بزمِ خاصم دهد

بیا ساقی آن مے که جان پرورست ‌ ‌ ‌ ‌ دلِ خسته را همچو جان درخورست

بده کز جهان خیمه بیرون زنم ‌ ‌ ‌ ‌ سراپرده بالاے گردون زنم

بیا ساقی آن مے که حال آورد ‌ ‌ ‌ ‌ کرامت فزاید کمال آورد

بمن ده که بس بیدل افتاده ام ‌ ‌ ‌ ‌ وزین هر دو بیحاصل افتاده ام

بیا ساقی آن آبِ اندیشه سوز ‌ ‌ ‌ ‌ که گر شیر نوشد شود بیشه سوز

بده تا روم بر فلک شیر گیر ‌ ‌ ‌ ‌ بهم بر زنم دامِ این گرگ پیر

بیا ساقی آن بکرِ مستورِ مست ‌ ‌ ‌ ‌ که اندر خرابات دارد نشست

بمن ده که بدنام خواهم شدن ‌‌‌‌‌‌‌‌ مرید مے و جام خواهم شدن

ساقی نامه

بیا ساقی آن مے که حور بهشت ‌‌‌‌ عبیر ملائک دران می سرشت
بده تا بخورے برآتش کنم ‌‌‌‌ دماغ خرد را دمے خوش کنم
بیا ساقی آن مے که تیزی کند ‌‌‌‌ بباغ دلم مشک بیزی کند
بده تا بنوشم بیاد کسے ‌‌‌‌ که هست از غمش در دلم خون بسے
بیا ساقی از مے ندارم گزیر ‌‌‌‌ بیک جام باقی مرا دست گیر
که از دور گردون بجان آمدم ‌‌‌‌ روان سوے دیر مغان آمدم
بیا ساقے از کنج دیر مغان ‌‌‌‌ مشو دور کانجاست گنج روان
درت شیخ گوید مرو سوے دیر ‌‌‌‌ جوابش چه گوئی بگو شب بخیر
بیا ساقی آن جام صافی صفت ‌‌‌‌ که بر دل کشاید در معرفت
بده تا صفاے درون آردم ‌‌‌‌ دمے از کدورت برون آردم
بیا ساقی آن آتش تابناک ‌‌‌‌ که زردشت میجویدش زیر خاک
بمن ده که در کیش رندان مست ‌‌‌‌ چه دنیا پرست و چه آتش پرست
بیا ساقی اکنون که شد چون بهشت ‌‌‌‌ ز روی تو این بزم عنبر سرشت

خذ الجام لاتخش فیه الجناح | که در باغ جنت بود می مباح
بیا ساقی آن جام یاقوت وش | که بر دل گشاید در وقت خوش
بده وین نصیحت ز من گوش کن | جهان جمله هیچیست می نوش کن
بیا ساقی از بیوفائی عمر | ببین وز مے کن گدائی عمر
که مے عمر باقی ببخشد ابدیت | درے هر دم از غیب بگشایدت
بیا ساقی از مے طلب کام دل | که بے مے ندارم من آرام دل
گر از هجر جان تن صبوری کند | دل از مے تواند که دوری کند
بیا ساقی این چه باشی که دهر | بر آنست کت خون بریزد بقهر
درین خونفشان عرصهٔ رستخیز | تو خون صراحی بساغر بریز
بیا ساقی از من مکن سرکشی | که از خاک آخر نه از آتشی
قدح پر کن از می که می خوش بود | خصوصا که صافی و بیغش بود
بیا ساقی آن راح ریحان نسیم | بمن ده که نه زر بماند نه سیم
زرے را که بیشک تلف در پیست | بمی ده که درمان دلها میست
بیا ساقی آن بادهٔ لعل صاف | بده تا کی این شید و تزویر و لاف
ز تسبیح و خرقه ملولم مدام | بمے رهن کن هر دو را والسلام

بیا ساقی آن بادهٔ روح بخش / بده تا نشینم بر پشت رخش
تهمتن صفت رو بمیدان کنم / بکام دل آهنگ جولان کنم
بیا ساقی از من برو پیش شاه / بگویش ز من کای شه جم کلاه
دلِ بینوایانِ مسکین بجوی / پس انگاه جام جهان بین بجوی
بیا ساقی آن می که زان جام جم / زند لافِ بینائی اندر عدم
بمن ده که باشم بتائید جام / چو جم آگه از سر عالم تمام
بیا ساقی آن جام پرکن ز می / که گویم ترا حالِ کسری و کی
بمستی توان دُرّ اسرار سفت / که در بیخودی راز نتوان نهفت
بیا ساقی آن می که حکمت ز جام / بکیخسرو و جم فرستد پیام
بده تا بگویم باواز نی / که جمشید کی بود و کاوس کی
بیا ساقی آن می که شاهی دهد / بپاکی او دل گواهی دهد
بمن ده که تا گردم از عیب پاک / خرامم بعشرت به تیره مغاک
بیا ساقی آن جام چون مهر و ماه / بده تا زنم بر فلک بارگاه
چو شد باغ روحانیان مسکنم / درینجا چرا تخته بندِ تنم
بیا ساقی آن جام چون سلسبیل / که دل را بفردوس باشد دلیل

بدستم ده و روی دولت ببین — خرابم کن و گنج حکمت ببین

بیا ساقی از باده های کهن — ز جامم پیاپی مرا مست کن

چو مستم کنی از می بی غشت — بمستی بگویم سرود خوشت

اگر همچو جم جام گیری بدست — ببینی در آن آینه هر چه هست

بمستی در پارسائی زنی — دم خسروی در گدائی زنی

که حافظ چو مستانه سازد سرود — ز چرخش دهد زهره آواز رود

تباشیر صبح از طبقهای نور — بگوش آیدم هر دم از لفظ حور

بیا تا خرد را قلم در کشیم — ز مستی بعالم علم در کشیم

ز جام دمادم دمی دم زنیم — ز می آب بر آتش غم زنیم

یک امروز باید گری می خوریم — چو فرصت نباشد دگر کی خوریم

که آنها که بزم طرب ساختند — ببزم طرب هم نپرداختند

ازین دامگه دیر بادی مغاک — برفتند و بردند حسرت بخاک

باین تخت فیروزه فیروز کیست — ز ایام عمر آنکه بهروز کیست

دریغا جوانی که بر باد شد
خنک آنکه از عالم آزاد شد

بده ساقیا مے کہ تا دم زنیم ۔ قلم بر سر ہر دو عالم زنیم
سبک باش و رطل گرانم بده ۔ وگر ناکشش نتوان نہانم بده
کز این چرخ و این انجم آبنوس ۔ بسے یاد دارد چو بہرام و طوس
بسے کو زدے کوس بر پشت پیل ۔ زدندش بناکام طبل رحیل
جز این مرکز ہفت پرکار نیست ۔ جز این ہفت پرکار پرکار نیست
تو در خانۂ ششدری ششدرے ۔ کہ او ماندہ تا بنگری بگذرے
بر ایوان شش طاق خضرا نشین ۔ بمنزل گہ جان نشیمن گزین
بده ساقی آن آب آتش نشان ۔ از آن پیش کز ما نیابی نشان
کہ در آتش ست این دل روشنم ۔ ہمانا کہ آبے بر آتش زنم
کہ فیروز فرخ منوچہر چہر ۔ شنیدم کہ در عہد بوزرجمہر
نوشتہ ست بر جام نوشیروان ۔ کہ بفزای از جام نوشین روان
اگر پور زالی وگر پیر زال ۔ بدستان نمانی شوی پایمال
ز من بشنو اے پیر آموزگار ۔ مکن تکیہ بر گردش روزگار
کز این منزل دو جای غم ست ۔ درین داغگہ شادمانی کم ست
بده ساقی آن لعل یاقوت رنگ ۔ کہ بردار ز رخ لعل یاقوت رنگ

روان دردہ آن می چو آب روان — نه آب روان کافتاب عیان
شهانیکه اینجا نشستند شاد — برفتند واز کس نکردند یاد
کدامست جام جم و جم کجاست — سلیمان کجا رفت و خاتم کجاست
کرمیداند از فیلسوفان کسے — کہ جمشید کے بود و کاوس کے
چو سوے عدم گام برداشتند — درین بقعه جز نام نگذاشتند
چه بندی دل اندر سپنجی سرای — که چون بگذری باز نائی بجاے
دران بستن دل ز دیوانگیست — باو آشنائی ز بیگانگیست
درین دار ششدر نیابی تو کام — مجال مجال و مقام مقام

بروسطے کن این هفت طومار را
قلم درکش این هفت پرگار را

بده ساقی آن آب آتش خواص — کزان بلکه یابم ز آتش خلاص
برین سقف نه پایه شش رواق — توان زد بیک جام می چار طاق
درین ده گروهے سیاوش وشند — که پیران ده را باتش کشند
اگر عاقلے خیز دیوانه شو — مرز آب خود خاک میخانه شو
دمے از دل زنی دردی دردکش — دم گرم خواهی دم سرد کش

سپے کارِ دانانِ ہشیار زن — رہِ دُردنوشانِ خمّار زن

مشو قیدِ این دیرِ خاکی مغاک — کہ ناگہ دہد جسم بادت چو خاک

بدہ ساقی آن جوہرِ روح را — دوائے دلِ ریشِ مجروح را

کہ دوران چو جام از کفِ جم ربُود — اگر عالمے باشدش زان چہ سود

چو بنیادِ عمرست ناپایدار — بنقدِ این نفس را غنیمت شمار

کسے را کہ دستت رسد دستگیر — کہ فردا ہمان باشدت دستگیر

مشو دادگستر کہ ناگہ بمرد — نگر اے برادر کہ با خود چہ برُد

تو نیز آنچہ کاری ہمان بدروی — چنان کآمدی باز بیرون روی

رہائی نیابد کس از شیبِ خاک — کہ بر خاک نشست از روی خاک

باین حقّہ سبز چندین مناز — کہ ہم مہرہ بازست و ہم حقہ باز

بدہ ساقی آن آبِ افسردہ را — بیا زندہ ساز این دلِ مردہ را

کہ ہر پارہ خشتے کہ بر منظریست — سرِ کیقبادے و اسکندریست

ہر آن گل کہ در بوستانے بود — مہِ عارضِ دلستانے بود

ہر آن شاخ سروے کہ در گلشنیست — قدِ دلبرے زلفِ سیمین تنیست

شنیدم کہ شوریدۂ می پرست — بخمخانہ میگفت جامے بدست

کہ یابد ازین کرسے زرنشان   باین سفرہ بیرون ز دونان و نان

بجز خونِ شاہان درین طشت نیست   بجز خاکِ خوبان درین دشت نیست

کہ ہر کس درین دور گردون بود   ز گردون درونش پُر از خون بود

بدہ ساقی آن تلخ شیرین گوار   کہ شیرین بود بادہ از دستِ یار

کہ دارا کہ دارای آفاق بود   بدارندگی در جہان طاق بود

چو زین دارِ ششدر برون برد رخت   نبودش بجز گور و تابوتِ تخت

اگر ہوشمندی بیا بادہ نوش   چو نوشی دمے بادہ آئی بہوش

کہ این طغرلِ آبنوسی قفس   نیفتد ازین دانہ در دام کس

درِ خاک روبانِ میخانہ کوب   رہِ میفروشانِ میخانہ روب

مگر آبِ آتش خواص دہند   بمستی ز ہستی خلاص دہند

بجامے برون آورندت ز خویش   بوحدت رسی پردہ افتد ز پیش

کہ حافظ چو در عالمِ جان رسید   چو از خود برون شد بجانان رسید

من ار زانکہ گردم بمستی ہلاک   بآئینِ مستان بریدم بخاک

بتابوتے از چوبِ تاکم کنید   براہِ خرابات خاکم کنید

بآبِ خرابات غسلم دہید   پس انگاہ بر دوشِ مستم نہید

مریزید بر گور من جز شراب | میارید در ماتم جز رباب
دلیکن بشرطیکه در مرگ من | نالد بجز مطرب و چنگ زن

تو خود حافظا سر زمستی متاب
که سلطان نخواهد خراج از خراب

مثنوی

الا ای آهوی وحشی کجائی | مرا با تست بسیار آشنائی
دو تنها و دو سرگردان بیکس | دو راه اندر کمین از پیش و از پس
بیا تا حالِ یکدیگر بدانیم | مراد ہم بجوئیم ار توانیم
که می بینم درین دشتِ مشوش | چراگاہے ندارم خرم و خوش
که خواہد شد بگوئید ای حبیبان | رفیقِ بیکسان یار غریبان
مگر خضر مبارک پے درآید | زمین ہمتش این رہ سر آید
مگر وقتِ عطا پروردن آمد | که فالم لا تذرنی فرداً آمد
که روزے رہروے در سرزمینے | ہمیگفت این معما با قرینے
کہ ای سالک چه در انبانه داری | بیا دامے بنه گر دانه داری
جوابش داد گفتا دانه دارم | ولے سیمرغ میباید شکارم

بگفتا چون بدست آری نشانش ۔ کہ او خود بی نشان ست آشیانش
چو آن سرو روان کاروانی ۔ ز ملک دیدہ میکن پاسبانی
مدہ جام می و پای گل از دست ۔ دلے غافل مشو از چرخ بدست
لب سرچشمہ و بر طرف جوئے ۔ نم اشکے و با خود گفتگوئے
بیا در رفتگان و دوستداران ۔ توافق کن تو با ابر بہاران
چو نالان آیدت ابر روان پیش ۔ مدد بخشش ز آب دیدہ خویش
مگر آن ہمدم دیرین مدارا ۔ مسلمانان مسلمانان خدارا
چنان بیرحم زد تیغ جدائی ۔ کہ گوئی خود نبودہ است آشنائی
برفت و طبع خوش باشم حزین کرد ۔ برادر با برادر کے چنین کرد
مگر خضر مبارک پے تواند ۔ کہ این تنہا بآن تنہا رساند
نیاز من چہ وزن آرد بدین ساز ۔ کہ خورشید غنی شد کیسہ پرداز
تو گوہر بین و از خر مہرہ بگذر ۔ ز طرزے کان نگردد شہرہ بگذر
چو من ماہی کلک آرم بتحریر ۔ تو از نون و القلم می پرس تفسیر
مقامات نصیحت گو ہمین ست ۔ کہ حکم انداز ہجران در کمین ست
روان را با خرد درہم سرشتند ۔ وزان تخمے کہ حاصل بود کشتند

بیاور نکهتی زان طیب امید — مشام جان معطر ساز جاوید

کاین نافه ز چین جیب حورست — نه زان آهو که از مردم نفورست

درین وادی ز بانگ چنگ بشنو — که صد من خون مظلومان بیک جو

پر جبریل را اینجا بسوزند — بدامن کودکان آتش فروزند

سخن گفتن کرا یارست اینجا — تعالی الله چه استغناست اینجا

برو حافظ درین معرض مزن دم
سخن کوتاه کن والله اعلم

فی المقطعات

گرکسان قدر می بدانندی — شب نخفتند و زر فشاندندی

آنکها را ز چوب عود کنند — پاسبانان باد نشاندندی

پای هر خوشهٔ کنیزک ترک — بنشاندی کس اندی

قطعه

خسروا دادگرا شیردلا بحرکفا — ای کمال تو بانواع هنر ارزانی

همه آفاق گرفت و همه اطراف گشاد — صیت مسعودی و آوازهٔ شه سلطانی

گفته باشد مگرت ملهم غیب احوالم — اینکه شد روز سپیدم چو شب ظلمانی

در دو سال انچه بنید وختم از شاه و وزیر
همه بربود بیک دم فلک چوگانی

دوش در خواب چنان دید خیالم کہ سحر
گذر افتاد براصطبل شہم پنہانی

بستہ بر آخور او استر من جو میخورد
توبره افشاند بمن گفت مرا میدانی

ہیچ تعبیر نمیدانمش این خواب کہ چیست
تو بفرمائے کہ در فہم نداری ثانی

ایضاً

پادشاہا لشکر توفیق ہمراہ تواند
خیز گر بر عزم تسخیر جہان زہ میکنی

باچنین جاہ و جلال از پیشگاہ سلطنت
آگہی و خدمت دلہائے آگہ میکنی

بافریب این خم زنگار گون نیل خام
کار بر وفق مراد صبغة اللہ میکنی

انکہ دہ با ہفت و نیم آورد بس عدی نکرد
فرصتت باد اکہ ہفت و نیم را دہ میکنی

ایضاً

سال و فال و مال و حال و اصل و نسل و تخت و بخت
بادت اندر ہر دو گیتی برقرار و بر دوام

سال خرم فال نیکو مال وافر حال خوش
اصل ثابت نسل باقی تخت عالی بخت رام

ایضاً

شاہا مبشرے ز بہشتم رسیدہ است
رضوان سرے و حور وش و سلسبیل موے

خوش لفظ و پاک معنی و موزون و دلفریب
صاحب جمال و نازک و خوب و لطیفہ گوے

گفتم درین سراچه ز بهر چه آمدی	گفتا ز بهر مجلس شاه غریب جوی
اکنون ز صحبت من مفلس بجان رسید	نزدیک خویش خوانش و کام دلش بجوی

در شکایت قاضی و حاکم گوید

آن کیست تا بحضرت سلطان ادا کند	کز جور چرخ گم شد و گوهر بها پدید
رندی نشسته بر سر سجادهٔ قضا	خیزی دگر بمرتبهٔ سروری رسید
آن رند گفت چشم و چراغ جهان منم	آن خیز گفت همچو منی در جهان که دید
ای آصف زمانه ز بهر خدا بگوی	با آن سگی که دولت او باد بر مزید
شاها روا مدار که مفعول من یراد	گردد بروزگار تو فعال ما یرید

ایضاً فی الشکایة

دل منه ای جان من بر وعدهٔ شاه و وزیر	کس نمیداند که کارش از کجا خواهد گشاد
رو توکل کن نمیدانی که نوک کلک من	نقش هر صورت که زد رنگی دگر بیرون فتاد
شاه هرموزم ندید و بی سخن صد لطف کرد	شاه یزدم دید و مدحش گفتم و هیچم نداد
کار شاهان این چنین باشد تو ای حافظ مرنج	داور روزی رسان توفیق نصرتشان دهاد

ایضاً

گفتند شعر من ز نفشه شکر باست	زان غیرت طبرزد کعب الغزال شد

با داد هانش تلخ که عیب نبات گفت — خاکش بسر که منکر آب زلال شد
آنکس که کور زاد ز مادر بعیب خویش — کے مشتری دلبر صاحب جمال شد

در تقاضاے وظیفه فرماید

بسمع خواجه رسان ای رفیق وقت شناس — بخلوتے که دران اجنبی صبا باشد
لطیفهٔ بمیان آر و خوش بخند انش — بنکتهٔ که دلش را دران رضا باشد
پس آنگھے ز کرم آن قدر بپرس لطف — که گر وظیفه تقاضا کنم روا باشد

فی الشکایة

ز دانش مطلقاً بے بهره باشد — که از دنیا بشادی بهره جوید
بود از شربت شادی صائم الدهر — که جلاب طرب از دهر جوید
کسے چون نوشدارو جوید از دهر — که امیّن نوشدارو زهر جوید

ایضاً

بلبل اندر ناله و گل خندهٔ خوش میزند — چون فسوزد دل که دلبر دروی آتش میزند
ناخوشیها دیده ام زان زاهد پشمینه پوش — من غلام مطربم کابریشم خوش میزند
زاهدا از تیر غمزه گانش حذر کردن چه سود — زخم پنهان چون بابروی کمان وش میزند

ایضاً

روح القدس آن سروش فرخ — از قبهٔ طارم زبرجد
میگفت سحرگهان که یارب — در دولت و حشمت مخلد
بر مسند خسروی بماناد — منصور مظفر محمد

ایضاً

تو نیک و بد خود هم از خود بپرس — چرا دیگرے بایدت محتسب
ز بد دور باش و به نیکی بکوش — مکن عمر ضائع بلهو و لعب
چو دانی که روزی دهندت خداست — مدار از طمع قلب را منقلب
و من یتق الله یجعل له — و یرزقه من حیث لا یحتسب

ایضاً

بگوش هوش شبے منهیے ندا درداد — ز حضرت احدی لا اله الا الله
که اے عزیز کسے را که خواریست نصیب — یقین بدان که نیاید بروز منصب و جاه
باب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد — گلیم بخت کسے را که بافتند سیاه

ایضاً

آن حبهٔ خضر اخور کز روی سبکروحی — هر کو بخورد یک جو بر سیخ زند سیمرغ
آن ذره که اعضا را در رولا اندازد — یک ذره و صد مستی یک حبه و صد سیمرغ

در نکوهش بد قولان گوید

سگ ان آدمی شرف دارد — کہ دل مردمان بیازارد
این سخن را حقیقتے باید — تا معانی بدل فرود آید
ادمی با تو دست در مطعوم — سگ بیرون آستان محروم
حیف باشد کہ سگ وفادارد — وآدمی دشمنی روا دارد

فی الشکایۃ

صاحبم دوش بادہ نفرستاد — آن خطا این خطاب مے ارزد
لعل دریا قوت جام اوگوئی — ملک مالک رقاب مے ارزد
قطعۂ پیش او فرستادم — کہ بصد خم شراب مے ارزد

ایضاً

اے باد صبا اگر توانی — از راہ وفا و مھربانی
از من خبرے ببر بیارم — کو سوختۂ تو در نہانی
می مرد ز اشتیاق و میگفت — اے بی تو حرام زندگانی

ایضاً

شراب لعل مروق بجام گفت کہ من — چہار گوہرم اندر چہار جاے مدام

ز مردم بر تاک و عقیق در شیشه — سهیل در چشم و آفتاب اندر جام

مرا حرام که گوید که وقت خوردن من — حلال زاده برون آید از نتاج حرام

در شکایت فرماید

ای معرا اصل عالی جوهرت از جعد حرص — وی مبرا ذات میمون اخترت از زرق و ریو

از بزرگی کی روا باشد که تشریفات را — از فرشته بازگیرد و آنگهی بخشد بدیو

مطایبه

سرای مدرسه و بحث علم و طاق و رواق — چه سود چون دل دانا و چشم بینا نیست

سرای قاضی یزد ار چه منبع فضل است — خلاف نیست که علم نظر در آنجا نیست

فی الوعظ

ای که از روزگار می طلبی — فرح و عیش و خرمی و طرب

فکر مال و منال و حشمت و جاه — همه بگذار و ساغری بطلب

فی التاریخ

بروز کاف و الف از جمادی الاولی — بسال ال و دگر نون جاجل الاطلاق

خدایگان سلاطین مشرق و مغرب — خدیو کشور لطف و کرم باستحقاق

سپهر حلم و حیا آفتاب جاه و جلال — جمال دنیی و دین شاه شیخ ابو اسحاق

گذاشت عرصهٔ میدانِ خود بتیغِ عدم | نهاد بر دلِ احبابِ خویش داغِ فراق

ایضاً

بروزِ شنبه سادس ز ماهِ ذی‌حجه | بسالِ هفصد و هشتاد از جهان ناگاه
ز شاهراهِ سعادت بباغِ رضوان رفت | وزیرِ کامل ابونصر خواجه فتح الله

ایضاً

آصفِ عهدِ زمان جانِ جهان تورانشاه | که درین مزرعه جز دانهٔ خیرات نکشت
ثانیِ هفته بُد و از مهِ صفر کاف و الف | که بگلشن شد و این خانهٔ پر دود بهشت
آنکه میلش سوی حق بینی و حق گوئی بود | سالِ تاریخ وفاتش طلب از میل بهشت

ایضاً

سرورِ اهلِ غنا شمعِ جمعِ انجمن | صاحبِ صاحبقران حاجی قوام الدین حسن
هفصد و پنجاه و چار از هجرتِ خیر البشر | مهر را جوزا مکان و ماه را خوشه وطن
سادسِ ماهِ ربیع الاول اندر نیمروز | روزِ آدینه بحکمِ کردگارِ ذو المنن
مرغِ روحش کان همای آسمانِ قدر بود | شد سوی دارِ بهشت آزاد از دارِ محن

ایضاً

مجدِ دین سرورِ سلطانِ قضا اسمٰعیل | که زدی کلکِ زبان آورش از شرعِ نطق

ناف ہفتہ بُد و از ماہِ رجب نہمے روز | کہ برون رفت ازین منزل بی ضبط و نسق
کنف رحمتِ حق منزلِ او دان آنگہ | سالِ تاریخ وفاتش طلب از رحمتِ حق

ایضاً

رحمان لایموت چو آن پادشاہ را | دید آنچنان کزو عملِ خیر لایفوت
جانش غریقِ رحمتِ حق کرد تا کند | تاریخ این معاملہ رحمٰن لایموت

فی التاریخ

اعظم قوام دولت و دین آنکہ بر درش | از بہرِ خاک بوس نمودے فلک سجود
با آن وجود و آن عظمت زیرِ خاک رفت | در نصفِ ماہ ذی القعدہ از عرصۂ وجود
تا کس امیدِ جود ندارد ز کس دگر | آمد حروفِ سالِ وفاتش امید جود

ایضاً

بلبل و سرو و سمن یاسمن و لالہ و گل | ہست تاریخِ وفاتِ شہ سنبل کاکل
خسرو روی زمین شاہ زمان بو اسحٰق | کہ بہ طلعت از نازو خندد بر گل
جمعہ بست و یکم ماہ جمادی الاولے | در سنین بود کہ پیوستہ شد از جزو بکل

تاریخ وفاتِ قاضی بہاء الدین رو گردان

بہاء الحق والدین طاب مثواہ | امامِ سنّت و شیخِ جماعت

چو میر رفت از جهان این بیت می خوانم | براهل فضل و ارباب براعت
بطاعت قرب ایزد میتوان یافت | قدم در نه گرت هست استطاعت
بدین دستور تاریخ وفاتش | برون شد از حروف قرب طاعت

ایضاً

آن میوهٔ بهشتی کامد بدست ای جان | در دل چرا نکشتی از کف چرا بهشتی
تاریخ این حکایت گر از تو باز پرسند | بر جمله اش فرو خوان از میوهٔ بهشتی

ایضاً

برادر خواجه طالب طاب مثواه | امام سنت و بعد از مماتش
بسوی روضهٔ رضوان روان شد | پس از پنجاه و نه سال از حیاتش
خلیل عابدش پیوسته بر خوان | وز انجا فهم کن سال وفاتش

ایضاً

صباح جمعه بد و سادس ربیع اول | که گشت فرقت آن مه بکشتنم عاجل
بسال هفتصد و شصت و چار از هجرت | چو آب حل بشدم این دقیقهٔ مشکل
دریغ و درد و تأسف کجا دهد سودی | کنون که عمر ببازیچه رفت و بجا حصل

فی المصیبة

دلا دیدی که آن فرزانه فرزند | چه دید اندر حریم این طاق نیلین
بجای لوحِ سیمین در کنارش | فلک بر سر نهادش لوحِ سنگین

فی الحکمة

مدتے در طلبِ مالِ جہان کردم سعی | تا بآخر خبرم شد که ز نقش صرِ ست
عوضِ ہرچه فلک داد بمن باز ستد | نکند فائدہ فریاد جوانی چه سرست
عمر ضائع شد و از مال زیانے دارد | اندۂ عمر کنون از غمہا بترست
بعد ازین یک نفس از عمر بملکِ دو جہان | نفروشم که بچشم دو جہان مختصرست
گنجہا یافته ام در دلِ ویران ز ہنر | گرچه بحریست ضمیرم که سراسر ہنرست
بعد ازین ہرچه رسد از بد و نیک ای حافظ | غم مخور شاد بزی زانکه جہان درگذرست

فی النصیحة

ہر که آمد در جہانِ پر ز شور | عاقبت میبایدش رفتن بگور
در رهِ عقبیٰ ست دنیا چون پلی | بے بقا جائے و ویران منزلے
دل منه بر این پلِ پر ترس و بیم | برگِ ره ساز و مشو اینجا مقیم
نزدِ اہلِ معنی این کاخِ سپنج | ہست چون ویرانه خالی ز گنج
دور باش از دوستیِ مال و جاه | زانکه مال و جاه ہست چاه

من گرفتم خو تو ئی بهرام گور | خواهی افتاد آخر اندر دام گور

گر نه کوری کورسے بین گفتت | یک زمان بیکار منشین گفتت

هیچ کس را نیست زین منزل گزیر | از گدا و شاه و از برنا و پیر

اے کہ بر ما بگذری دامن کشان | از سر اخلاص الحمدے بخوان

فی النصیحة

فنا د چرخ ز بینیم و نشنویم هنوز | که چشم ها همه کورست و گوشها همه کر

بسا کسان که مه و مهر باشدش بالین | بعاقبت ز گل و خاک باشدش بستر

چه فائده ز زره با کشاد تیر قضا | چه منفعت ز سپر با نفاق تیغ قدر

اگر ز آهن و فولاد سود حصن کنے | حواله چون برسد زود اجل بکوبد در

بردشنی خوش و عیش و نوش غره شو | که ظلمت از پی نورست و زهر زیر شکر

دریچه بر تو گشاید از هوا مکشاے | رہے کہ بر تو نماید ز ہوس مسپر

براه تو همه چاه است سر نهاده مرو | بجام تو همه زهرست ناچشیده مخور

عیار چرخ بگیر و نهاد و زنگر | بساط حرص بچین و لباس آز بدر

فی التعزیة

دل منه بر ذهیی و اسباب او | زانکه از وے کس وفاداری ندید

کس عسل بی نیش ازین دکان نخورد | کس رطب بی خار ازین بستان نچید
هرکرا تا سے چراغی برفروخت | چون تمام افروخت بادش در دمید
بے تکلف هرکہ دل برے نهاد | چون بدیدم خصم خود سے درید
شاہ غازی خسرو گیتی ستان | آنکہ از شمشیر او خون سے چکید
گہ بیک حملہ سپاہے می شکست | گہ بہوئے قلب کوہے سے درید
سروران را بیگنہ می کرد حبس | گردنان را بے سخن سرسے برید
از نهیبش پنجہ می افگند شیر | در بیابان نام او چون می شنید
عاقبت شیراز و تبریز و عراق | چون مسخر کرد وقتش در رسید
آنکہ روشن بد جهان بینش باد | میل در چشم جهان بینش کشید

فی المدح

بعهد سلطنت شاہ شیخ ابو اسحاق | بہ پنج شخص عجب ملک فارس بود آباد
نخست پادشہے ہمچو او ولایت بخش | کہ جان خویش بپرورد و داد عیش بداد
دگر مربی اسلام شیخ مجد الدین | کہ قاضیے بہ ازان آسمان ندارد یاد
دگر شهنشہ دانش عضد کہ در تصنیف | زمین همت او کارهای بستہ کشاد
دگر بقیۂ ابدال شیخ امین الدین | بنائے کار موافق بنام شاہ نهاد

دگر قویم چو حاجی قوام دریا دل — که نام نیک ببرد از جهان ببخشش و داد

نظیر خویش نه بگذاشتند و بگذشتند — خدای عز و جل جمله را بیامرزاد

فی المطایبة

رحیم مسکر خمار بود روزی چند — بدان دلیل که القاص لایحب القاص

بریخت خون صراحی وی بکشتن او — زمانه نیز در آمد که الجروح قصاص

مخمس

در عشق تو ای صنم چنانم — کز هستی خویش در گمانم

هر چند که زار و ناتوانم — گر دست دهد هزار جانم

در پای مبارکت فشانم

کو بخت که از سر نیازی — در حضرت چون تو دلنوازی

معروض کنم نهفته رازی — هیهات که چون تو شاهبازی

تشریف دهد در آشیانم

ای بسته کمر ز دور و نزدیک — بر خون تمام ترک و تاجیک

در مسکن خلص الممالیک — گر خانه محقرست و تاریک

در دیده روشنت نشانم

هرچند ستمگری ترا خوست   کم کن تو جفا که این نه نیکوست
گیرم که دلت ز آهن و روست   آخر بسرم گذر کن ای دوست

انگار که خاکِ آستانم

گفته که چو گشتیم بزاری   زان پس رهِ مرحمت سپاری
بر دل رقمِ وفا نگاری   تو خود سرِ وصلِ ما نداری

من عادتِ بختِ خویش دانم

من از تو بجز وفا نجویم   بیرون ز گلِ وفا نبویم
الّا رهِ بندگی نپویم   اسرارِ تو پیشِ کس نگویم

اوصافِ تو پیشِ کس نخوانم

گر غمزهٔ تو زند به تیرم   گر ترکِ فلک کند اسیرم
یک دم نبود ز تو گزیرم   من ترکِ وصالِ خود نگیرم

الّا بفراقِ جسم و جانم

گیرم نه رهِ وفا گشودیم   نه مهر بمهر می فزودیم
نه بود هر آنچه می نمودیم   آخر نه من و تو دوست بودیم

عهدِ تو شکست و من همانم

گر سر ببری بتیغ تیزم — از کوی وفات بر نخیزم

ور زانکه کنند ریز ریزم — من مهرهٔ مهر تو نریزم

الّا که بریزد استخوانم

آنانکه نشانِ عهد جویند — جز راهِ مزارِ من بپویند

خاکِ منِ زار چون بپویند — گر نامِ تو بر سرم بگویند

فریاد برآید از روانم

گر بگذردم به پیش خیلی — هر یک بصفا به از سهیلی

جز تو نکنم بغیر میلی — مجنون نیم از برای لیلی

ملکِ عرب و عجم ستانم

گفتم صبا در آرزویت — آشفته و تیره دل چو مویت

هر چند نمی رسم بکویت — شب نیست که از فراقِ رویت

زاری بفلک نمی رسانم

ای وصلِ تو اصلِ شادمانی — دائم بمرادِ دل بمانی

با حافظِ خود بگو عیانی — هر حکم که بر سرم برانی

سهل است ز خویشتن مرانم

فی الرباعیات

جز نقش تو در نظر نیاید مارا — جز کوی تو رہگذر نیاید مارا
خوش آمده خواب جمله را در دیده — حقا کہ بچشم در نیاید مارا

رباعیہ

برگیر شراب طرب انگیز و بیا — پنہان ز رقیب سفلہ بستیز و بیا
مشنو سخن خصم کہ بنشین و مرو — بشنو ز من اے نگار و برخیز و بیا

رباعیہ

روزیکہ فلک از تو بریدہ ست مرا — کس بالب پرخندہ ندیدہ است مرا
چندان غم ہجران تو بر دل دارم — من دانم و آنکہ آفریدہ ست مرا

رباعیہ

شاہا چو ترا بدانش و علم و سخا — آن مرد منم کہ می نشانم بسزا
بدخواہ چہ کید کرد ناگہ ز ازان — امروز نکرد خاطرت یاد مرا

رباعیہ

با دوست نشین و بادہ و جام طلب — بوس از لب آن سرو گل اندام طلب
مجروح چو راحت جراحت طلبد — تو از سر زخم نیش حجام طلب

رباعیه

گفتم که مگر باتفاقِ اصحاب — در موسمِ گل ترک کنم بادهٔ ناب
بلبل ز چمن نعره زنان داد جواب — کای بیخبران فصلِ گل و ترکِ شراب

رباعیه

ای قبلهٔ هر که مقبل آمد کویت — روی دلِ جمله بختیاران سویت
امروز کسے کز تو بگرداند رو — فردا بکدام دیده بیند رویت

رباعیه

ای سایهٔ آفتاب زلفِ سیهت — شب پوشِ مهِ دو هفته طرفِ کلهت
ای شام علمدار خطِ مشکینت — وی صبح جنیبت کشِ روی چو مهت

رباعیه

امروز که روزِ فرقتِ احبابست — نه وقتِ نشاط و عیش با اصحابست
هشیار از آن نیم که مے نیست مرا — مے ہست ولی حریفِ مے نایابست

رباعیه

آن ترکِ پریچهره که قصدِ جان داشت — مانندِ پری چهره ز من پنهان داشت
گفتم دهنِ تنگِ تو گوئی هیچ ست — گفتا که ازین هیچ طمع نتوان داشت

رباعیه

با آنکه دلم در غمِ عشقت خون است   حسنِ تو ز ادراکِ خرد بیرون است
در زلفِ تو بیچاره غریبست دلم   یا رب که در آن شامِ غریبم چون است

رباعیه

تو بدری و خورشید ترا بنده شده است   تا بندهٔ تو شده است تابنده شده است
زان روی که از شعاعِ روی مه تو   خورشیدِ منیر و ماه تابنده شده است

رباعیه

تا مرغِ دلم فتاده در دامِ غمت   بر گردنِ دل شده است صمصامِ غمت
از شربتِ جامِ دهر بیزار شدم   تا خونِ جگر می‌خورم از جامِ غمت

رباعیه

چون چنگ ز زلفِ تو دلم در چنگ است   هر لحظه دلم را ز لبت آهنگ است
شد پستهٔ تنگِ تو دلم را روزی   یا رب که دلِ خسته چه روزی تنگ است

رباعیه

در کوی تو بیچاره‌تر از ما کس نیست   نزدیکِ تو بیگانه‌تر از ما کس نیست
در سلسلهٔ طنابت آویخته‌ام   زان سوی که دیوانه‌تر از ما کس نیست

رباعیه

در شوخی و دلبری بتِ من طاق ست — بیچاره دلم بوصلِ او مشتاق ست
پسته دهن و لاله رخ و سیمین تن — شیرین سخن و ظریف و سیمین ساق ست

رباعیه

می نوش که عمرِ جاودانی اینست — خاصیتِ روزگارِ فانی اینست
هنگامِ گل و لاله و یاران سرمست — خوش باش دمی که زندگانی اینست

رباعیه

ای روی تو در لطافت آئینهٔ روح — خواهم که قدمهای خیالت بصبوح
در دیده کشم و لے ز خارِ فردام — ترسم که شود پای خیالت مجروح

رباعیه

اول بوفا جامِ وصالم در داد — چون مست شدم دامِ جفا را سر داد
با آبِ دو دیده پُر از آتشِ دل — خاکِ رهِ او شدم بیادم در داد

رباعیه

ای گل ز برت همنفسے مے آید — شادی بدلم ازو بسے مے آید
پیوسته ازان روی کنم همدمِ ش — کز بوے وی ام بوی کسے مے آید

رباعیه

بردار دل از مادرِ دهر ای فرزند
با نصف اخیر شوهرش در پیوند
ای قلبِ ای آهنین تقادی
چون حافظ اگر شوی بنوشش خرسند

رباعیه

با یار کسے دست در آغوش نکرد
تا ترک زر و سیم و دل و هوش نکرد
بی زر بتِ شوخ دیده هرگز سخنم
با آنکه چو گوهر ست در گوش نکرد

رباعیه

با مردمِ نیک بد نمے باید بود
در بادیه دیو و دد نمے باید بود
مفتونِ معاش خود نمے باید شد
مغرورِ تعقلِ خود نمے باید بود

رباعیه

با مے بکنار جوی مے باید بود
وز غصه کناره جوی مے باید بود
چون عمرِ گرانمایهٔ ما ده روز ست
خندان لب و تازه روی مے باید بود

رباعیه

تا حکمِ قضای آسمانی باشد
کارِ تو همیشه شادمانی باشد
گر جامِ مئے ز دستِ تو نوش کنم
سرمایهٔ عمر جاودانی باشد

رباعیه

چون غنچهٔ گل قرابه پرداز شود
نرگس بهوای می قدح ساز شود
خرم دل آن کسی که مانند حباب
هم بر درِ میخانه سرافراز شود

رباعیه

جان درخمِ زلفِ یار جائے طلبید
وز بندِ بلا گره کشائے طلبید
جان پیشکشِ ابروِ جانان کردم
چون حاجب و نعل بهائے طلبید

رباعیه

خطت بسراپردهٔ مه میگردد
بازارِ تکبرت تبه میگردد
مارا خجل و دروغ زن میگفتی
پیداست که روی کی سیه میگردد

رباعیه

خوبانِ جهان صید توان کرد بزر
خوش خوش برِ ایشان توان خورد بزر
نرگس که کلهدارِ جهان ست ببین
کان نیز چگونه سر برآورد بزر

رباعیه

راهِ طلبِ تو خارِ غمها دارد
کو راهروے که این قدمها دارد
دانی تو که روشناس عقل ست آن کو
بر چهرهٔ جان چراغِ غمها دارد

رباعیہ

روزے کہ فراق از تو دورم سازد
در ہجر رخ تو ناصبورم سازد
گر چشم بروے دگرے باز کنم
حق نمک حسن تو کورم سازد

رباعیہ

زان بادۂ دیرینۂ دہقان پرورد
در دہ کہ بساط عمر طے خواہم کرد
مستم کن و بیخبر ز احوال جہان
تا سر جہان بگویمت اے سرہ مرد

رباعیہ

شیرین دہنان عہد پایان نبرند
صاحب نظران ز عاشقی جان نبرند
معشوق چو بر مراد و راے تو بود
نام تو میان عشقبازان نبرند

رباعیہ

گویند کسانیکہ زمے پرہیزند
زانسان کہ بمیرند چنان برخیزند
ما با مے و معشوق از آنیم مدام
تا بو کہ ز خاک ما چنان برخیزند

رباعیہ

من بندۂ آن کسم کہ شوقے دارد
بر گردن خود ز عشق طوقے دارد
تو لذت عشق و عاشقی کے دانی
این بادہ کسی خورد کہ ذوقے دارد

رباعیه

نه دولت دنیا به ستم می ارزد — نه لذت هستی به الم می ارزد
نه هفت هزار سال شادی جهان — با محنت پنج روز غم می ارزد

رباعیه

وقتست که مستان بطرب برخیزند — و اندر سر می و معشوق و رباب آویزند
یک چند نقاص عمر فانی شده را — در جام و قدح خون صراحی ریزند

رباعیه

حیرت که بجان من درویش آمد — گوئی سنگی بر جگر ریش آمد
می ترسیدم کز تو شوم روزی دور — دیدی که همان روز بدم پیش آمد

رباعیه

هم خاطر تو بر من غمناک افتد — کز مهر ضیا بر خس و خاشاک افتد
گر خاک رهت شوم مزن بر من بانگ — حیف ست که آواز تو بر خاک افتد

رباعیه

هر دوست که دم زد ز وفا دشمن شد — هر راهروی که بود رهزن شد
گویند شب آبستن غیب ست ولی — چون مرد ندید از که آبستن شد

رباعیه

یا کار بکامِ دلِ مجروح شود | یا مرغِ دلم بر فلکِ روح شود
امیدِ من آنست بدرگاهِ خدا | کابوابِ سعادت همه مفتوح شود

رباعیه

یاری چو نکرد بختِ شوریده چه سود | شادی چو ندید این دلِ غمدیده چه سود
آن مردمِ دیده بود کز دیده برفت | چون مردمِ دیده نیست در دیده چه سود

رباعیه

ایامِ شباب است شراب اولیٰ تر | عنبر زده مست و خراب اولیٰ تر
عالم همه سر بسر خراب است خراب | در جای خراب هم خراب اولیٰ تر

رباعیه

سیلاب گرفت گردِ ویرانهٔ عمر | آغاز پُرے نهاد پیمانهٔ عمر
بیدار شو ای خواجه که خوش خوش بکشد | حمّالِ زمانه رخت از خانهٔ عمر

رباعیه

در سنبلش آویختم از روی نیاز | گفتم من سودازده را چاره بساز
گفتا که لبم بگیر و زلفم بگذار | در عیشِ خوش آویز نه در عمرِ دراز

رباعیه

دوش از غم تو دمی نخفتم تا روز — یا قوت بنوک مژه سفتم تا روز
دردت که بکس نمی‌توانم گفتن — هم با دل خویشتن بگفتم تا روز

رباعیه

مردی ز کننده در خیبر پرس — اسرار کرم ز خواجه قنبر پرس
گر تشنهٔ فیض رحمتی ای حافظ — سرچشمهٔ آن ز ساقی کوثر پرس

رباعیه

ای دوست دل از جفای دشمن درکش — با روی نکو شراب روشن درکش
با روی نکو گوی گریبان بگشای — وز نااهلان تمام دامن درکش

رباعیه

چشم تو که سحر بابل است استادش — حقا که فسونها نرود از یادش
آن زلف که کرد حلقه در گوش جمال — آویزه ز در نظم حافظ بادش

رباعیه

بنگر چمن جمال فرخندهٔ گل — گه گریهٔ ابر بین وگه خندهٔ گل
سرو ارچه بآزادی خود می نازد — از راستیی که داشت شد بندهٔ گل

رباعیه

چون جامه ز تن بر کشد آن مشکین خال
حقا که نظیر خود ندارد بجمال
در سینه دلش ز نازکی بتوان دید
مانند سنگریزه در آب زلال

رباعیه

هرگز نکنی یاد من ای شمع چگل
نزد من اگرچه هست کاری مشکل
دردی که من از غم تو دارم در دل
دل داند و من دانم و من دانم و دل

رباعیه

از یار وفا که دید تا من بینم
راحت ز جفا که دید تا من بینم
تو عمر منی و بیوفائی پیشه
از عمر وفا که دید تا من بینم

رباعیه

آن به که ز جام باده دل شاد کنیم
وز آمده و گذشته کم یاد کنیم
وین عاریتی روان زندانی را
یک لحظه ز بند عقل آزاد کنیم

رباعیه

آواز پر مرغ طرب می شنوم
یا نفحهٔ گلزار ادب می شنوم
با صد سخن زیر لبش میگوید
القصه حکایتی عجب می شنوم

ربا عیه

در هجرِ تو من ز شمع افزون گریم ۔ مانندِ صراحی اشکِ گلگون گریم
چون ساغرِ باده ام گر از تشنگی ۔ چون نالهٔ چنگ شبنم خون گریم

ربا عیه

جانان چو شبی با تو بروز آوردم ۔ گر بی تو دمی بر آورم نامردم
از مرگ نترسم پس ازین کآبِ حیات ۔ از چشمهٔ نوشِ آبدارت خوردم

ربا عیه

در آرزوی بوس و کنارت مردم ۔ در حسرتِ لعلِ آبدارت مردم
قصه چه کنم دراز کوتاه کنم ۔ باز آ باز آ کز انتظارت مردم

ربا عیه

من ترکِ توای نگار آسان ندهم ۔ تا پیشِ زمردِ خطت جان ندهم
یاقوتِ لبت که قوتِ جانست مرا ۔ آن را بدو صد هزار مرجان ندهم

ربا عیه

من حاصلِ عمرِ خود ندارم جز غم ۔ در عشقِ تو یارِ خود ندارم جز غم
یک همدم و همراز ندارم نفسی ۔ یک مونس و غمخوار ندارم جز غم

رباعیه

اے باد بگو زراہ دلداری من
آن را کہ نباشد غمے از زاری من

تو خفتہ بمہد عیش شبہاے دراز
آیا داری خبر ز بیداری من

رباعیه

تا کے بود این جور و جفا کردن تو
بیہودہ ہمہ خلائق آزردن تو

تیغ ست بدست اہل دل خون آلود
گر بر تو رسد خون تو بر گردن تو

رباعیه

گویند کہ فردوس برین خواہد بود
فردا مے ناب و حور عین خواہد بود

گر ما مے و معشوقہ گزیدیم چہ باک
چون عاقبت کار چنین خواہد بود

رباعیه

با آنکہ نہد مہر فرمہ از صد تمکین
بر خاک جناب تو شب و روز جبین

از دست دل و دیدہ تبنگم نشان
در آتش انتظار و فارغ نشین

رباعیه

چون بادہ ز غم چہ بایدت جوشیدن
با لشکر غم چہ بایدت کوشیدن

سبز ست سرت بادہ ازان در مدام
می بر سر سبزہ خوش بود نوشیدن

رباعیه

ای شرم زده غنچهٔ مستور از تو   حیران و خجل نرگس مخمور از تو

گل با تو برابری کجا آرد کرد   کو نور ز مه دارد و مه نور از تو

رباعیه

ای رای تو صحرای امل پیمودن   تا چند بر آفتاب گل اندودن

گر در دهن شیر شوی بهر طمع   آخر نه شکار گور خواهی بودن

رباعیه

چشمت که ز ریو رنگ میبارد از و   زنهار که تیغ جنگ میبارد از و

بس نرم و دلول گشتی ای همنفسان   آه از دل او که سنگ میبارد از و

رباعیه

آن باز طرب شکار در دستم نه   آن ساغر چون نگار در دستم نه

آن زلف چو زنجیر که پیچید بر خود   دیوانه شدم بیار و در دستم نه

رباعیه

ای کاش که بخت سازگاری کردی   یا چرخ زمانه نیز یاری کردی

از دست جوانیم چو بر بود عنان   پیری چو رکاب پایداری کردی

رباعیه

با شاهد شوخ و شنگ و با بربط و نی — کنجی و کبابی و کمی شیشهٔ می

چون گرم شود ز باده ارا رگ و پی — منت نبرم بیک جو از حاتم طی

رباعیه

قسّام بهشت و دوزخ و عقده کشای — ما را بگذار که در آییم ز پای

تا کی بود این گرگ ربائی از خاک — سر پنجهٔ دشمن افگن ای شیر خدای

رباعیه

گل را دیدم نشسته بر تخت شهی — گفتا بشنو راستی ار مرد رهی

من طفلم و بیگنه مرا می سوزند — ای وای بتو که پیری و پر گنهی

رباعیه

گل گفت اگر دستگهی داشتمی — بر تختی اگر رهی داشتمی

با بیگنهی مرا چنین می سوزند — ای وای من گر گنهی داشتمی

رباعیه

گر همچو من افتادهٔ این دام شوی — ای بس که خراب بادهٔ و جام شوی

ما عاشق و رند و مست و عالم سوزیم — با ما منشین وگرنه بدنام شوی

رباعیہ

حافظ ورقِ سخن درآی سطے کن / وین خامۂ تزویر ریائی سپے کن

خاموش نشین کہ وقتِ خاموشیِ تست / دم درکش و جامِ بادہ را پُر مے کن

آن غزلہا و قصائد کہ در اکثر النسخ نبود و در بعض یافتہ شد داخلِ کتاب نکردہ علیحدہ نوشتہ شد

الغیاث ای مایۂ جان الغیاث / کفر زلفت برد ایمان الغیاث

ما ہمے لیسیم لب از تشنگی / در لبانت آبِ حیوان الغیاث

دہ کجا شد شربتِ دیدارِ تو / میکشد تلخیِ ہجران الغیاث

ماز گریہ غرق در خون گشتہ ایم / لعلِ تو پیوستہ خندان الغیاث

غمزۂ شوخِ تو از راہِ اجل / میزند در دیدہ پیکان الغیاث

از خدنگِ ناوکِ مژگانِ تو / زخمہا افتادہ در جان الغیاث

چون دو زلفت کرد سرگردان مرا / گردشِ گردونِ گردان الغیاث

ہمچو گوی از زخمِ چوگانِ فلک / ہر طرف گشتیم غلطان الغیاث

پیچشِ زلفِ تو در جانم فتاد / رشتہ تن گشت پیچان الغیاث

چشمِ بیمارت مرا بیمار کرد / جز لبانت نیست درمان الغیاث

با طنابِ زلف حافظ را بکش
مانده در چاهِ زنخدان الغیاث

بازم هوای آن گلِ رعناست الغیاث | دیگر دلم رمیده و شیداست الغیاث
آن دل که کنجِ عافیتی برگزیده بود | این دم به عزمِ درد و بلاهاست الغیاث
صوفی که جامِ صاف دمادم همی کشد | حیرانِ کوی و شده رسواست الغیاث
عارف که غرق بود بناموس و ننگ و نام | افتاده در ملامت و سوداست الغیاث

از جانِ زارِ حافظ و سرگشتگانِ شوق
فریاد و شور و ولوله برخاست الغیاث

از منِ سوخته آن یار نمی‌پرسد هیچ | خبری زین دلِ افگار نمی‌پرسد هیچ
او طبیبِ من و من خسته و بیمارِ غمش | چه طبیبی ست که بیمار نمی‌پرسد هیچ
دی طبیبی بسرم آمد و احوالم دید | گفت چون هست ترا یار نمی‌پرسد هیچ
گفتمش بختِ من و طالعِ شوریدهٔ من | خفته می‌بینم و بیدار نمی‌پرسد هیچ
جانم از فرقتِ رویش بلب آمد صد بار | که ازین دل شده آن یار نمی‌پرسد هیچ
دوش در خواب چو من ماهِ رخِ او دیدم | گفت گه گاه ترا یار نمی‌پرسد هیچ
ای طبیبِ ازلی یک نظری کن ما را | حافظِ سوخته را یار نمی‌پرسد هیچ

سپیده دم که صبا بوی لطف جان گیرد
چمن ز لطف هوا نکته بر جنان گیرد

نوای چنگ بدانسان زند صلای صبوح
که پیر صومعه راه در مغان گیرد

شه سپهر چو زرین سپر کشد بر دوش
به تیغ صبح و عمود افق جهان گیرد

برغم زاغ سیه شاهباز سدره نشین
درین تعرض شکاری آشیان گیرد

به بزمگاه چمن رو که خوش تماشاییست
که لاله کاسهٔ نسرین و ارغوان گیرد

چه حالتیست که گل در سحر نماید رخ
چه آتشیست که در مرغ صبح خوان گیرد

چه پرتویست که از جیب آن مسیح دمد
چه شعله ایست که در دشت آسمان گیرد

خیال شاهی اگر نیست در سر حافظ
چرا به تیغ سخن عرصهٔ جهان گیرد

ای ذوق شهد لعل تو در کام من لذیذ
حلوای تنه گرسنه را در دهن لذیذ

دندان یار در دهن تنگ خوش نمود
در کام خسته اند در جهدن لذیذ

شهد و شکر اگرچه بیابد بعالم است
شیرین از وست در دهن از سخن لذیذ

حلقه ز عنبر زلفت دماغ را
باشد بغیر نکهت مشک ختن لذیذ

ما را بکام بود ز ناشکیب و سرخ
خلقیست چون بباغ گل یاسمن لذیذ

کر حلق را بکام بود لذت ارزن
بیار عشق را شده سیب ذقن لذیذ

عشقِ رخت بخاطرِ حافظ زجمله به
در مغزِ بلبل از همه بوے چمن لذیذ

ای گفتگوی لعلِ تو در کامِ جان لذیذ — شکر لبت چو طعمِ شکر در دهان لذیذ
دندانِ تست قطرهٔ شیر و شکر لبت — در کامهاست شیر و شکر هر آن لذیذ
خونِ دل و کبابِ جگر هر دو بهرِ تست — باشد بهم کباب و مے ارغوان لذیذ
گفتم حدیثِ لطفِ تو آمد سخن لطیف — کردم بیانِ وصفِ لبت شد بیان لذیذ
دل ناوکِ تو خواست که باشد همای را — نسبت بطعمهای گر استخوان لذیذ
او راز بسکه چاشنیِ حسنِ دلبریست — پیوسته حرف او گذرد بر زبان لذیذ

حافظ لبے ز شیرهٔ جان بخت حلوه
در آرزوی آن لب نامدچنان لذیذ

ایکه شور افگنده در بزمِ شاهان از نمک — داد دستانِ لبت از خنده بستان از نمک
می بر دآبِ گهر لعلت بدریا شی و لطف — میکند نرخِ شکر یاقوت ارزان از نمک
از نمک خندان کنی هر دم بنوعی پسته را — دیدهٔ آن را که گردد پسته خندان از نمک
شور می بینم از آن جادوی مستت ز سر آب — ذوق می یابم دران چاهِ زنخدان از نمک
گر نباتت میر یابد جان بشیرینی و لطف — قند شور انگیز لعلت میدهد جان از نمک

شد دلم ریش از لب شور شیرینت ولے — میکند زخم مرا هر لحظه درمان از نمک

آب حیوان یافت حافظ از نمکدان لبت
گرچه هرگز کس نیابد آب حیوان از نمک

قصاید

مقدری که ز آثار صنع کرد اظهار — سپهر و مهر و مه و سال و ماه و لیل و نهار
مدار سیر کواکب بامر کن فیکون — قرار داد درین طاق گنبد دوار
ز هفت کوکب سیاره و دوازده برج — کنند سیر مخالف کواکب سیار
نه آسمان ز ملائک بامر حق مشغول — بسجده در گه تسبیح و ذکر و استغفار
چهار عنصر ازو مختلف پدید آورد — مدار آتش و آب و غبار و خاک مجار
قرار داد ببالای خاک و باد آتش — گرفته کوه و زمین در میان آب قرار
بدوستی نبی و ولی اساس نهاد — جهان و هر چه درو هست خالق جبار
اگر نه ذات نبی و ولی بدی مقصود — جهان بکتم عدم رفتی همچو اول بار
نوشته بر در فردوس کاتبان قضا — نبی رسول و ولیعهد حیدر کرار
امام جن و انس علی بود که علی — ز کل خلق فزون ست از صغار و کبار
دوام اوست معلق سما و کرسی و عرش — ز ذات اوست مطبق زمین بدین هنجار

علی امام و علی امین و علی ایمان | علی امین و علی سرور و علی سرا
علی علیم و علی عالم و علی اعلم | علی حکیم و علی حاکم و علی گفتا
علی نصیر و علی ناصر و علی منصور | علی مظفر و غالب و علی سرورا
علی عزیز و علی عزت و علی افضل | علی لطیف و علی انور و علی انوا
علی ست فتح فتوح و علی ست راحت روح | علی ست فاضل و فضل و علی سرورا
علی سلیم و علی سالم و علی سلم | علی قسیم قصور و علی ست قاسم نا
علی صفی و علی صافی و علی صوفی | علی دنی و علی صفدر و علی سرا
علی نعیم و علی ناعم و علی منعم | علی بود اسد اللہ قاتل کفا
علی ز بعد محمد ز هر چه هست به است | اگر تو مومن پاکی نظر دریغ مدا
بحق نور محمد و با آدم و به خلیل | بحق شیث و شعیب و به هود کم آزا
بحق یوسف و یعقوب و یحیی و لقمان | بحق نوح سبحی در میان دریا
بحق عزت توریت و حرمت انجیل | بحق جمع زبور و بحق روز شما
بحق دانش اسحق و شوق اسمٰعیل | که در رضای خدا کرد جان خویش نثا
بحق یوشع و الیاس و لوط و سکندر | بحق نغمه داؤد و صوت خوش گفتا
بحق مهر سلیمان و زهد ابراهیم | بحق عیسی و موسی و یونس صحرا

بحقِ قوتِ جبریلؑ و صورِ اسرافیلؑ　　بحقِ قابضِ ارواح در یمین و یسار

بحقِ حاملِ عرش و بقربِ میکائیلؑ　　بحقِ چار کتابِ ستودهٔ جبار

بحقِ جملهٔ قرآن لصحفِ ابراهیمؑ　　بحقِ جملهٔ مردانِ واقفِ اسرار

بحقِ سوزِ فقیرانِ بیگنه در بند　　بحقِ زاری رنجورِ بیکس و بی یار

بحقِ چهرهٔ زردِ فقیرِ سرگردان　　بحقِ دردِ اسیرانِ خانمان بیزار

بحقِ ضربِ جوانانِ راه و دین با کفر　　بحقِ زاری پیرانِ خوار و زار و نزار

بحقِ دینِ محمدؐ بخونِ پاکِ حسینؑ　　بحقِ مردمِ نیکِ مهاجر و انصار

که نیست دینِ هدی را بقولِ پاکِ رسولؐ　　امام غیرِ علیؑ بعدِ احمدِ مختار

ز بعدِ او حسنؑ است و حسینؑ محبتِ او　　مجوی جهل درین کار مومنِ دیندار

بجهل غافل مستغرقی بغفلت همی　　ز رنگ می نشناسی سفیدی از زنگار

بجهد و سعیِ منِ خسته دل چه سود ترا　　مگر ز خوابِ جهالت همی شوی بیدار

بجهل بیشتر و بیش آنچنان هستم　　که کس مباد چنان کآمدم در اول بار

سپاس منت و عزت خدای را که نمود　　رهِ نجات و شدم از حیات برخوردار

بگاه هفصد و هفتاد بد که در شیراز　　تمام گشت بیک روز جمیع این اشعار

بدشمنان منشین حافظا تولا کن　　نجاتِ خویش طلب کن بجانِ هشت و چهار

حرام‌زاده و بدفعل و شوم و بی‌بنیاد — بمدح شاهِ جهان کے کجا کند اقرار

متابعت بمنافق چو میکنی بگذر

زیاده گفتنِ ناشس هزار استغفار

قصیده

جوز اسحر نهاد حمائل برابرم — یعنی غلامِ شاهم و سوگند میخورم

ساقی بیا که از مددِ بخت کارساز — کامیکه خواستم ز خدا شد میسّرم

جامے بده که باز بشادیِ رویِ شاه — پیر از سر هوائے جوانیست بر سرم

راهم مزن بوصفِ زلالِ خضر که من — از جامِ شاه جرعه کشِ حوضِ کوثرم

شاها من ار بعرض رسانم سریر فضل — مملوکِ آن جنابم و مسکین این درم

من جرعه نوشِ بزمِ تو بودم هزار سال — کے ترکِ آبخور کند این طبع خوگرم

گر باورت نمیشود از بنده این حدیث — از گفته کمال حدیثے بیاورم

گر بر کنم دل از تو و بردارم از تو مهر — آن مهر بر که افگنم آن دل کجا برم

منصورِ بن محمدِ غازیست حرزِ من — و ز این خجسته نام بر اعدا مظفرم

عهدِ الست من همه با مهرِ شاه بود — ور شاهراه عمر از این عهد بگذرم

گردون چو کرد نطقِ مرا تا بنام شاه — من خود چرا چنین نکنم از که کمترم

شاهین صفت چو طعمه چشیدم ز دستِ شاه
کی باشد التفات بصیدِ کبوترم

ای شاهِ شیرگیر چه کم گردد ار شود
در سایهٔ تو ملکِ فراغت میسرم

بال و پری ندارم و این طرفه‌تر که نیست
غیر از هوای منزلِ سیمرغ در سرم

بر گلشنی اگر بگذشتم چو بادِ صبح
نی عشقِ سرو بود و نه شوقِ صنوبرم

بوی تو می‌شنیدم و بر یادِ روی تو
دادند ساقیانِ طرب یک دو ساغرم

مستی بآب یک دو قدح وضعِ بنده نیست
من سالخورده پیرِ خرابات پرورم

با سیرِ اختر و فلکم داوری بسیست
انصافِ شاه باد درین قصه داورم

شکرِ خدا که باز درین اوجِ بارگاه
طاوسِ عرش می‌شنود صیتِ شهپرم

نامم ز کارخانهٔ عشاق محو باد
گر جز محبتِ تو بود شغلِ دیگرم

شبل الاسد بصیدِ دلم حمله کرد و من
گر لاغرم ولیک شکارِ غضنفرم

ای عاشقانِ روی تو از ذره بیشتر
من کی رسم بوصلِ تو کز ذره کمترم

بنما بمن که منکرِ حسنِ رخِ تو کیست
تا دیده‌اش بگزلکِ غیرت برآورم

مقصود ازین معامله بازارِ تیزیست
نه جلوه میفروشم و نه عشوه میخرم

بر من فتاده سایهٔ خورشیدِ سلطنت
اکنون فراغتست ز خورشیدِ خاورم

شعرم بیمنِ مدح که صد ملکِ دل گشاد
گوئی که تیغِ تست زبانِ سخنورم

حافظ ز جان محب رسول ست و آل او — بر این سخن گواست خداوند اکرم

ایضاً

شد عرصهٔ زمین چو بساط ارم جوان — از پرتو سعادت شاه جهانیان

خاقان شرق و غرب که در غرب و شرق اوست — صاحبقران و خسرو شاه خدایگان

خورشید ملک پرور و سلطان داد گر — دارای عدل گستر و کسری کی نشان

سلطان نشان عرصهٔ اقلیم سلطنت — بالانشین مسند ایوان لامکان

عظم جلال دولت و دین آنکه رفعتش — دارد همیشه توسن ایام زیر ران

دارای دهر شاه شجاع آفتاب ملک — خاقان کامگار و شهنشاه نوجوان

ماهیکه شد ز طلعتش افروخته زمین — شاهیکه شد ز همتش افراخته زمان

سیمرغ وهم را نبود قوت عروج — آنجا که باز همت او سازد آشیان

گر در خیال چرخ فتد عکس تیغ او — از یکدگر جدا شود اجزای آسمان

حکمش روان چو باد بر اطراف بحر و بر — مهرش روان چو روح بر اعضای انس و جان

ای صورت تو ملک جان و جمال ملک — وی طلعت تو جان جهان و جهان جان

تخت تو رشک مسند جمشید و کیقباد — تاج تو عین افسر دارا و داوران

تو آفتاب ملکی و هر جا که میروی — چون سایه از قفای تو دولت بود روان

ارکان نپرورد چو تو داور بهیچ قرن ‌‌ ‌ گردون نیاورد چو تو اختر بصد قران

بی طلعتِ تو جان نگراید بکالبد ‌ ‌ بی نعمتِ تو مغز نبندد در استخوان

هر دانشی که در دلِ دفتر نیامده است ‌ ‌ دارد چو آب خامهٔ تو بر سرِ زبان

دستِ ترا بابر که آرد شبیه کرد ‌ ‌ چون بدره بدره این دهد و قطره قطره آن

با پایهٔ جلالِ تو افلاک پایمال ‌ ‌ وز بحر جودِ دستِ تو در دهر داستان

علم از تو با کرامت و عقل از تو با فروغ ‌ ‌ شرع از تو در حمایت و دین از تو در امان

بر چرخِ علم ماهی و بر فرقِ مهر تاج ‌ ‌ در چشمِ فضل نوری و در جسمِ ملک جان

ای خسروِ رفیع جناب و منیع قدر ‌ ‌ وی داورِ عدیم مثال و عظیم شان

ای آفتابِ ملک که در جنبِ همتت ‌ ‌ چون ذرهٔ حقیر بود گنجِ شایگان

در جنبِ بحرِ جودِ تو از ذره کمترست ‌ ‌ صد گنجِ شایگان که ببخشی برایگان

گردون برای خیمهٔ خورشیدِ فلکرات ‌ ‌ از کوه و ابر ساخته تا زیر سایبان

این اطلسِ منقش نُه توی زرنگار ‌ ‌ چترِ بلند بر سرِ خرگاهِ خویش دان

بودی درونِ گلشن و از پردلانِ تو ‌ ‌ در هند بود غلغل و در زنگ بُد فغان

در دشتِ روم خیمه زدی تا غریوِ کوس ‌ ‌ در دشتِ سند رفت و بیابانِ سیستان

تا قصرِ زرد تاختی و لرزه اوفتاد ‌ ‌ در قصرهای قیصر و در خانهای خان

آن کیست کو بملک کند با تو همسری | از مصر تا بروم وز چین تا بقیروان

تو شاکری ز خالق و خلق از تو شاکرند | تو شادمان بدولت و ملک از تو شادمان

اینک بطرف گلشن و بستان همی دری | پاینده گان سمند سعادت بزیر ران

ای ملهمی که در صفت کردهٔ بیان قدس | فیضی رسد بخاطر پاکت زمان زمان

داده فلک عنان ارادت بدست تو | یعنی که من کیم بمراد خودم رسان

خصمت کجاست در ته پای خودت فگن | یار تو کیست بر سر و چشمم منش نشان

هم کام من بخدمت تو گشته منتظم
هم نام من بمدحت تو گشته جاودان

ایضاً

سپیده دم که صبا بوی بوستان گیرد | چمن ز لطف هوا نکته بر جنان گیرد

هوا ز نکهت گل در چمن تتق بندد | افق ز رنگ شفق رنگ گلستان گیرد

هوای چنگ بر انسان زند صلای صبوح | که پیر صومعه راه در مغان گیرد

شه سپهر چو زرین سپر کشد بر سر | بر تیغ صبح و عمود افق جهان گیرد

بر غم زاغ سیه شاهباز زرین بال | درین مقرنس زنگاری آشیان گیرد

بنزهتگاه چمن رو که خوش تماشائیست | چو لاله کاسهٔ زرین ارغوان گیرد

چو شہسوارِ فلک بنگرد بجامِ صبوح   کہ خور بشعشعہ خود مہرِ خاوران گیرد

صبا نگر کہ دمادم چو رندِ شاہد باز   گہے لبِ گل و گہ زلفِ ضیمران گیرد

ز اتحادِ ہیولےٰ و اختیارِ صور   خرد ز ہر گل نقشِ رخِ بتان گیرد

من اندران کہ دمِ کیست آن مبارکدم   کہ وقتِ صبح درین تیرہ خاکدان گیرد

چہ حالتست کہ گل در چمن نماید روے   چہ آتش ست کہ در مرغِ صبح خوان گیرد

چہ پرتوست کہ نورِ چراغِ صبح دہد   چہ شعلہ است کہ در راہِ آسمان گیرد

ضمیرِ دل نگشایم بکس مرا آن بہ   کہ روزگار غیور ست و ناگہان گیرد

چو شمع ہر کہ بافشاے راز شد مشغول   لبش زمانہ چو مقراض در میان گیرد

کجاست ساقیِ مہ‌روی من کہ از سرِ مہر   چو چشمِ مست خودش ساغرِ گران گیرد

پیاے آور و از یار و از میش جامے   بشادیِ رخِ آن ماہِ مہربان گیرد

نواے نغمۂ نے را چو بر کشد مطرب   گہے عراق زند گاہ اصفہان گیرد

چرا بصد غم و حسرت سپہرِ دائرہ شکل   مرا چو نقطۂ پرکار در میان گیرد

فرشتہ بحقیقت سروشِ عالمِ غیب   کہ روضہ کہ رشش نکتہ بر جنان گیرد

سکندری کہ مقیمِ حریمِ او چون خضر   ز فیضِ خاکِ درش عمرِ جاودان گیرد

جمالِ چہرۂ اسلام شیخ ابواسحٰق   کہ ملک در قدمش زیبِ بوستان گیرد

گھے کہ بر فلکِ سروری عروج کند — تخت پایۂ خود فرقِ فرقدان گیرد

چراغ دیدۂ محمود آنکہ دشمن را — زبرقِ تیغ و سے آتش بہ دودمان گیرد

باوجِ ماہ رسد موجِ خون چو تیغ کشد — بر تیغ چرخ بر و حملہ چون کمان گیرد

عروسِ خاوری از شرعِ رای نورِ شاہ — بجاے خود بود ار راہِ قیروان گیرد

ایا عظیم وقارے کہ ہر کہ بندۂ تست — ز رفعِ قدر بکمر بندِ تو امان گیرد

رسد ز چرخِ عطارد ہزار تہنیت — چو فکرتت صفتِ امرِ کن فکان گیرد

مدام در پے طفل ست در وجودِ عدوت — سماک رامح ازان روز و شب عنان گیرد

فلک چو جلوہ کنان بنگرد سمندِ ترا — کمینہ پایگہش اوجِ کہکشان گیرد

علامتے چو کشیدی سعادتے دہدت — کہ مشتری نسقِ کارِ خود ازان گیرد

ز امتحانِ تو آیا مرا غرض آنست — کہ از صفای ریاضت دلت نشان گیرد

و گرنہ پایۂ مصحف ازان بلند ترست — کہ روزگار بران حرفِ امتحان گیرد

ز عمر بر خورد آن کس کہ در ہمہ صفتے — نخست بنگرد آنگہ طریق آن گیرد

مذاقِ جانش تلخیِ غم شود ایمن — کسیکہ مشکِ شکر تو در دہان گیرد

چہ جای جنگ پسندی بجامِ یاز ر دوست — چو وقتِ کار بود تیغِ جانستان گیرد

ز لطفِ غیب بسختی مرنج امید متاب — کہ مغزِ نغز مقام اندر استخوان گیرد

شکر کمال حلاوت پس از ریاضت یافت — نخست در شکن تنگ ازان کران گیرد

دران مقام که سیل حوادث از چپ و راست — چنان رسد که امان از میان کران گیرد

چه غم بود بهمه حال کوه ثابت را — که حمله های چنان قلزمی جهان گیرد

اگر چه خصم تو گستاخ میرود حالی — تو شاد باش که گستاخیش عنان گیرد

که هر چه در حق این خاندان دولت کرد — جزاش بر زن و فرزند و خانمان گیرد

خیال شاهی اگر نیست در سر حافظ — چرا به تیغ زبان عرصه زمان گیرد

زمان عمر تو پاینده باد کین دولت — عطیه ایست که در کار انس و جان گیرد

ایضاً

خیر مقدم مرحبا ای طایر میمون قدم — شادمان کردی مرا نازم ترا تا سر قدم

میکنم در هجر تو انجام آغاز نیاز — زانکه شرح آرزومندی نیاید در قلم

تا بدانی تو که هجران خون عاشق میخورد — نالهٔ شبگیر در کارست و آه صبحدم

صحبت عشاق بدنامت کند زاهد برو — خوش نگه کن باده در جامست و مجلس متهم

گر چنین در حلقهٔ پیچید زلف افعی بند یار — مهره نتوان برد آسان ای دل افسونی بدم

گر حریم کعبه خواهی وان جمال بی نقاب — لاله و گل دان همه خار بیابان حرم

آن گذشت ای دل که خواری دیدی از دست رقیب — یار باز آمد بحمد الله عزیز و محترم

ساقیا مے دہ کہ رندیہای حافظ سہو کرد   نوکِ کلکِ خواجہ بر منشورِ حافظ زد رقم

خواجہ توران شاہ عادل جلالِ ملک و دین   بدرِ آفاق علی عون الورےٰ غوث الامم

صورتِ جاہ و جلال و مقصدِ فضل و کمال   منظرِ انوارِ رحمت مصدرِ حسنِ شیم

کانِ مردی و مروت معدنِ صدق و صفا   جوہرِ عدل و سیاست عنصرِ لطف و کرم

رافعِ اوضاعِ بدعت ناصرِ اعلامِ دین   ماحیِ آثارِ طغیان قاطعِ ظلم و ستم

آستانت موضعِ دولت نہ اکنونست و بس   دار داین قصرِ معلی نقشِ تاریخِ قدم

بختِ بیدارت چو می آمد بصحرای وجود   خفتہ مہ گردون ہنوز اندر شبستانِ عدم

قلبِ بدخواہان شکست احوالِ برجای تو   ہر کرا دل نشکند فیروز گردد لاجرم

ہان نپنداری کہ تنہا میزنی بر قلبِ خصم   ہمتِ اربابِ دل باتست از بابِ کرم

شرحِ احوالِ تو الحق بو العجائب دفتریست   بندہ یارب کے تواند کرد شکرِ این نعم

تا بہم مہجور بود از خاک بوسِ درگہت   دُر ز نوشش دُرد بودم با ندیمانِ ندم

با شما اخلاص بی یک حاجتِ تقریر نیست   علمِ آصف دیدہ باشد سالہا در جامِ جم

تا جہان باشد بہ نیکی در جہانت باد نام
این دعا بر انس و جان گشت از دل و جان فرض ہم

تمت

خاتمه

هذا کتابٌ بدائعٌ بوزنه ذهباً لکان البائعُ المغبونا

الحمد لله علی احسانه که دیوان خجسته ایوان اکمل العرفا المحققین و افضل الشعرا المدققین
عارفِ حقائقِ فنونِ سخن پروری، واقفِ دقائقِ نظم گستری، سَبّاحِ بحرِ فصاحت
و سیّاحِ اقلیمِ بلاغت، حضرت لسان الغیب خواجه شمس الدین محمد ملقب به
حافظ شیراز طاب الله ثراه و جعل الجنة مثواه بسعی و اهتمامِ خاکسار
محمد رحمت الله رعد در شهر محرم الحرام سنه ۱۳۲۰ هجری نبوی مطابق ماهِ
اپریل سنه ۱۹۰۲ء در بلده کانپور بمطبع نامی سِمَتِ انطباع پذیرفت
و انشاء الله العزیز بعد اشاعت این دیوان که متنِ محض ست شرحے
بسیط حاوی رموزات و اصطلاحاتِ صوفیاے کرام از حلیۂ طبع آراسته
شده نذرِ ناظرین خواهد شد

والاستعانة من الله ان یختم عواقب امورنا خیرا